Title - SHAHI NAAMA-E-ISLAM (Part-3).

Creator - Abu Al Asar Hafeez Jalandhari

Publisher - Sadar Daftar Shahi Naama-E-Islam.

Date - 1935 - 1939.

Pages -

Subjects - Urdu Nazm ; Tareekh Islam - Manzoom.
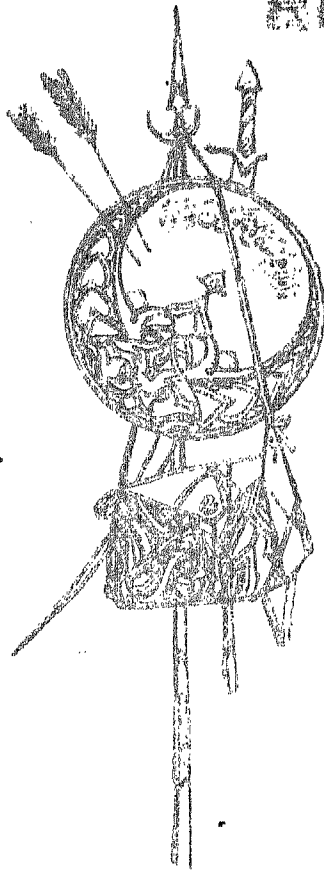
شاہنامۂ اسلام

حفیظ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

اُردو نظم میں تاریخِ اسلام کے واقعاتِ رزم

حق پر باطل کے حملے غزوۂ اُحُد کے حالات

اثرِ خامہ

ملک الشعراء حسّان الملک بہادر خانصاحب الحاج

ابو الاثر حفیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیّبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پر ایمان رکھتا ہے

حفیظ

جلوۂ
تار

شکرِ نعمت
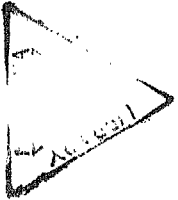
توفیقِ الٰہی اور تائیدِ حضرتِ رسالت پناہی

نے

اس حصّہ شاہنامہ کی تکمیل کے لئے مجھے اُس بحرِ فیض کے ساحل پر پہنچا دیا

جس کی فیّاضی اور دریا نوالی سے کارِ خیر کا ہر گلشن سیراب ہے

دعا ہے کہ

اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی حضور سلطان العلوم معین الملّت والدّین

ہز اگزالٹڈ ہائی نس میر عثمان علی خاں بہادر بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و حشمتہ

کا وجودِ باجود قائم و دائم ہے

آمین

ناچیز

حفیظ

فہرست

باب ہفتم فتنہ مال غنیمت

شکستِ احد کی تمہید

باب ہشتم شہادت رسولؐ کی افواہ - اُحد میں قیامت

الحمد للہ۔ آج میں پھر دربارِ ملت میں حاضر ہوں۔ اور تیسری جلد نذر لایا ہوں آپ کو اس مرتبہ بہت انتظار کرنا پڑا معافی چاہتا ہوں میرا عذر یہ ہے کہ جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ توقع سے زیادہ ناسازگار ہے جمعیتِ اسلامیہ جس سیاسی کشمکش میں مبتلا ہے اور اس ملک میں مسلمان جس قسم کی جدّوجہد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ آج یہ کہاں ممکن کہ ایک فرد کا سکون قائم رہ سکے۔ درخت جو آندھیوں کی زد میں ہو اُس کے پتوں کی حالت کیا پوچھتے ہو!

بہرصورت یہ جلد حاضر ہے۔ قبول فرمائیے۔ پسند آئے تو دعا کیجئے۔ نہ صرف مجھ عاجز کے لئے۔ بلکہ اُن ہمدردانِ قوم وملت کے لئے بھی جن کی رہنمائی اور امداد و اعانت کے بغیر میں اس منزل پر نہ پہنچ سکتا۔

نامناسب ہوگا۔ اگر میں بعض خاص عالی ہمت محسنوں کے ذکر اور شکر سے خاموش رہوں جو اس جلد کی تکمیل میں کسی نہ کسی طرح میرے ممدّ و معاون رہے ہیں۔ اس طرح آپ کو میری بعض دقتوں کا بھی اندازہ ہو جائیگا۔

جلد اوّل کے آغاز میں جو دشواریاں پیش آئیں اور جس طرح عامۃ المسلمین نے میرا دل بڑھایا اُس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ وہ زمانہ نسبتاً بہت بہتر تھا۔ قدردانوں نے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ لیکن **دوسری جلد** کے دورانِ تصنیف میں ملکی اور سیاسی طوفانوں کا ایسا زور بندھا جس نے قوم کی توجہ یکسر اپنی طرف کر لی اور وہ طبقہ جو میری کتاب کا قدردان اور خریدار تھا۔ بڑھتی ہوئی کساد بازاری کے سبب سے کمزور ہو گیا۔ جس کا اثر کتاب کی فروخت یعنی براہِ راست میری معاش پر پڑا۔

مگر اللہ کو اِس کام کا جاری رکھنا منظور تھا۔ عوام کی توجہ ہٹی تو خواص میں سے بعض عالی وقار ہستیاں ذرّہ نوازی پر آمادہ ہو گئیں۔ عالی مرتبت فخرِ دودمانِ عباسیہ اعلیٰ حضرت نواب صادق محمد خان بہادر عباسی خلد اللہ ملکہ نے میری قدر افزائی فرمائی۔ نہ صرف مالی امداد سے نوازا۔ بلکہ اس توسّل سے مجھے اپنے کام

کا اتنا بڑا انعام درگاہِ باری سے ملا جس کا شکر ادا کرنا ایک مسلمان کی بساط سے باہر ہے ــــ اتنا بڑا انعام کہ مجھے حجِ بیت اللہ اور زیارتِ کوئے حبیبؐ نصیب ہو گئی۔

سبز گنبد سے نہ جانے کیا اشارا ہو گیا
رہبر اس منزل میں اک روشن ستارا ہو گیا

اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت سعید الدولہ وزیر الملک نواب حافظ سر محمد سعادت علی خاں صاحب والیٔ ریاست ٹونک دام اقبالہٗ نے مجھے خلعت و خطاب سے سرفراز کیا اور اس طرح میرا دل بڑھایا۔ یہاں بھی اظہارِ تشکر مجھ پر واجب ہے۔

اب اس تیسری جلد و رغزوۂ اُحد کا مرحلہ آگیا۔ اس امر کا اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ اگر آغازِ کار میں مجھے ایسی سخت گھاٹی سے پیش آنے کا وہم بھی ہو جاتا تو شاید میں شاہنامۂ اسلام لکھنے کے لئے قلم اٹھانے کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔

آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ کہ میری دشوار یاں کیا تھیں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ اُحد کے میدان میں داخل ہوتے ہی میرے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتے اور بے سروسامان مجاہدوں نے اپنے ہادیؐ کی قیادت میں جو فتح حاصل کی اس کو مزے لے لے کر بیان کرنے کے بعد ایک ہوش فرسا منظر میرے سامنے تھا۔ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حالانکہ صحابہ کرام میں جوشِ ایمانی۔ فدائیت اور خلوص کی کمی نہ تھی عنانِ قیادت آج بھی اسی ہادیٔ برحق کے ہاتھ میں تھی۔ جو بدر کے دن فتح و نصرت کا ضامن تھا ــــ مگر نتیجہ شکست! شکست ہی نہیں بلکہ لشکرِ اسلام میں سے کثیر افراد کا پیٹھ موڑ جانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مضروب و مجروح ہونا۔ اکابر صحابہ کی شہادت۔ اب خیال فرمائیے کہ خداوند کریم نے جن منہ پھیر جانے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو معاف کر دیا ہو اور جن سے رسولؐ نے بھی بازپرس نہ کی ہو۔ مجھ عاصی اور گنہگار کا کیا منہ ہے کہ اُن پاک نفوس کا تذکرہ کرتے ہوئے کوئی ایسا لفظ لکھوں جس میں سوءِ ادب کا کوئی پہلو نکلے لیکن واقعہ کو واقعہ کی صورت میں لکھنا بھی ضروری تھا۔ ایسی حالت میں کہ اس واقعہ کی پوری ترتیب تلاش سے بھی نہ ملے ــــ کتنی دشوار منزل! میرا خیال ہے اب آپ میری مشکل کو قدرے سمجھ گئے ہونگے۔ میں اس سے کیونکر

عہدہ برآ ہوا۔ اس جلد کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا۔ اور یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ تیسری جلد تمام وکمال صرف ایک واقعۂ اُحد ہی کے بیان پر کیوں مشتمل ہے۔

اس مرحلہ کے پیش آتے ہی مجھ پر ایک مدت تک گو مگو کا عالم طاری رہا۔ بارہا آغاز کیا۔ لکھا۔ پھاڑ ڈالا ——— ادھر یہ صورت کہ اس منزل میں ایک قدم اٹھانا بھی محال۔ اُس طرف تیسری جلد کا متواتر تقاضا اور جلد اوّل و دوم کی فروخت محدود ——— میرے کام کا جاری رہنا صرف اسی طرح ممکن ہے کہ کتاب کے حصے مکمل ہو کر فروخت ہوتے رہیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کام میں التواء اور مادی وسائل کے لئے بھاگ دوڑ۔ چنانچہ اس وقت حالت یہ تھی کہ اُحد کی سنگلاخ گھاٹی سامنے اور پائے ہمت شل ——— حوصلہ تو ساتھ چھوڑ ہی گیا تھا فقط خدا کے فضل و کرم نے دستگیری کی اور ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کی معارف پروری نے مجھے پناہ دی۔ اور میری مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا۔ حقًّا کہ اگر اس وقت امداد نہ ملتی تو آج یہ جلد تکمیل پذیر نہ ہو سکتی۔

ریاست حیدرآباد کے عالی ہمت اور گرامی مرتبت ارکینِ دولت نے جس طرح مجھے سہارا دیا وہ ایک افسانہ ہے جس کو کسی دوسری صورت میں لکھونگا۔ فی الحال آسمانِ آصفیہ کے اَن گنت ستاروں میں سے صرف ان کی طرف اشارہ کرتا ہوں جنہوں نے مجھے یاس کے اندھیرے سے نکال کر آفتابِ اُمید تک پہنچایا:۔

ہز ایکسیلنسی یمین السلطنت راجائے راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب بہادر بالقابہ

رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری المخاطب بہ نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدرِ اعظم بالقابہ

عالی جناب نواب عقیل جنگ بہادر بالقابہ

عالی جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر بالقابہ

عالی جناب نواب فخر یار جنگ بہادر بالقابہ

عالی جناب نواب کاظم یار جنگ بہادر بالقابہ

عالی جناب نواب مہدی نواز جنگ بہادر بالقابہ

عالی جناب سید ہوشن بلگرامی صاحب قبلہ

عالی جناب سید محمد حسین صاحب جعفری ناظم تعلیمات

عالی جناب خان فضل محمد خانصاحب سابق ناظم تعلیمات
عالی جناب مولوی سید ہاشم علی خاں صاحب جج ہائی کورٹ — اور
عالی جناب مولوی احمد حسین خاں صاحب صدر مہتمم تعلیمات کے اسمائے گرامی بصد شکریہ پیش کرکے شاہنامۂ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں سے متوقع ہوں کہ اگر آپ کو میری یہ کوشش پسند آئے اور اس کو ایک ناچیز خدمت خیال کیا جائے تو آپ کی دعاؤں میں مذکرہ بالا اسمائے گرامی یاد رہنے چاہئیں۔ اور سب سے زیادہ اس آفتابِ دولت و اقبال کا شکر واجب ہے۔ جو ان روشن ستاروں کی ضیاء کا باعث ہے ؎

الٰہی بخت تو بیدار بادا
ترا دولت ہمیشہ یار بادا

ایک اور بڑی دقت اس جلد کے دوران میں پیش آئی کہ جن کتب پر میرا مدار تھا۔ اُن میں اور تو سبھی کچھ موجود تھا فقط ترتیب میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیم ملّا خطرۂ ایمان کی پھبتی کا خوف جان کھائے جاتا تھا۔ کافی تگ و دو اور ٹھوکریں کھانے کے بعد ایک راستہ پر چل سکا۔ اب بھی اہل علم حضرات سے درگذر کا سائل ہوں حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بناتا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ میری نیّت گنہگار نہیں۔ خامیاں میری علمی تہی مائگی کے سبب سے رہ گئی ہونگی۔ لہذا غلطی نظر آئے تو مجھے مطلع فرمایئے۔ میں شکریہ کے ساتھ دوسری اشاعت میں اصلاح کی کوشش کرونگا۔

یہ تمام منزلیں اس رنگ سے طے ہوئی ہیں کہ سخت علیل رہا ہوں اختلاج قلب۔ کمزوریٔ اعصاب اور غشیان کا پرانا مریض ہوں اس مرتبہ تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کے پروں کی آواز بارہا سنی ہے۔ طباعت کے لئے جنگ کی وجہ سے کاغذ اور جملہ سامان انتہائی طور پر گراں قیمتوں پر خریدا گیا ہے کتابت میں نئے کاتب صاحب کی وجہ سے نئی نئی مشکلات پیدا ہوئیں۔ کاپیاں اور پروف دیکھنے کے لئے تسلّی بخش امداد نہ ملی۔ اغلاط کی طرف سے اطمینان نہیں۔ اپنی جانب سے پوری کوشش کتاب کو جاذبِ نظر بنانے کے لئے کی گئی ہے اب خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ وہی میرا پردہ پوش ہے۔

حفیظ
۳ر دسمبر ۱۹۳۹ء

دیباچہ

(از قلم شیخ سر عبدالقادر صاحب قبلہ سابق ممبر انڈیا آفس لندن)

ابوالاثر حفیظ کے زورِ کلام اور اُنکی اہم تصنیف شاہنامۂ اسلام کے متعلق جو کچھ میں جلد اول و دوم کے دیباچوں میں لکھ چکا ہوں اسکو دہرانے کی ضرورت نہیں آج صرف جلد سوم کا مختصر مقدمہ مقصود ہے اس جلد کی اشاعت کیلئے بہت سے شائقین کی نگاہیں دیر سے چشم براہ تھیں۔ تیسری جلد کے چھپنے میں غیر معمولی دیر ہوئی اسکی کئی وجوہ تھیں جو مصنف نے بیان کر دی ہیں جنمیں مصنف کی خرابیٔ صحت اور بعض مالی مشکلات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں لیکن جہاں ہمارا شاعر ستم ہائے روزگار کا گلہ کرتا ہے وہاں اپنے قدردانوں اور مربیوں کا دلی شکریہ بھی ادا کرتا ہے جنکی حوصلہ افزائی اور دستگیری مشکلات پر غالب آئی۔ اور تیسری جلد کی تکمیل اور آئندہ جلدوں کی تیاری کی امید کا باعث ہوئی۔ اُن سب مربیوں کا ذکر نام بنام مصنف نے کتاب کی تمہید میں درج کیا ہے شاعر کے اولیں قدرشناسوں میں ہز ہائی نس نواب صاحب بہاولپور کا اسم گرامی قابلِ ذکر ہے اور سب سے بڑی قدر افزائی جو انہیں نصیب ہوئی وہ حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی حکومتِ ابد دولت کی جانب سے وظیفہ کا تقرر ہے کچھ عرصہ ہوا یہ وظیفہ تین سال کیلئے عطا ہوا۔ لیکن ہز اگزالٹڈ ہائینس کی مشہور سخن شناسی اور اُنکے ارکانِ دولت کی توجہات سے امید ہے کہ جبتک اس کار آمد تصنیف کا سلسلہ جاری ہے یہ قدردانی جاری رہیگی۔

جو خصوصیتیں کتاب کی پہلی جلدوں میں تھیں وہ اسمیں بھی موجود ہیں۔ بلکہ زبان زیادہ سادہ اور با اثر ہے۔ رزم کے مناظر پُر زور الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور جہاں بزم کا رنگ درکار ہے وہاں کلام بھی اسی رنگ کا ہے۔

ابتدائے تصنیف میں جو مقصد مصنف نے پیشِ نظر رکھا تھا کہ پیغمبرؐ برحق اور بہادرانِ اسلام کے کارنامے سنا کر اس زمانے کے مسلمانوں کے دلوں کو گرمائے اور اُنکے ایمان کو زندہ کرے وہ مقصد اس جلد میں بھی مدِ نظر ہے مستند روایات کو نظم کرنے کا التزام بھی مثلِ سابق موجود ہے مگر اسمیں یہ اضافہ ہو گیا ہے کہ "فٹ نوٹ" یعنی حواشی زیر ورق پہلے سے بہت زیادہ ہیں اور اکثر روایات کیساتھ ان کے حوالے درج ہیں جن سے وہ روایتیں لی گئی ہیں اس اہتمام کی وجہ شاید حیدرآباد کے تعلیمی محکمے کیجانب سے یہ خواہش ہے کہ شاہنامۂ اسلام اچھے اشعار کا مجموعہ ہونے کے علاوہ علمی کتاب کی حیثیت سے بھی ممتاز ہو اس لئے مصنف نے جا بجا کتابوں کے حوالے دئیے ہیں اور بہت تلاش سے روایات جمع کی ہیں اِن کتابوں کے پڑھنے میں جو وقت صرف ہوا ہوگا اُس سے ظاہر ہے مصنف نے فقط شاعری نہیں کی بلکہ علمی تحقیقات کی بھی قابلیت دکھائی ہے ممکن ہے کہ وہ لوگ جو محض ذوقِ سخن کی خاطر اس

نظم کو پڑھینگے۔ وہ علمی تحقیقات والے حصّوں کو قدرے خشک پائیں۔ مگر جناب حفیظ نے ان کی دلچسپی کیلئے بھی کافی سامان مہیّا کر دیا ہے

اس جلد کی تصنیف کے دوران میں جناب حفیظ نے علاوہ کثرتِ مطالعہ کے ایک اور ذریعہ سے اپنی معلومات کو بڑھایا ہے یعنی سیاحتِ یورپ۔ وہ ۱۹۳۸ء کی ابتداء میں سفرِ یورپ کیلئے گئے اور چھ مہینے وہاں رہے۔ انہوں نے زیادہ وقت لندن میں صرف کیا اور کوئی دو مہینے انگلستان کے ساحل بحر پر رہے۔ کچھ دن پیرس اور فرانس کے جنوب میں۔ اس زمانے میں انہوں نے چند نئی نظمیں بھی لکھیں۔ جو وہاں رہے بغیر اور وہاں کے حالات دیکھے بغیر نہ لکھی جاسکتیں۔ ایک نظم "افرنگ کی دنیا" کے عنوان سے لکھی گئی۔ جو نہایت دلچسپ مشاہدات سے پُر ہے اور بہت مقبول ہوئی ہے اور دوسری کا عنوان ہے

"اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے"

یہ بھی بہت پسند کی گئی ہے۔ یہ نظمیں ایک طرح کا حاصلِ سفر ہیں۔ مگر اس سے زیادہ ماحصل وہ علمی تحقیقات کا ذوق ہے جو شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ذوق وہاں کے ذی علم لوگوں کے طریقِ کار کو دیکھکر پیدا ہوا ہے۔

یورپ کے سفر کا ارادہ حفیظ صاحب نے صحت کی بہتری کی اُمید سے کیا تھا اور ایک حد تک اُن کی صحت کو فائدہ بھی ہوا مگر سب سے بڑا کام جو اس شش ماہی میں ہوا جو انہوں نے یورپ میں بسر کی۔ وہ یہ تھا کہ جلد سوم کا پہلا نصف اُن دنوں میں تیار ہو گیا۔ اسمیں ایک مضمون ایسا ادق تھا کہ اس کیلئے انکی طبیعت غیر معمولی یکسوئی چاہتی تھی۔ اور وطن میں جو اُن کے مشاغل تھے اُن کے ساتھ ساتھ وہ یکسوئی میسر نہ تھی۔ انگلستان میں جب وہ ایک خاموش حصّۂ ساحل پر جا رہے تو وہ تنہائی اور خاموشی نصیب ہوئی جس سے اُن کے قلم کو جنگِ اُحد کا حال لکھنے کے لئے گویائی ملی۔

اُنہوں نے مجھے بتلایا جو مشکل اُنھیں درپیش تھی اور جس نے بارہا اُن کے قلم کو روانی سے روکا یہ تھی کہ جنگِ اُحد کے حالات جنگِ بدر سے بالکل برعکس تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح اور اُحد میں افسوسناک شکست ہوئی تھی۔ اس کی وجہ اسلامی فوج کے بعض حصّوں کی کمزوری اور بعض کی جانب سے صریح ہدایات کی عدمِ پیروی تھی۔ مصنف کی بہ خواہش تھی کہ شکست کے جو اسباب تھے۔ وہ بھی بیان ہو جائیں۔ مگر اُن لوگوں کا پاسِ ادب بھی ملحوظ رہے۔ جو اُس وقت حکم عدولی کے مرتکب ہوئے۔ کیونکہ بعد کو رسولِ خدا نے اُن کو معاف کر دیا۔ یا اُن میں بعض نے دوسرے مواقع پر بہتر عمل سے اپنی کوتاہی کی تلافی کر دی۔ اس مضمون کو اس احتیاط کے ساتھ بیان کرنا "کج دار و مریز" کا مصداق ہے اور میں جناب حفیظ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہوں۔ کہ انہوں نے اس دشوار منزل کو اس جلد میں ایسی اچھی طرح طے کیا۔

جنگِ اُحد میں دو کمزوریاں لشکرِ اسلام میں رُونما ہوئیں اوّل تو یہ کہ اُس فوج میں سے جس کی تعداد صرف ایک ہزار تھی تین سو آدمی تو شروع ہی میں نکل گئے کیونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے۔ اور اُن کا سردار یہ بہانہ کر کے کہ آنحضرتؐ

نے اُسکے مشورہ کو نہیں مانا۔ فوجِ اسلام کا ساتھ چھوڑ گیا۔ مگر آنحضرتؐ اُسکی بیوفائی سے چنداں متاثر نہ ہوئے اور انہوں نے باقیماندہ فوج کو میدانِ جنگ میں اپنی اپنی معینہ جگہ پر جمے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک گروہ پچاس تیراندازوں کا ایک ٹیلہ پر تعینات کیا گیا۔ جس کا یہ فرض تھا کہ وہ مخالفین پر تیر برسا کر اُنہیں ہٹائیں۔ اور کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلیں۔ دوسروں کو یہ ہدایت تھی کہ لوٹ مار کی طمع کرکے اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں لیکن آخر میں نہایت سخت لڑائی کے بعد جسمیں اکثر فدایانِ رسولؐ نے شجاعت کی پوری داد دی۔ اسلامیوں کی فتح ہونیکو تھی جب بُت پرست قریشیوں کی فوج کو بھاگتا دیکھکر مسلمان یہ سمجھے کہ غنیم اب بالکل ہار گیا ہے اور مخالفین کے خیموں کو لوٹنے اور اُن کا مال سمیٹنے میں مصروف ہوگئے۔ انھیں لوٹتا دیکھکر تیراندازوں میں سے اکثر نے جنھیں ٹیلہ سے کسی طرح نہ ہٹنے کی تاکید تھی لوٹ میں شمولیت شروع کردی۔ اُسوقت خالدؓ ابن ولید نے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور دوسری طرف کے ایک بڑے جنگی افسر تھے اسطرف سے فوجِ اسلام پر حملہ کردیا جس سے بچنے کیلئے تیراندازوں کو ٹیلہ پر متعین کیا گیا تھا۔ اسکے بعد اُن کی رہی سہی ہمت جاتی رہی جب انھوں نے یہ غلط خبر سُنی کہ آنحضرت صلعم اس جنگ میں شہید ہوگئے حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ زندہ وسلامت تھے حضورؐ نے جو عزم واستقلال اس جنگ میں دکھایا اسکی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ کیونکہ باوجود مجروح ہونے کے آپؐ آخر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور اُن کے بڑے بڑے جری سالاروں کو تہہ تیغ کیا۔ یہ سب حالات اور جو سبق ان سے حاصل ہوتے ہیں سلیس اردو اور پُراثر شعروں میں جس خوبی سے نظم ہوئے ہیں داد کے قابل ہے۔ کتاب کی ٹھوس خوبیوں کیساتھ حفیظ کی طبع رسا نے جا بجا رنگینیٔ کلام کے بھی جوہر دکھائے ہیں عربی کے اُس مشہور گیت کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابلِ تحسین ہے جو اُن عرب عورتوں نے جنگِ اُحد کے موقع پر گایا تھا جو مخالفِ اسلام قریشیوں کو حوصلہ دلانے اور جنگ پر اُبھارنے آئی تھیں۔ اس گیت کے عربی جاننے والے ترجمہ کی خوبی کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ عربی کے گیت کی روح اردو الفاظ میں کس عمدگی سے آئی ہے اس گیت کے چند شعر ملاحظہ ہوں:۔

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی — ہم مشعلیں ہیں طور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم — جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم — با صد ادائے دلبری
ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک بو
شُعلے ہیں یا زیبِ گلو — لڑیاں دُرِ شاہوار کی

لطف یہ ہے کہ اس گیت کی لے بھی عربی گیت سے مشابہ ہے ایک دوسرے گیت میں جنگی جذبات عورتوں کی زبان سے یوں ادا ہوتے ہیں۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں

دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے انسانوں کے سر

دینگی مبارکبادیاں

افلاک کی شہزادیاں

چھوٹی بحروں میں اور سادہ لفظوں میں گانے کے قابل نظم لکھنا حفیظ کے فن کا ایک شیوۂ خاص ہے ایک اور موقع پر ایک گیت علمِ نبوی ؐ کی شان میں لکھا گیا ہے ممکن ہے کہ یہ گیت مسلمانوں میں اس قدر مقبول ہو کہ جب وہ اپنے سیاسی جلسوں میں پرچم اسلامی لہرائیں تو یہی ترانہ زبان پر لائیں۔ اُس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو :-

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا قرآنی فرمان کا جھنڈا

سب سے اونچی شان کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

ماں سے پیارا۔ جان سے پیارا دل کا نور آنکھوں کا تارا

دو جگ میں عزت کا سہارا

نامِ خدا کا جھنڈا

دین کا اور دُنیا کا اُجالا حُرمت والا۔ عزت والا

سب سے اونچا سب سے بالا

نامِ خدا کا جھنڈا

میں مزید اقتباسات سے دیباچہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ مگر دو ایک ٹکڑے اور اُن کے متعلق واقعات ایسے دلآویز ہیں کہ انھیں چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ایک واقعہ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے متعلق ہے۔ جو ایک نہایت نیک اور باہمت بی بی تھی۔ جو زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھی۔ اُسی کا شوہر اور فرزند بھی شریکِ جنگ تھے۔ جب اُس نے دیکھا کہ رسولؐ کی ذاتِ پاک پر حملہ ہو رہا ہے تو مشک ہاتھ سے رکھ کر جنگ کیلئے کمربستہ ہوگئی۔ اُس کا حال شاہنامۂ اسلام میں یُوں بیان ہُوا ہے :-

یہ اپنی جان پر ہر زخم دامنگیر لیتی تھی کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی

نظر آئی نئی صورت جو حیرِ جانِ پیغمبر کیا یک لخت بڑھکر حملہ اک بدکیش نے اُس پر

نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے مروڑا اُس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے

اُسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا ہُوا اُس شمشیر زن کے خون سے اعدا میں سناٹا

جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باری کو پہنچتی تھی وہیں اُمِّ عمارہ جاں نثاری کو

سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے مگر میدان سے اُسکے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر وہ قوم جس میں ایسی بیبیاں پیدا ہوئی ہوں جسقدر فخر کرے کم ہے اور اس

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ رسالت میں عورتیں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی امداد کرتی تھیں۔ اور بوقتِ ضرورت حرب میں بھی شریک ہو جاتی تھیں۔ اس لئے بی بی کی تعریف جناب حفیظ نے اِن درد اثر بھرے مصرعوں میں کی ہے ع

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ایک اور ٹکڑا جو پیش کرنے کے قابل ہے اُس کا عنوان ہے "خالد کی حیرت"۔ اس میں شاعر نے دکھایا ہے کہ خالدؓ گو اسوقت کفر کا حامی اور اسلام کا مخالف تھا۔ مگر اُسکے دل میں آنحضرتؐ کے اعلیٰ خصائل کا اثر اس میدانِ جنگ میں بیٹھا۔ گو وہ فوراً مشرف بہ اسلام نہ ہوا۔ لیکن اُس کے جوشِ اسلام اور خدمتِ دین کی بنیاد یہیں پڑی۔ یہانتک کہ وہ اسلامی فوجوں کا ایک زندہ جاوید اور بلند نام سردار بن گیا۔ اُس کے دل کے تاثرات کا نقشہ ہمارے شاعر نے یوں کھینچا ہے :-

ادھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
اِدھر رُتّے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا

تیمم خاک سے کر کے۔ لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر

مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتحمندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے

جہاں کھینچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سر اس جہاں میں پُرسکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا

جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں

نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
دلِ خالد پکارا اُس سے ہو تم معرکہ آرا

یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا
کسی دنیا طلب میں ہو یہ طاقت ہو نہیں سکتا

خداداں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا
گسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے پیوستہ تھا

فرشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دَور باقی تھا
پئے اظہارِ ایماں عذر کرنا اور باقی تھا

شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کی خوبیٔ کلام کے نمونے کے طور پر یہ مختصر اقتباس کافی ہیں۔ باقی دو ہزار سے اوپر اشعار اور اُنکے چیدہ چیدہ حصّے اصل کتاب میں دیکھیں اور اُس خادمِ اسلام کے حق میں دعا کریں جس نے اپنی زندگی تواریخ اسلام کو لباسِ نظم سے آراستہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہے۔

عبدالقادر
لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۳۹ء

بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اور کوئی راہ اے ساقی
اگر جامِ شہادت ہے۔ تو بسم اللہ اے ساقی

رہیگی خیر اس دنیا میں یوں مغلوبِ شر کبتک
یہ مانا صبر لازم ہے بہت اچھا۔ مگر کبتک

یہ معصوموں کے آنسو خاک میں کبتک سمائینگے
کبھی تو رنگ لائینگے۔ کبھی تو گل کھلائینگے

یہ مظلوموں کی آہیں کیا یونہی بیکار جائیں گی
یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی

یہاں مٹی کا ہر پتلا عدوئے حق پرستی ہے
یہ انسانوں کی دُنیا ہے۔ کہ شیطانوں کی بستی ہے

یہ کس کم ظرف نے تقسیمِ نو کی طرح ڈالی ہے
کہ ہمت جس کی عالی ہے اُسی کا جام خالی ہے

جنہیں قدرت نے بخشا ہی نہیں اندازِ رندانہ
اُنہی کے سامنے شیشہ۔ اُنہی کے ہاتھ پیمانہ

یہ کیسا دین ہے ساقی یہ کیا آئین ہے ساقی
یہ کس کے دین و ایماں کی یہاں توہین ہے ساقی

یہ میخانہ جہاں جینا لہو کے گھونٹ پینا ہے
تو ہی انصاف کر ساقی یہ مرنا ہے کہ جینا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

جنگِ اُحد

باب اوّل

گذارشِ سر نگارش

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشمِ مسلماں سے — اُحد کی داستاں رنگین ہے خونِ شہیداں سے

اُحد کے تذکرے میں حُسن بھی ہے اور قباحت[1] بھی — مجھے اس باب میں کرنی پڑیگی کچھ وضاحت بھی

---

[1] غزوۂ اُحد کا بیان اس قدر دردناک ہے کہ مقتدر اربابِ سِیر نے بھی محض اشارات ہی پر اکتفا کی ہے۔ (مصنف)

ادق مضموں ہے گاوش پئے تسہیل لازم ہے
نتائج کے لئے اجمال کی تفصیل لازم ہے

مسائل میں اُلجھنا واقعی منصب نہیں میرا
مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا

اُحد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئینگے
جہاں رہرو نشانِ منزلِ مقصد نہ پائینگے

اُنھیں آئیگا غصہ اہلِ ایماں کی ہزیمت پر
وہ پوچھینگے صحابہؓ کیوں جھکے مالِ غنیمت پر

فقط گنتی کے چند افرادِ سرافراز دیکھیں گے
جنھیں اللہ کے محبوب کا جانباز دیکھیں گے

حواس و ہوش کھونا جنگ میں بعض اہلِ ایماں کا
ادھر مضروب ہونا چہرۂ محبوبِ یزداں کا

اگر ہوگا نہ فہمِ امتیازِ زشت و خوب اُن میں
رہین بے دلی ہو جائینگے اکثر قلوب اُن میں

اگر اس راہ پر لائے اُنھیں طرزِ بیاں میری
تو کیا فتنے کا باعث بن نہ جائیگی زباں میری

مجھے احساس ہے۔ لے دوست اپنی ذمہ داری کا
یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحت نگاری کا

طلاقت سے اگر معذور ہوں معذور رہنے دے
مجھے ناں خیالی شاعری سے دور رہنے دے

زبانِ حال سے اشکال کی تشریح کرنے دے
عوام الناس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دے

مرے ہمراہ اک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاعِ کفر و ایماں کے نتائج کا نظارہ کر

بیاباں کی بھی سختی دیکھ دورانِ سیاحت میں — میں لے آؤنگا واپس تجھ کو تیرے باغِ راحت میں
میں تیری ہمرکابی تا بہ منزل جاکے چھوڑونگا — خدا کے فضل سے یہ گتھیاں سلجھا کے چھوڑونگا

غزوۂ بدر کی فضیلت

جہادِ بدر کی تاریخ کو دُہرا رہا ہوں میں[1] — گذشتہ سال کا زرّیں ورق اُلٹا رہا ہوں میں
جہادِ بدر[2] کا دِن عزّت و اکرام کا دن تھا — اطاعت کا ثمر تھا ضبط کے انعام کا دن[3] تھا
شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشاداتِ قرآنی — کہ فتحِ بدر اک آیت تھی من آیاتِ ربانی[4]

---

[1] غزوۂ بدر تمام غزوات کی اصلی بنیاد ہے (سیرت النبی علامہ شبلی)

بدر کے معرکے نے مذہبی اور ملکی حالت پر گوناگوں اثرات پیدا کئے۔ اور حقیقت میں یہ اسلام کی ترقی کا اوّلیں دن تھا (سیرت النبی)

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ط (انفال)
(ترجمہ) تاکہ اپنی طرف سے مومنوں کو اچھا انعام دے اور خدا دانا و بینا ہے۔

[5] وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ط
(ترجمہ) یقیناً بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو اب اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

بنا ہے سورۂ انفال میری اس گزارش کی
فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی[1]

بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پژوہوں کی
مگر کایا پلٹ دی اس نے باطل کے گروہوں کی

نہتے تین سو تیرہ بشر ذوقِ شہادت میں
خدا کے نام پر نکلے محمدؐ کی قیادت میں

نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے
فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایمان رکھتے تھے

نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
کہ یہ بندے تھے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے قائل[2]

پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اصول ان کو
بہم باندھے ہوئے تھا رشتۂ حبِ رسولؐ ان کو

یہ ہادیؐ کی ہدایت پر چلے میدان میں آئے
یہ گردابِ ہلاکت میں گھرے طوفان میں آئے[3]

۱؎ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ — یاد کر جب تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے اونگھ تم پر طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے۔ اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ یاد کر جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنا

اس غزوے کو دوسرے غزوات پر جو امتیازات حاصل ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ خداوند کریم نے قرآن حکیم میں بدر کے احسانات و نعم کی تفصیل سے اپنے نبی کریمؐ کو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اطلاع دی سورۂ انفال اکثر و بیشتر اسی غزوہ کے بیان پر مشتمل ہے

۲؎ (ترجمہ) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳؎ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ط (انفال) — (ترجمہ) جیسے وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے تھے۔ اور موت کو دیکھ رہے ہیں۔

لیا راہِ وفا میں عشق نے جب امتحاں ان کا
تو استقلال پایا صورتِ کوہِ گراں ان کا

اقلیت رہی قائم صراطِ حسنِ نیت پر
تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت پر[1]

بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملت کو
خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت کو[2]

غرور و ناز مٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال والوں کا

مشاہدۂ بدر

بروزِ بدر دیکھی غازیانِ دیں کی جیبداری
ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی روح پر طاری

بروزِ بدر دیکھی صبر و استقلال کی صورت
بغلگیری قضا سے اور استقبال کی صورت

بروزِ بدر جب تعداد بھی سامان بھی کم تھا
مگر ہم نے یہ دیکھا لشکرِ اسلام بے غم تھا

بروزِ بدر دیکھا نصرتِ حق کا نظارہ بھی
خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی

---

[1] اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ (ترجمہ) اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

[2] کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰہِ (البقر) (ترجمہ) بسا اوقات قلیل جماعت اللہ کی مرضی سے کثیر جماعت پر غالب آ جا[تی ہے]

[3] اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ (انفال) (ترجمہ) یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سنی اور تمہاری مدد کی۔

بروزِ بدر اس ایمان کا انعام بھی دیکھا — قریشی لشکرِ جرار کا انجام بھی دیکھا[1]

بروزِ بدر دیکھا معجزہ شانِ صداقت کا — کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت کا[2]

بروزِ بدر دیکھی سربلندی خاکساروں کی — نچھاور جن کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی

ملا زندوں کو یہ انعام بعدِ فتح فیروزی — کہ جنت کی بشارت سے ہوئی تھی بہرہ اندوزی[3]

یہ کیا تھا اک نتیجہ تھا پیمبرؐ کی اطاعت کا — تحمل کی بلندی کا توکل پر قناعت کا

---

[1] مسلمان کل تین سو تیرہ افراد تھے جن کے پاس لڑنے کا سامان اور ہتھیار بھی نہ تھے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اس لشکر کے پاس صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں اور دو گھوڑے تھے، لشکرِ قریش میں ایک ہزار سے زیادہ فوج، پورے سامانوں اور ہتھیاروں سے مسلح، ہر سپاہی لوہے میں غرق تھا۔ مگر کفار کو شکست ہوئی۔ اور ان کے ستر بہترین آدمی مارے گئے اور ۷۰ اسیر ہوئے اور قریش کی طاقت ٹوٹ گئی۔

(سیرت النبی و ابن ہشام)

[2] جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ ترجمہ: حق غالب آیا اور باطل شکست کھا گیا اور باطل اسی قابل ہے۔

[3] خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ بدری صحابہ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔

(سیرت النبی)

غزواتِ بدر و اُحُد کا نکتۂ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خدا نے دید کا یارا
کریں جنگِ اُحُد کا بھی یہ ہی آنکھوں سے نظّارا

اگر چشمِ بصیرت سے اُحُد کی جنگ دیکھو گے
تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے

گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادیؐ سے
اُحُد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوشِ ارادی سے[1]

نہ سمجھے تھے مسلماں جوش میں منشائے پیغمبرؐ
ہوئی تھی کثرتِ آراء[2] مدینے سے نکلنے پر

کیا تھا احترام اجماعِ امت کا پیمبرؐ نے
سلاحِ جنگ پہنے تھے یہاں محبوبِ داورؐ نے

---

[1] اُحد کی جنگ میدان میں نکل کر لڑنے پر ان نوجوانوں نے زور دیا تھا جو بزمِ شوریٰ میں کثرتِ رائے رکھتے تھے آنحضرتؐ کی رائے شہر میں رہ کر مدافعت کرنے کی تھی مگر آپؐ نے بزمِ شوریٰ کی کثرتِ رائے کو مقدم گردانا۔ (طبری)

[2] یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر بحث کرنا میرا منصب نہیں کہ اسلام میں آمریّت کے معنی جمہوریّت ہیں یا شخصی حکومت، آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جہاں وحی نہ آئے ہمیشہ آپ کثرتِ رائے پر عمل فرماتے تھے۔ لہٰذا آپؐ کے واصل بحق ہونے کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ لہٰذا کونسی راہِ عمل باقی رہ گئی یہ ہر صاحبِ نظر آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔

اُحد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر
بشر کی رفعت و اُفتاد کا عبرت نما منظر

بروزِ بدر اُمت کو ہلاکت[1] سے بچانا تھا
اُحد میں دعویٔ عشق و وفا کو آزمانا تھا

سکھانا تھا کہ مومن وقتِ سختی صبر کرتے ہیں
نہیں کھاتے فریبِ نفس دل پر جبر کرتے ہیں

فسادِ حُبِّ مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا
انہیں وقفِ جہادِ فی سبیل اللہ کرنا تھا

ضرورت پڑ گئی تھی اک نمونہ پیش کرنے کی
ثباتِ عبدہٗ[2] ہفتاد گو نہ پیش کرنے کی

جمانا تھا دلوں پر سکّہ ختم المرسلین کا
بہا دینا تھا دریا رحمۃ للعالمین کا

---

[1] بروزِ بدر آپ نے جو دعا مانگی اس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ لے خدا ان چند نفوس کو جن کے زندہ رہنے پر کلمۂ توحید کا مدار ہے محفوظ رکھ، کیونکہ اگر مشرکین نے ان کو مٹا دیا۔ تو تو کبھی پوجا نہیں جائے گا۔ ان الفاظ سے ثابت ہے کہ پیغمبرؐ کا مقصود اس جماعت کی حفاظت تھی نیز قرآنِ حکیم میں امدادِ فرشتگان بھی ثابت ہے جس کی ضرورت یہی ہو سکتی ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کو بچانا مقصود تھا، مگر احد میں لوگوں کو قدرے نازش تھی اور وہ اپنی قوت اور جہاد کے اصلی مقصد کا غلط اندازہ کر رہے تھے۔

(مصنّف)

[2] عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر (علامہ اقبال رح)

بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوشِ انتقام

قریشی قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے
مہیّا ہو رہے تھے پھر نئے سامان شامت[1] کے

مسلمانوں کا قتلِ عام تھا ان کے ارادوں میں
یہ اک پختہ خیالِ خام تھا ان کے ارادوں میں

وہ سب جن[2] کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے
وہ ذاتی انتقام اب مقصدِ قومی بنائے تھے

اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطا جن کو
کیا تھا فدیہ لیکر بزمِ شوریٰ نے رہا جن کو

وہ سب قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے
وہ اب حسنِ سلوکِ رحمتِ عالم[3] کو بھولے تھے

---

[1] بدر کی شکست سے مکہ میں گھر گھر ماتم تھا۔ لیکن ابوسفیان اور دوسرے قریش نے منادی کرادی تھی۔ تاکہ انتقام کا جوش ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ (دیکھو سیرت النبی)

[2] اسود بن عبدالمطلب بن اسد جبیر بن مطعم، صفوان بن امیّہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام و ابوسفیان وغیرہ افرادِ قریش اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

[3] جو سلوک رسول اللہ کے حکم سے مسلمانوں نے اسیران بدر سے کیا، تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں

(دیکھو سیرت ابن ہشام و طبری)

ہوئے تھے بدر میں مقتول سرتاجداران کے ۔۔۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے باوقاران کے[۱]

اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصب کی حماقت کا ۔۔۔ مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا[۲]

غم و غصہ کا دوزخ شعلہ زن تھا انکے سینوں میں ۔۔۔ لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آبگینوں میں

مصاف زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی ۔۔۔ بہت حیراں تھی اس چرکے سے انکی خوئے جلادی[۳]

قریش کا غرور اور دعوئ باطل

انہیں یہ زعم تھا ہم عام انسانوں سے بالا ہیں ۔۔۔ ہمارے زیر فرماں بندگان حق تعالےٰ ہیں[۴]

۱؎ قریش کی اصلی طاقت بدر میں ٹوٹ گئی تھی، رؤسائے قریش جو شجاعت، امارت اور ناموری میں قبائل کے سپہ سالار تھے سب مارے گئے تھے، عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوبختری، زمعہ بن اسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج۔ یہ سب قریش کے سرتاج تھے،

(سیرت النبیؐ)

۲؎ قریش عرب بھر میں شجاع اور افضل العرب مانے جاتے تھے، قبائل کی باہمی جنگوں میں ان کی پیٹھ کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی، معرکۂ بدر میں ان کی ہزیمت بالکل نئی بات تھی۔

(دیکھو طبری وابن ہشام)

۳؎ قریش بہت مغرور تھے، عرب میں اپنے کو سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ جیسے سمندر میں ویل مچھلی۔

(رحمۃ للعالمین)

ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور میری کا ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا اسیری کا
جسے چاہیں پکڑ لیں، قید کر لیں، قتل فرمائیں جہاں چاہیں کریں حملہ، ستم توڑیں غضب ڈھائیں
کسی کو ہو یہ کیوں جرأت ہمارے وار کو روکے فقط گردن پہ رکھے جو بھی اس تلوار کو روکے
فسادِ مستقل تھا اک زمانہ سے فتور ان کا فقط اک بدر کے میدان میں ٹوٹا تھا غرور ان کا[1]
یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام ان پہ مسلط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پہ

قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اس زمانے میں مدد لیتے تھے اس سے ہر نیا فتنہ اٹھانے میں

---

[1] بدر کے میدان میں ان کی شکست اس طرح تھی۔ جیسے کوئی پہلوان جو مدتنا العمر دوسرے پہلوانوں کو گراتا رہا ہو اور خود کبھی اس کی پیٹھ زمین سے نہ لگی ہو۔ اچانک اپنے زور میں آپ گر پڑے اور شکست کھا جائے یہی احساس ان کا تھا۔ کہ ہم ہیں تو واقعی سب پر غالب ہیں۔ ذرا اپنے زور میں گر پڑے اور پچھڑ گئے ہیں۔

(زتاریخ العمران)

قریشی شاعروں نے ملک بھر میں شعلے بھڑکائے
قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت[1] سے بھڑکائے

سخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے
نکالے شعلہ خو افراد چُن کر ہر قبیلے سے

ہوا اجماع باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر
کہ مکّے کے طوفاں اُٹھنے والا تھا مدینے پر

مکہ میں جوش و خروش

بہر سُو شہر مکہ میں کچھ ایسا جوش سا پھیلا
کہ سب مجنوں تھے گویا اور فکرِ جنگ تھی لیلے

قریشی عورتیں نکلیں گھروں کے چھوڑ کر دھندے
کھلی فہرست گھر گھر سے لیے جانے لگے چندے

جو مال و زر سے بہرہ ور تھے مال و زر اُٹھا لائے
رسد کر لی مہیا جنگ کے ہتھیار بنوائے

---

[1] عرب میں جوش پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں ان دنوں دو شاعر بہت نامی تھے عمرو جمحی، اور مسافع، عمرو جمحی بدر میں اسیر ہو گیا تھا۔ مگر آنحضرت صلعم نے بہ اقتضائے رحم و شفقت اس کو رہا کر دیا تھا۔ بغیر کسی فدیہ کے (بلکہ اور بھی احسان فرمائے تھے) قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکہ سے نکلے اور تہامہ اور قبائل عرب میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے۔

(سیرت النبی)

کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے
لہو سے تاکہ قومی آبرو پھر ہاتھ منہ دھولے

کسی نے اونٹ گھوڑے اور کسی نے لادیا چارا
تھا جس کے پاس غلہ اُس نے غلہ دے دیا سارا

تجارت[1] کا منافع جمع تھا وہ آج کام آیا
بچھا دام حماقت مرغ زرّیں زیرِ دام آیا

بنو ہاشم سے رشک و رقابت

رسول اللہ کے دشمن، مخالف آلِ ہاشم کے
کہ حاسد تھے قدیمی عزّت و اقبالِ ہاشم[3] کے

دِلوں میں جن کے تھیں چنگاریاں رشک و رقابت کی
حسد کے دردتھے بیماریاں رشک و رقابت[4] کی

---

[1] قرآن کریم مشرکین وکفار کے صرف مال کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔
اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ۔ (ترجمہ) کفار اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں۔

[2] تجارت کا منافع پچاس ہزار مثقال سونا، ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے چندے میں شامل کیئے گئے۔ (رحمۃٌ للعالمین)

[3] ان میں سے اکثر قبیلے بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور دشمن قبیلے کے ایک فرد کی تلقین پر چلنا ان کو عار معلوم ہوتا تھا۔ (رحمۃٌ للعالمین)

[4] یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے۔ اور دونوں میں [illegible] سے رشک و رقابت چلی آتی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

وہ سب تھے پیش پیش اس آگ کے بھڑکانے والوں میں
برائے جنگ ساماں جمع کر کے لانے والوں میں

ابوسفیان بن حرب بن امیہ

ابوسفیان کی ہر چار سو ریشہ دوانی تھی
کہ اس کی آلِ ہاشم سے رقابت خاندانی تھی

۱؎ ابوسفیان بن حرب بن امیہ سات سال تک برابر آنحضرتؐ کے مقابلہ میں فوجیں جمع کر کے لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتشِ فساد بھڑکاتا رہا۔ (رحمۃ للعالمین)

۲؎ بنو ہاشم اور بنو امیہ قریش میں دو ممتاز قبیلے تھے۔ بنو ہاشم کا جلال عبدالمطلب بن ہاشم نے اور بھی بڑھا دیا لیکن ان کے بعد دنیاوی طور پر کوئی صاحبِ اثر نہ رہا اور ابوسفیان کا باپ حرب بن امیہ سربرآوردہ ہو گیا اور بنو امیہ کا اقتدار بڑھنے لگا، ان ہی دنوں آنحضرتؐ نے دعوائے نبوت کیا، آنحضرتؐ کی نبوت کو بنو امیہ کا خاندان اپنے رقیب قبیلہ کی فتح خیال کرتا تھا۔ لہٰذا آخر تک اس قبیلے نے آنحضرتؐ کی مخالفت کی بنو امیہ کے علاوہ بنی مخزوم کو بھی بنی ہاشم سے رقابت تھی، ولید بن مغیرہ یعنی حضرت خالدؓ کا باپ حرب کی وفات کے بعد مکہ میں ریاستِ عامہ پر فائز ہوا اس لئے اس قبیلہ نے بھی آنحضرتؐ کی سخت مخالفت کی یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرتؐ کی کامیابی بنی ہاشم کی کامیابی ہے۔ اور وہ بنو ہاشم کو کسی رنگ میں بھی بڑھنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ اور رسول اللہ کی تبلیغ اگرچہ خاندان کے امتیاز کی مخالفت تھی۔ مگر ان کے قلوب بنو ہاشم کے عروج سے خائف تھے۔ (سیرت النبیؐ)

ابوجہل اسی مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ ابوجہل کا یہ قول جو مولانا شبلی رح نے اس بحث کے دوران میں نقل کیا ہے۔ انکے قلوب کا شاہد ہے۔ ابوجہل نے اخنس بن شریق کو جواب دیا۔ ہم اور بنو عبد مناف (آلِ ہاشم) ہمیشہ کے حریف ہیں۔ انہوں نے مہمان داریاں کیں، تو ہم نے بھی کیں، انہوں نے خوں بہا دیئے تو ہم نے بھی دیئے، انہوں نے فیاضیاں دکھائیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر دکھائیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھوں سے کاندھے ملا دیئے۔ تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہ لائیں گے"

(دیکھو سیرت النبیؐ)

پسر تھا حرب کا یعنی اُمیہ کا نبیرہ تھا ۔۔۔ حسد کے جوش میں انوارِ ایمانی سے خیرہ تھا

کھٹکتی تھی جگر میں دل نوازی آلِ ہاشم کی ۔۔۔ نہ تھی دل کو گوارا سرفرازی آلِ ہاشم کی

خدا کے دین میں اسکے لئے بس یہ خرابی تھی ۔۔۔ کہ اس میں آلِ ہاشم کی بظاہر کامیابی تھی

خدا تھا اس "خطا" پر ناپسند و ناقبول اس کو ۔۔۔ محمدؐ ہاشمی ہے کیوں چُنا اپنا رسول اس کو

اگر اولادِ ہاشم کے سوا کوئی نبیؐ ہوتا ۔۔۔ ابوسفیان نہ شاید معترض اس پر کبھی ہوتا

ہمیشہ اس کے سینے میں حسد کی آگ جلتی تھی ۔۔۔ صدائے جنگ اس کے ہر بُنِ مُو سے نکلتی تھی

ابوجہل اور عتبہ کا سرِ خود سر اُترنے پر ۔۔۔ ابولہب شقاوت پیشہ کے بے موت مرنے پر[1]

ابوسفیان بنا تھا سر غنہ قومی امارت کا ۔۔۔ یہ فتنہ جاگ اُٹھا تھا دائمی قتل اور غارت کا[2]

---

[1] بدر میں ابوجہل اور عتبہ اور بنو ہاشم میں ابولہب کے مرجانے سے قریش کی ریاستِ عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا گیا (سیرۃ النبیؐ)

[2] ابوسفیان سات برس تک مسلمانوں سے لڑتا رہا پھر فتح مکہ پر اس کو مسلمان ہونا پڑا۔ لیکن اس کی اولاد (اگرچہ مسلمان تھی) کے دل سے بنو ہاشم کی عداوت کبھی نہیں گئی، امیر معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید نے جس طرح حضرت حسینؑ اہلِ بیت اور عترتِ پیغمبرؐ کو ستایا۔ اور اسلام کی جمہوریت کو جس طرح فنا کیا۔ اس کا حال انشاء اللہ اپنے وقت پر آئیگا۔ (مصنف)

اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی — قسم کھائی تھی اسکے قتل پہ غسل جنابت کی[۱]
یہی تھا بدر کے دن قوم کی اُفتاد کا باعث — اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد[۲] کا باعث

---

۱ ابوسفیان نے بدر کی ہزیمت کے بعد قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں گا غسل جنابت یعنی مقاربت زناں نہ کروں گا اور نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔ (سیرت النبیؐ)

۲ جنگِ بدر کا سبب کیا تھا۔ ابوسفیان کی سرداری میں ایک قافلہ بغرض تجارت شام کو بھیجا گیا۔ اس تجارت کا مقصد بھی بقول علمائے سیرت اسلام کے استیصال کے لئے سرمایہ کی فراہمی تھی۔ چنانچہ مولانا شبلی مرحوم نے سیرت النبیؐ میں اس کی تصریح بھی فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قریش نے ہجرت کے ساتھ ہی مدینے پر حملہ کی تیاریاں کر لی تھیں، پھر لکھتے ہیں۔ کہ سب سے بڑی ضروری چیز مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لئے اب کے موسم میں قریش کا جو کاروانِ تجارت شام کو روانہ ہوا، اس سروسامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کُل کی کُل دے دی۔ ابن سعد نے صفحہ سات میں ابوسفیان رئیس قافلہ کا قول لکھا ہے " واللّٰہ بمکۃ من قرشی ولا قرشیۃ لہ نش فصاعدا الا بعث بہ معنا" اس سے ظاہر ہے کہ مکہ کو تمام سرمایہ کُل کر دینے کی کیا ضرورت تھی، بہر صورت یہ کاروانِ تجارت خاطر خواہ تجارت کے بعد پلٹا۔ تو ابوسفیان کو ہول آیا۔ کہ کہیں مسلمان راہ میں حائل نہ ہوں، نخلہ میں ایسا واقعہ پیش آچکا تھا۔ اور قریش اور مسلمانوں میں مدت سے اعلانِ جنگ تھا، لہٰذا قافلے والوں کی رائے سے ایک شخص ضمضم نامی کو مکہ بھیجا گیا۔ عمرو بن عاص مشہور مدبر قریش کا بیان ہے کہ مقام زرقا پر ضمضم کو بیس مثقال طلا اجرت مقرر کرکے بھیجا گیا۔ اور اس کو ابوسفیان نے حکم دیا کہ جب مکہ میں داخل ہو تو اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالیو اور کاٹھی الٹا لیجو اور آگے پیچھے سے اپنا پیراہن پھاڑ لیجو اور بصدائے بلند "الغوث الغوث" کا شور مچائیو۔ غرض نتیجہ یہ ہوا کہ ابوجہل جو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا آرزومند تھا۔ اس کو بہانہ مل گیا۔ اس نے قوم کو ابھارا اور اسے مسلمانوں سے لڑانے کے لئے ساتھ لے نکلا اور بدر میں جو کچھ پیش آیا۔ اسے ہم شاہنامہ جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔ (مصنف)

بہت بیتاب تھا یہ انتقامِ بدر کی خاطر — یہودی قوم سے کی اس نے سازشِ غدر کی خاطر[1]

نہ بن آیا تھا کچھ بھی روزِ اقدامُ السویق اس سے — بھڑکنی تھی ابھی کچھ مدتوں نارِ حریق اس سے[2]

مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا — انہی قدموں پہ گرنا تھا، اسی دامن میں آنا تھا

ہندہ ابوسفیان کی زوجہ

ابوسفیان کی زوجہ ہندہ[3] بھی عتبہ کی دختر تھی — نہ جانے یہ ابوسفیاں کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی

عجب عورت تھی جسکے دل میں تھے ارمان مردوں کے — کہ اسکی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے

---

[1] ابوسفیان نے غسلِ جنابت کی منت پوری کرنے کے لئے دوسو سوار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ خفیہ طور پر سلام بن مشکم کے پاس ٹھہرا، شراب پی، حالات معلوم کئے۔ اور عریض پر رہزنوں کی طرح جا پڑا۔ نخل جلا دیئے کچھ مکان پھونک ڈالے اور چند انصاری مزدوروں کو قتل کر کے واپس بھاگ گیا۔ آنحضرت صلعم نے تعاقب کیا مگر ابوسفیان ایسا بگٹٹ بھاگا کہ اپنی زادِ راہ بھی جلدی میں پھینکتا گیا۔ یہ ستوؤں کے بورے تھے اسی لئے اس کو غزوۂ سویق کہتے ہیں۔

[2] ان آئندہ لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو قریش اور رسول اللہ کے مابین ہوئیں ان سب میں ابوسفیان کی کارفرمائی تھی۔

[3] ہندہ بنت عتبہ ابوسفیان کی زوجہ، امیرِ معاویہ رضؓ کی ماں، یزید بن معاویہ رضؓ کی دادی، حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی، مشہور بنام ہندہ جگر خوار۔ (دیکھو سیرت النبی)

بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالارِ لشکر تھا
پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردارِ لشکر تھا

پدر کو اور پسر کو حضرتِ حمزہؓ نے مارا تھا
برادر کا علی المرتضیٰؓ نے سر اتارا تھا

علیؓ بھی حمزہؓ بھی سرتاج تھے اولادِ ہاشم کے
سپہ سالار تھے دونو سپہ سالارِ ہاشم کے

بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اس عورت کے سینے میں
مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں

نرالی بات سوجھی تھی نرالی دُھن سمائی تھی
قسم[1] ڈائن نے حمزہؓ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلامِ قاتلِ حمزہؓ

جبیر ابنِ مطعم کا چچا حمزہؓ نے مارا تھا
دلِ پُر کینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارا تھا

غلامِ زرخرید اس کا تھا وحشی نام اک زنگی
عیاں تھی جس کی صورت ہی سے بدوضعی بدآہنگی

کمالِ حربہ اندازی میں تھا مشہور نام اس کا
دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اس کا

---

[1] بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں سے بدلہ لونگی اور حمزہؓ کا خون پیونگی اور جگر چباؤں گی۔

(دیکھو طبقات ابن سعد)

ابوسفیاں کی زوجہ ہندہ نے اس کو طلب کر کے
دلاسے دے کے اور سکّے دکھا کر نقرہ و زر کے

ہمیشہ کے لئے آزاد کر دینے کے وعدے پر
کیا تھا شاد اس کو شاد کر دینے کے وعدے پر

مے غفلت پلا کر تند خُو مے خوار وحشی کو
کیا تھا قتلِ حمزہ رضؓ کے لئے تیار وحشی[۱] کو

پسند آئی غلامِ بے وفا کو مہرِ جلّادی
بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اس نے آزادی

قریش کا مکّے سے خروج

اور مدینہ منوّرہ کے بیان کردہ حالات کا اقتباس

مہیّا ہو چکا مکّے میں جب ساماں لڑائی کا
کیا اعلان ابوسفیاں نے چپکے سے چڑھائی کا

ابوسفیاں کی نیّت تھی اچانک حملہ کرنے کی
لہٰذا سعی کی پُر پیچ رستوں سے گزرنے کی

یہ لشکر جس طرح اُمڈا یہ طوفاں جس طرح آیا
اُحد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا

رسول اللہؐ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی
مدینے کی حفاظت جس طرح حضرتؐ نے فرمائی

[۱] وحشی کو حربہ اندازی میں کمال حاصل تھا، حربہ ایک چھوٹا سا نیزہ ہوتا ہے۔ جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے اسے دور سے پھینک کر مارتے ہیں۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام)

مکمل اور مفصل روئدادِ مجلسِ شورا ہے ۔۔۔ ہوا مسجد میں جیسے انعقادِ مجلسِ شورا ہے

صحابہؓ کو رسول اللہؐ کا مسجد میں بلوانا ۔۔۔ حقِ آزادیِ آرا انہیں تفویض فرمانا

بشر کی کثرت و قلت کا وحدت آشنا ہونا ۔۔۔ خداوالوں کو جوہر خودشناسی کا عطا ہونا

تدبر آزمودہ کار اصحابِ کبائر کا ۔۔۔ مگر بازو کے بل پر ناز ملت کے صغائر کا

جواں سال اہلِ ایماں کے دلائل بہرِ قربانی ۔۔۔ ہجومِ کثرتِ آرا برائے جنگِ میدانی

نبردِ قلعہ بندی تحتِ فرمانِ رسالتؐ کا ۔۔۔ مدینے سے نکلنے پر مگر اصرار کثرت کا

وہ آمرؐ کی طرف سے احترامِ کثرتِ آراء ۔۔۔ نبیؐ کا فیصلہ آخر بنامِ کثرتِ آراء

نفاق آمادگاں کا بھی شریکِ مشورت ہونا ۔۔۔ وہ اُن کا دردِ ملت سے مگرمچھ کی طرح رونا

لباسِ جنگ میں محبوبِ داور کا نظر آنا ۔۔۔ جلال اک غیرتِ خورشیدِ خاور کا نظر آنا

ندامت جنگِ میدانی کی خواہش کرنیوالوں کی ۔۔۔ وہ ان کی عاجزی وہ صورتیں ان کے ملالوں کی

مگر انکار کرنا آپ کا فسخِ عزیمت سے ۔۔۔ ادائے فرض ٹھہرانا فزوں فتح و ہزیمت سے

مدینے کی فصیلوں سے نکلنا اہلِ ایماں کا ۔۔۔ کھلے میدان [illegible] شب باش ہونا فوجِ یزداں کا

نفاق انگیز جمعیّت کی لشکر میں شمولیّت
مسلمانوں کیساتھ ابنِ اُبَیّ اور اس کی ذرّیت

قریشی فوج کی تیاّریاں شب کے اندھیرے میں
نشستِ افسرانِ جنگ ابوسفیاں کے ڈیرے میں

ہوئے اس رات میں جس جس جگہ لشکر قیام آرا
گذارش ہو چکا ہے پیشتر یہ ماجرا سارا

مگر اس مرحلے پر اور ابھی کچھ عرض کرنا ہے
یہ گھاٹی سخت ہے لیکن مجھے اس سے گذرنا ہے

بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے
بغیر ان کے حکایت فوجِ باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب ابوؔ عامرِ فاسق

مدینے کا بھی اک غدّار تھا فوجِ قریشی میں
یہ واقف کار وقفِ کار تھا فوجِ قریشی میں

لباسِ راہبیّت جاہلوں کا دل لبھاتا ہے
بسا اوقات شیطاں بھی اسی چھپ میں آتا ہے

بہت ایسے رنگے سیّار تھے اسلام سے پہلے
کہ جن کا نام سُبحا تھا خدا کے نام سے پہلے

(۱) ابو عامر راہب مدینہ ہی کے ایک قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ یہ شخص مسلمانوں کا سخت مخالف تھا۔ اور مشرکوں سے وعدہ کرکے آیا تھا۔ کہ تمام قبیلہ کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔

(دیکھو طبقات ابن سعد، طبری اور ابن اثیر)

انہی میں تھا ابو عامر بھی اک تلبیس کا پیکر
نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر

یہ مردک خاندانِ اوس کا مکّار زاہد تھا
ہوا و حرص کا پتلا تھا دنیا دار زاہد تھا

عداوت خاندانِ اوس و خزرج کی بڑھاتا تھا
انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خود اٹھاتا تھا

فریبی، حاسد و بد طینت و غدّار و بدنیّت
مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبوب شخصیت

مگر جب آگیا اللہ کا پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

لیا جانے لگا سچے خدا کا نام یثرب میں
تو اس کا سحر باطل ہو گیا ناکام یثرب میں

پیمبرؐ بھی خدا کے فضل سے تشریف لے آیا
طلوعِ صبحِ صادق نے رخِ ہستی کو چمکایا

ہوئی نورِ خدا کی روشنی جس دم مدینے میں
کدورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں

ملا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوّت کا
طلسم عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوت کا

یہ سمجھا اب فریبِ راہبیّت چل نہیں سکتا
چراغِ کذب وقتِ صبحِ صادق جل نہیں سکتا

کھلی انصارِؓ یثرب پر ابو عامر کی غدّاری
تو کی اس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیّاری

ابو عامر فوجِ مشرکین میں

نیا فتنہ نئے فتنے جگانے کے لئے جاگا
اندھیری رات میں اندھا مدینے سے نکل بھاگا

مذاقِ جستجوئی صلح میں بدلا ہوا پایا
تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکّے میں چلا آیا

نظر آیا کہ مکّہ ہے مخالف اہلِ ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و ساز و ساماں کا

قریش آمادہ ہیں اسلام کو ناکام کرنے پر
رسولؐ اللہ کو وقفِ غم و آلام کرنے پر

شکستِ بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال ان کو
نظر آتا ہے جاتا، جاہلیّت کا جلال ان کو

ابو عامر نے اس بھڑکی ہوئی کو اور بھڑکایا
مدینے پر چڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا

ابوسفیاں کو تھی معلوم اُفتادِ مزاج اس کی
پرانے کوڑھ میں تھی کارآمد آج کھاج اس کی

اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیّت سمجھتا تھا
مگر آخر بڑے رتبے کی شخصیّت سمجھتا تھا

ابوسفیاں نے چاہا آزمایا چاہیئے اس کو
یہ اچھا وقت ہے اُلّو بنایا چاہیئے اس کو

نکالا چاہیئے کچھ کام اس ناخواندہ مہماں سے
کریگا یہ الگ انصار کو فوجِ مسلماں سے

اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آساں ہے
پڑی جب پھوٹ پھر انساں کا قتلِ عام آساں ہے

ابو عامر پر ابو سفیان کا روغنِ قاز

دوبارا نصفِ شب کے بعد جاسوس گئے گھبری میں
ابوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں

وہ آیا مسکرایا، آنکھ جھپکائی، اشارت کی
جھکے دونوں کے ابرو، بجلیاں چمکیں شرارت کی

دلِ حاسد میں جوشِ بغض کی گرمی بڑھانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو

لیا ساقی نے جس دم نام رندوں کی جوانی کا
چڑھایا جام زاہد نے شرابِ ارغوانی کا

سواری گانٹھ لی نشّے نے بے ایمان کے اوپر
چڑھا اک اور بھی شیطان اس شیطان کے اوپر

ابوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرقِ جوشِ بادہ ہے
تو پوچھا مشفقم، فرمائیے اب کیا ارادہ ہے!

تمنّا جسکی مدّت سے تھی وہ ہنگام آپہنچا
تمہارا صید یہ چل کر خود ہی زیرِ دام آپہنچا

اجل نے کی کشش، دشمن نکل آئے فصیلوں سے
رہا اب واسطہ ہم کو ترددسے نہ حیلوں سے

سحر کے وقت جب لشکر مرا جنبش میں آئے گا
تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کر نہ جائے گا

محمدؐ کے صحابہؓ، جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں ہمارے راسپے ڈالینگے ان کو دو زقندوں میں

قتالِ بدر کا ایسا مزہ ان کو چکھائیں گے کہ ان کی حالتوں پہ مرغ و ماہی رحم کھائیں گے

جو گت ان کی بنائی جائیگی وہ آپ دیکھیں گے انہیں تقدیر جو دکھلائیگی وہ آپ دیکھیں گے

مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پہ پرائی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر

وہ کس برتے پہ انصارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں بڑے بھاری مددگارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں

ہمارے ہاتھ مفت انکے لہو سے کیوں ہوں آلودہ نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھکو بیہودہ

یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے، اب ان کو ہُوا کیا ہے مری ہیں بیوقوفوں کے سمائی یہ ہُوا کیا ہے

وہ ظاہر ہے سرِ میداں جو کچھ تعداد ہے ان کی ہمارے سامنے جرأت یہ بے بنیاد ہے ان کی

بچا لیجے انہیں رستے پر ان کو لائیے صاحب

انہیں سمجھائیے صاحب! انہیں سمجھائیے صاحب[1]

---

[1] اُحد میں ابوسفیان دوسری تیاریوں کے علاوہ ابو عامر راہب پر بھی بڑا بھروسا رکھتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا۔ کہ اس راہب کے بہکانے سے انصار مدینہ رسول اللہ اور مہاجرین صحابہ سے الگ کیئے جا سکیں گے۔ (درشاد الحکمۃ)

ابو عامر کے دعوے

ابو سفیاں کی سن کر راہب مکّار بھی بولا
کھنکارا ہاتھ پھیرا ریش پر قفل دہن کھولا

اجی، میں آپ کے ہمراہ اسی خاطر تو آیا ہوں
محمدؐ اور اصحاب محمدؐ کا ستایا ہوں

مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارض یثرب کے
بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارض یثرب کے

ہے بیشک ارض یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا
مجھے امید ہے افسوں ہو گا کارگر میرا

گروہ اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اک زمانے سے[1]
یقیناً پھوٹ پڑ جائیگی میرے ورغلانے سے

اگر دام سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
پکڑ کر خود ہی دے دیں گے محمدؐ کو بآسانی

فنا کر دیں گے اک حملہ سے اصحاب محمدؐ کو
دکھا دیں گے خدا کی راہ احباب محمدؐ کو

---

[1] ابو عامر مدینہ منورہ کا ایک مقبول عام شخص تھا۔ اسلام سے پہلے زہد اور پارسائی کی بنا پر تمام مدینہ اس کی عزت کرتا تھا۔ (سیرت النبی)

ابو عامر کے وعدے[1]

بوقتِ صبح جب میداں میں فوجیں دوبدو ہوں گی
تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی روبرو ہوں گی

میں سمجھاؤنگا جا کر اوس و خزرج کے قبائل کو
کرونگا ہر طرح معقول ان لوگوں کے قائل کو

نظر آجائے گا جو بھی دِلوں پر ہے اثر میرا
تمہیں معلوم ہو جائیگا جو کچھ ہے ہنر میرا

مجھے فوجِ قریشی کی مدد پر دیکھکر عامل
بہادرارضِ یثرب کے نہ ہونگے جنگ میں شامل

نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے منہ موڑ جائیں گے
محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے

سبق ایسا پڑھاؤنگا میں اُن کو بے وفائی کا
نہ بیٹا باپ کا ہو گا، نہ بھائی اپنے بھائی کا

میں ان کو راہ پر لاؤنگا یُوں فکرِ ارادی سے
لڑینگے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادیؐ سے

---

[1] اس کو خیال تھا کہ انصار جب اُس کو دیکھیں گے تو رسول اللہؐ کا ساتھ چھوڑ دینگے۔

(سیرت النبی)

ابو عامر کے ارادے

مگر تم یاد رکھو، یہ جو انصارِ رسالت ہیں ۔۔۔ بڑے رتبے کے ان میں لوگ ہیں اہلِ جلالت ہیں

محمدؐ کے لئے میرا مگر کچھ اور ارادہ ہے ۔۔۔ تمہارا فرض اُسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے

اُسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے ۔۔۔ اسے زخمی کریں گے پھر اذیت دے کے ماریں گے

مجھے اس کام کی پوری طرح پروانگی دیدو ۔۔۔ مجھے کچھ آدمی بھی از رہِ فرزانگی دیدو

عجب اک چال سوجھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہوں ۔۔۔ مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تا دیر راہب اور ابوسفیان میں باتیں ۔۔۔ زبانی ہو چکیں تو پھر ہوئیں کچھ کان میں باتیں

یہ سازش ہو چکی جس دم ابوسفیاں کے ڈیرے میں ۔۔۔ تو راہب کچھ سپاہی لیکے چل نکلا اندھیرے میں

دلائی ایک جانب در غلانے کی امید اس نے ۔۔۔ دکھائی دوسری جانب یہ تزویر مزید اس نے

بہت سارے گڑھے کھُدوا دیئے میدان کے اندر[1] — نیا ارمان پنہاں تھا نئے شیطان کے اندر

رہے مصروف شب بھر ان گڑھوں کے کھودنے والے — بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خس پوش کر ڈالے

رہا مصروف زاہد رات بھر اس خاکبازی میں — مشیّت کے مقابل شیطنت تھی حیلہ سازی میں

اگرچہ رات تھی خلق خدا پر نیند تھی طاری — یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری

اُحد کی رات اور ہر دو لشکر

مسلمانوں کی جانب صبر کوشی تھی خموشی تھی — قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرمجوشی تھی

ادھر ایمان اک ملّت کے اطمینان کا باعث — اُدھر شیطان تھا اک قوم کے ہیجان کا باعث

محمدؐ کا مصلّٰی عرش کا فرش مکانی تھا — ابوسفیاں کا خیمہ مرکزِ لہو بادہ دانی تھا

صفا پر چاندنی تھی سامنے میں منتشر تھا کینہ — یہ دونوں رنگ ظاہر تھے یہ دو نو رُخ تھے آئینہ

اِدھر سجدہ گزاری اُمّتِ محبوبِ داورؐ کی — اُدھر بادہ گساری رات بھر باطل کے لشکر کی

---

[1] ابو عامر راہب نے میدان احد میں گڑھے کھدوائے تاکہ مسلمانوں کو ان میں گرا کر اُن کا زور کم کیا جائے +
(ارشاد الحکمت)

تہجد میں ہوئے مشغول اِدھر رحمٰن کے بندے ۔ اُدھر مخمور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے

کیا اس سمت اعلانِ سحر لحنِ بلالی نے ۔ اُدھر دف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر ڈفالی نے

اِدھر اللہ کے بندے محمدؐ کی امامت میں ۔ اُدھر ابلیس کے پیرو گرفتار اپنی شامت میں

اِدھر اک ملتِ توحید اک مسجود کے آگے ۔ اُدھر ہر سر تھا اپنے چار سو معبود کے آگے

اِدھر الحمد کے نغمے، دعائیں اور مناجاتیں ۔ اُدھر ڈھول اور تاشے غل غپاڑا شرک کی باتیں

اِدھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صف آرائی ۔ اُدھر ہر فرد کو زعمِ خودی، دعوائے یکتائی

اِدھر سامان سے عاری فقط ایمان پر تکیہ ۔ اُدھر ایمان سے بیزاری فقط سامان پر تکیہ

زمیں پر دیکھ کر سامانِ عبرت کے یہ نظارے
فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور سو گئے تارے

باب دوم

نور و نار و ظلمت

منظرِ صبحِ اُحد

ظہورِ صبحِ صادق نے جہاں میں نُور پھیلایا ‏ اُٹھایا دامنِ کوہِ اُحد سے رات کا سایا

فسوں باطل ہوا شب کے طلسماتی نظاروں کا ‏ سحر کے جاگتے ہی لد گیا ڈیرا ستاروں کا

ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں ‏ چمک اُٹھنے کی اُمیدوں میں ذرّے مسکراتے ہیں

یہ جنّت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے ‏ کہ صحرا پھر وہی شدّت کی حدّت سہنے والا ہے

فلک نے آج رُوئے صبح کو اندوہگیں دیکھا
لگائی آفتابی دُوربیں سُوئے زمیں دیکھا

کھُلا رنگیں صحیفہ صبح کے رُخسارِ تاباں کا
ہُوا مضموں ہویدا سُرخیِ خونِ شہیداں کا

نظر آیا اُحد پر ایک خونیں رنگ کا منظر
صداقت اور طاقت کی نرالی جنگ کا منظر

درندے جمع تھے نوعِ بشر کا خُون پینے کو
کہ مکّہ آج دھمکی دینے آیا تھا مدینے کو

یہ نقشہ دیکھ کر چشمِ سحر میں اشک بھر آئے
گہر بن کر یہ قطرے دیدۂ گُل میں اُتر آئے

شرارِ بُولہبی دَرپئے چراغِ مُصطفوی

پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انساں کے دشمن
خدا کے مصطفٰےؐ کے دین کے ایمان کے دشمن

یہ مظلوموں کی آہوں کا غبار انسان کی دنیا
جفا و ظلم کی سرمایہ دار انسان کی دنیا

خودی کے نشۂ غفلت میں چُور انسان کی دنیا
خدا کا نام لینے سے نفُور انسان کی دُنیا

لرزتی کانپتی خوار و زبوں انسان کی دنیا
صنم خانوں کے در پر سرنگوں انسان کی دُنیا

بہر صورت بہر آئینہ زشت انسان کی دنیا
یہ اندھے بیوقوفوں کا بہشت انسان کی دُنیا

یہ دنیا ہاں یہی ہنگامۂ معمورۂ ہستی
نمائش اور کبر و ناز کی جولانگہِ ہستی

یہی تھی اُن دنوں بگڑے ہوئے انسان کی دنیا
نہیں انسان کی دنیا کہاں شیطان کی دنیا

اسی دنیا کے یہ سب حملہ آور تھے نمائندے
کئے تھے منتخب شیطان نے انسان کا رندے

صف آرا اک طرف تھا یہ نمونہ فطرتِ بد کا
مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمدؐ کا

محمدؐ

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا
وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝[1]

زباں پر اسے خوشا صلّ علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبریلِ امینؑ لے کر سلام آیا

محمدؐ جانِ عالمؐ فخرِ آدمؐ ہادیٔ اکرمؐ
امامُ الانبیاؐ خیرُ البشرؐ پیغمبرِ اعظمؐ

[1] ترجمہ: اے پیغمبر ہم نے تمکو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانیوالا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنادو۔ کہ ان پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ (سورہ الاحزاب)

محمد وہ جمال اولیں۔ وہ پیکر نوری
محمد کاشف سر ظہور و رمز مستوری

محمد احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا
ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایا

محمد جس کو دنیا صادق الوعد و امیں کہدے
وہ بندہ جس کو رحمٰن رحمۃ للعلمین کہدے

وہ شاہد وہ مبشر وہ نذیر و آمر و ناہی
خدا کے حکم سے حاکم۔ مطاع از ماہ تا ماہی

محمد صاحب خلق عظیم و ناشر حکمت
محمد مصدر فیض عمیم و شافع امت

بصورت نور سبحانی بمعنی ظل روحانی
پیام زندگانی مظہر تائید ربانی

سراج النور حق۔ ماحی باطل جس کی پیشانی
زمین و آسمان و ماہ و انجم جس سے نورانی

مزکی و مبلغ۔ صاحب ام الکتاب امی
نبی۔ داعی الی اللہ رہنمائے شیخ و شاب امی

فرہنگ اصطلاحات ضروری:۔ لواء الحمد خدا کی حمد کا جھنڈا جو محشر میں آنحضرتؐ پر سایہ فگن ہوگا۔ صادق الوعد وعدے کا سچا۔ شاہد گواہ۔ مبشر خوشخبری دینے والا۔ نذیر ڈرانے والا۔ آمر حکم دینے والا۔ ناہی منع کرنے والا۔ حاکم حکم کرنے والا۔ مطاع اطاعت کیا گیا (جس کی اطاعت کی جائے)۔ سراج چراغ ماحی اصطلاح قرآنی میں کفر و شرک و ضلالت کو محو کرنے والا۔ مزکی پاک کرنے والا۔ مبلغ تبلیغ کرنے والا۔ پہنچانے والا۔ ام الکتاب قرآن۔ داعیاً الی اللہ خدا کی طرف بلانے والا۔ امی جس نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو۔ جس نے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔

خدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا — وہ مُدَّثِّر وہ مُزَّمِّل وہ یٰسٓ اور وہ طٰہٰ

جو بہرِ مومناں بن کر رؤف آیا رحیم آیا — خطا پوش و عطا پاش و خلیق آیا کریم آیا

وہی بندہ جو نکلا اہلِ اقداماتِ اَسریٰ کا[1] — وہ جس کے ہاتھ نے اُلٹا نقابِ آیاتِ کبریٰ کا

وہ جس نے منتہائے حسنِ معنیٰ اس طرح دیکھا — نگاہیں روبرو اور فاصلہ قوسین او ادنیٰ[2,3]

نذیرِ اہلِ خصومت پر بشیرِ اہلِ محبت کا — معلّم دینِ فطرت کا مبیّن درسِ حکمت کا

محمد مصطفےٰ بھی ہے وہ احمد مجتبےٰ بھی ہے — وہ مطلوبِ خلائق بھی وہ محبوبِ خدا بھی ہے

وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھئے — بنائے عرش و کرسی باعثِ لوح و قلم لکھئے

فرہنگ اصطلاحات:۔ مُدَّثِّر کپڑا اوڑھنے والا۔ مُزَّمِّل جھرمٹ مارنے والا۔ یٰسٓ اے سردار۔ طٰہٰ خطاب بہ نبی صلعم۔ رؤف مہربانی کرنے والا۔ [1] سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا دیکھو سورہ اسریٰ۔ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا (معراج نبوی) [2,3] وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا۔ پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ (والنجم) عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ○ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ○ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ○ ترجمہ۔ انتہا کے درخت کے پاس جس کے قریب رہنے کی بہشت ہے جب کہ وہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نہ نظر بہکی نہ ہٹی اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی عظیم الشان نشانیاں دیکھیں (سورۃ والنجم)

اُسے شمس الضحیٰ لکھئے۔ اسے بدر الدجیٰ کہئے
ظہور و نور کو اس کے تبسم کی ضیا کہئے

علی الاعلان سرِّ کنتُ کنزاً مخفیاً کہئے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہئے

وہی حاکم بامرِ اللہ۔ دردِ آگاہِ محکوماں
درِ حق سے جوابِ باصواب آہِ مظلوماں

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

محمد دیدہ و دل کی تجلی بہرِ مہجوراں
محمد آخری حرفِ تسلی بہرِ مزدوراں

محمد بےکسی کے درد کو پہچاننے والا
سرشکِ گرم و آہِ سرد کو پہچاننے والا

محمد التجائیں سننے والا ماننے والا
خموشی کی صدائیں سننے والا ماننے والا

محمد زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا
محمد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا

محمد جس کا نصب العین دنیا کی بھلائی تھی
اسی پر آج دنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی

زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
وہ درسِ صلح دیتے ہیں یہ ان سے جنگ کرتا ہے

اُحد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے اُحد میں آج تین اقسام کے انساں
شریف انسان خبیث انسان نمود و نام کے انسان

بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے
مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے

بظاہر ساز تھے ہم صورت و ہم رنگ تینوں کے
مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے

عجب اعمال تھے ان کے عجب تھیں نیتیں ان کی
اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریف انسان

مسلمان[1]

شریف انسان اس میدان میں اللہ والے تھے
یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے

---

[1] اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا۔

ترجمہ۔ مومن وہ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جائے تو ان کے دل دہل جائیں اور جب اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے۔

یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہدایاتِ محمد مصطفےٰ کو ماننے والے

خدائے واحد و رحمٰن پر ایمان تھا ان کا
متاعِ دل اسی کی راہ میں قربان تھا ان کا

یقیں رکھتے تھے یہ اللہ کی شانِ جلالت پر
یہی ایمان لائے تھے محمدؐ کی رسالت پر

پسند آئے تھے تقوےٰ و طہارت کے اصول ان کو
تہِ دل سے تھے ارشاداتِ قرآنی قبول ان کو

یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے
پرستش ماسوا کی فعلِ شیطانی سمجھتے تھے

یہ دلِ مخلوق معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے
یہ محتاجوں کے دروازوں پہ سائل ہو نہ سکتے تھے

خدا کو جب سے مانا تھا قدیر و قادر و غالب
کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب[1]

کوئی طاقت انہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
کوئی عادت انہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز

یہ مسکینوں کے یاور تھے یہ مظلوموں کے حامی تھے
یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے

یہی تھے جو یتیموں بیکسوں پر رحم کھاتے تھے[2]
یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے

ا؎ وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ
ترجمہ۔ اور وہ اپنے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۲؎ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ۔
ترجمہ۔ اور گو ان پر خود تنگی ہو۔ تاہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

رضا کارانہ کرتے تھے حدود اللہ کی پابندی — کہ خالق کی رضامندی میں تھی ان کی رضامندی

یہ واقف ہو چکے تھے جوشِ ایمانی کی قوت سے — یہ لذت یاب تھے توحید کے درسِ اخوت[۱] سے

بنی آدم کا رتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا — یہ نظریہ خیال و فعل کی دنیا پہ حاوی تھا

کوئی عزت نہ تھی ان کے لئے سکہ شماری میں — بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیزگاری میں

گدا و شاہ میں تھی ایک وجہِ امتیاز ان کو — نظر آتا تھا سجدہ ریز سر ہی سرفراز ان کو[۲]

ضرر ہو نفع ہو۔ ہر حال میں سچ بولنے والے — زیاں ہو سود ہو کچھ ہو۔ یہ پورا تولنے والے

یہی وہ ملتِ موعود تھی دنیائے ہستی میں — نویدِ امن ہونا تھا جسے انساں کی بستی میں[۳]

یہی لے دے کے دنیا میں مددگارِ محمدؐ تھے — یہی بندے مہاجر اور انصارِ محمدؐ تھے

---

۱ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا — تم سب اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

۲ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ — ترجمہ۔ اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے۔ اور خدا کا ذکر بڑی اچھی بات ہے (العنکبوت)

۳ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ — (ترجمہ) (اے امتِ محمدیہ) تم لوگ ایک بہترین امت صفحۂ ہستی پر لائے گئے ہو۔ (تمام لوگوں کو) شرع و فطرت کے مطابق حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے منع کرتے ہو۔ اور خدا پر یقین رکھتے ہو۔

بھری دنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسند و نجیں
خدا نے آپ ان کو چن لیا تھا اپنے بندوں میں

یہ اپنے دین و ایماں پر فدا ہونے کو آئے تھے
یہ قرض زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے

تہی دامن نہیں آئے تھے دربارِ شہادت میں
متاعِ جان و دل لائے تھے بازارِ شہادت میں

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنواری تھیں صفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے
کیا تھا جمع جس کو صاحبِ روزِ شفاعت نے

یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کے درپے تھی
یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شے تھی

نبوت کے سشش و دہ سال کی تلقین کا حاصل
زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل

یہ اُس حصنِ حصیں کی اوّلیں بنیادِ محکم تھی
عبارت جس سے پشتیبانیٔ اولادِ آدم تھی

اسے کشتِ وفا میں آج ایسا بیج بونا تھا
شہیدوں کے لہو سے بار آور جس کو ہونا تھا

یہ بندے خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر تھے گویا
یہ بندے سورۂ الحمد کی تفسیر تھے گویا

جہاں میں دامِ شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے
خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے

یہی تھا جیشِ اوّل اُمّتِ مُصطفےٰ کی فوجوں کا — یہی چشمہ تھا نورِ حق کی دریا بار موجوں کا

یہی میدان میں غازی یہی مسجد میں زاہد تھے — محمدؐ کے صحابہؓ اور اللہ کے مجاہد تھے

لیکن ان کے بھی مدارج تھے

اگرچہ سب کے سب ذوقِ ارادت لے کے آئے تھے — خدا کی راہ میں شوقِ شہادت لے کے آئے تھے

نکل آئے تھے راہِ امتحاں گاہِ اطاعت میں — مگر موجود تھا فرقِ مراتب اس جماعت میں

آزمودہ

انہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے — تہِ خنجر ھُوَاللّٰہُ اَحَد کہنے کے عادی تھے

یہ جب ایمان لائے تھے عدو تھا اک جہان ان کا — ہوا تھا بارہا بیم و رجا میں امتحان ان کا

ا؎ ہجرت کی رات کا خیال کرو۔ اور اس وجود کا خیال جو رسول اللہ کے بستر پہ چادر تانے سو رہا ہے۔ اور خیال کرو کہ رسول کو قتل و شہید کر دینے کی سازش ہو چکی ہے اور مکان تلوار والوں سے گھرا ہوا ہے۔ پھر تصوّر کرو۔ اس قلبِ مطمئنہ کا جو پوری نیند لے رہا ہے۔

یہ کڑیاں سہ چکے تھے اپنے ماؤں اور جانوں میں
ہوئے تھے سُرخرو ان ابتدائی امتحانوں میں

دہانِ موت کے اندر ہنکائے جا چکے تھے یہ
قتالِ بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

نا آزمودہ

مگر ایسے بھی تھے ان میں کہ نو آموزِ اُلفت تھے
ابھی ناپختہ تھے نا آشنائے رنج و کُلفت تھے

نہ جھیلی تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی
نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سر ہار جانے کی

ابھی اس عشق نے صورت نہ دیکھی تھی تباہی کی
ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی

ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی
ابھی حصے میں ان کے دارِ رسوائی نہ آئی تھی

ابھی تا حدِّ مسجد شاغلِ شوقِ عبادت تھے
کہ تازہ واردانِ عرصۂ ذوقِ ارادت تھے[1]

بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں
یقینی بات تھی فتح و ظفر ان کی نگاہوں میں

سنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سکون و صبر و استقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

---

[1] احد میں نکلنے والوں میں کثیر تعداد اُن کی تھی جو فتح بدر کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور اب بدر کی طرح فتح ہی کو معمولی بات خیال کرتے تھے۔ (دیکھو طبری و ابن اثیر)

شرطِ نصرتِ الٰہی

نہ دیکھا تھا کہ نُصرت صبر کا انعام ہوتی ہے
نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے

برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا
جماعت کا بہم رکھنا۔ جماعت کا بہم رہنا

فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادیؐ کی اطاعت سے قدم نکلے

یہی نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہ کا اصول جاودانی ہے
یہی اسلام کی شرطِ حصولِ کامرانی ہے

اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمونِ ادق ان کو
مگر باب عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

خبیث انسان ـــــ منافقین[1]

بظاہر مسلمان مگر باطن مسلمانوں کے دشمن

کھڑی تھی دوسری بھی اک جماعت آج میداں میں
مجسّم ہو کے آئی تھی خباثت شکلِ انساں میں

---

[1] وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ـ

ترجمہ: بعض ایسے لوگ ہیں جن کا دعوٰے ہے کہ ہم خدا پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے

خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے سائے تھے ۔۔۔ مسلمانوں کے دشمن ہی مسلماں بن کے آئے تھے

یہ اک خیلِ منافق[1] تھا نبیؐ کی فوج میں شامل ۔۔۔ "تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل"

مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے ۔۔۔ سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے

یہ اسلامی جماعت میں ہوئے تھے اسلئے شامل ۔۔۔ کہ اس پردے میں تخریبِ جماعت پر ہیں عامل

یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے ۔۔۔ شقاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شفاعت کے

انہیں دعوائے ایماں تھا مگر ایماں نہ لائے تھے ۔۔۔ یہ زحمت کوش بن کر دامنِ رحمت میں آئے تھے[2]

مسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے ۔۔۔ مگر کفّار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے

---

[1] منافقین کا حال اور اُن کی ذہنیت کا ظاہر کر دینا ضروری ہے تاکہ اُحد اور اسکے بعد کے تمام واقعات سمجھ میں آسکیں۔ (مصنّف)

[2] اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔

(ترجمہ: جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں۔ اور خدا کو معلوم ہے۔ کہ آپ اس کے پیغمبر ہیں لیکن خدا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ یعنی وہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اس پر اُنکا ایمان نہیں)

یہاں کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں
وہاں ہنستے تھے "ہم ان بیوقوفوں کو بناتے ہیں"[1]

خدا و خلق دونوں سے دغا مطلوب تھی ان کو
کمالاتِ بشر سے بس ریا مرغوب تھی اُن کو[2]

جہانِ زیست میں ان کیلئے کوئی نہ تھا اپنا
یہ ہر سودے کے اندر دیکھتے تھے فائدا اپنا

نہ رغبت[3] دین سے ان کو نہ ذوق اسلام سے انکو
غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے انکو

یہ بزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا
مسلماں ہوگئے دیکھا نہ جب اسکے سوا چارا

تھیں اس بیوپار میں بھی کچھ امیدیں نفعِ ذاتی کی
یہ دولت جمع کرتے پھر رہے تھے بے ثباتی کی[4]

یہ اس دُنیائے دُوں میں اپنی دُنیا کی طرح دُوں تھے
خدا کا نام لیتے تھے نبیؐ کے تشنۂ خوں تھے

---

[1] وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ط
ترجمہ۔ یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں۔ اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو اُن کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

[2] يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا
ترجمہ۔ خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں۔

[3] مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ۔
ترجمہ۔ اُدھر میں لٹک رہے ہیں۔ نہ اُن کی طرف۔ نہ اِن کی طرف۔

[4] دیکھو حاشیہ کے لئے صفحہ ۶۶

خدا و خلق کو دھوکے میں رکھنا انکی نیت تھی
اگر کچھ تھی۔ تو ان میں بس یہی اک قابلیت تھی

ہوا تھا نفرقہ انگیز یوں پر اتّحاد ان کا
چھپا تھا پردۂ اصلاح کے اندر فساد اُن کا

منافقوں کا سردار
ابن اُبَیّ بن سلُول

یہ پورے تین سو بزدل مسلح اپنے کینے سے
مسلمانوں میں شامل ہو کے نکلے تھے مدینے سے

چلن سے ان کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا ان کا
منافق تھے یہ سب ابن اُبَیّ سردار تھا ان کا

بظاہر نصرتِ اسلام پر تھی ان کی تیاری
مگر وقت آ گیا تھا کھل رہی تھی آج عیّاری

لباس انکے بہت اُجلے تھے لیکن قلب کالے تھے
مگر اب ایک ساعت میں یہ پردے اُٹھنے والے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵ أُولٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔

ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کا سودا کیا۔ تو نہ اُن کی تجارت ہی سے کوئی نفع دیا نہ وہ ہدایت یاب ہوئے۔

لہ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ۔

ترجمہ۔ کہتے ہیں۔ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ بلاشبہ فساد کرنے والے ہیں۔

نہ چمکے نورِ ایماں سے عجب تاریک سینے تھے
بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کمینے تھے

نمود و نام والے — قریشِ مکہ[1]

نمود و نام کے انساں قریشی حملہ آور تھے
یہ قومی آن رکھتے تھے۔ بہادر تھے دلاور تھے

نسب پر فخر تھا۔ رنگ اور خوں پر ناز تھا ان کو
رسومِ بد پہ افعالِ زبوں پر ناز تھا ان کو

اگرچہ شرم کو شرمانے والے طور تھے اِن کے
مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے

انہیں اعمال ناموں پر نسب نامے مقدم تھے
کہ یہ پیدائشی اشراف موروثی مکرم تھے

نسب کے سامنے اعمال کی پروا نہ کرتے تھے
یہ پستِ حال استقبال کی پروا نہ کرتے تھے

یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے[2]
کمالِ حق پرستی بت پرستی کو سمجھتے تھے

---

[1] خاندان قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا۔ جس کی وجہ کعبہ کی تولیت تھی۔ اسی سبب سے وہ ہمسائیگان خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندان الٰہی کہلاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ کعبے کے مجاور اور کلید بردار تھے۔ لیکن اُن کے غرور نے اُنکو مسخ کر دیا تھا۔ (عقد الفرید اور طبری ابن خلدون)

[2] سنوں اور صدیوں کے جمود نے انکے دل و دماغ میں یہ نقش کر دیا تھا کہ انکی حالت سے بہتر کوئی حالت اور انکے تمدن سے بہتر کوئی تمدن نہیں ہو سکتا۔

یہ دوشیزاؤں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے — یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے[1]

کوئی شئے بھی نہ ان کی رائے میں بیباکی و ناپاکی[1] — فواحش ان کا مذہب تھا شجاعت ان کی سفّاکی

جہالت کی کسوٹی پر کسے تھے زشت و خوب انکے — سراسر تھے صواب انکی نگاہوں میں عیوب ان کے[2]

تھا یکسر باطل و مجموعۂ اوہام دین ان کا — مگر اس دین پر تھا کس قدر پکّا یقین ان کا

یہ بندے پوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو — ستاروں کو درختوں کو الاؤں کو بلاؤں کو[4]

رواج و رسم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے یہ — رضا کارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے تھے یہ[5]

نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شانِ نمود ان کی — کہ دیکھیں اور کریں تحسین نصارےٰ و یہود ان کی

نمود و نام کے عاشق۔ رسومِ بد کے دلدادہ — یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے کو آمادہ

سلہ فصاحت خود ستائی اور دوسروں کی تحقیر میں صرف ہوتی تھی۔ شجاعت اور جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائی تھے۔
بیکاری۔ کاہلی۔ جوا۔ شراب ان کی طبیعت ثانی تھی۔

سٹہ اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے میں زبان کی ساری طاقت خرچ کر دیتے تھے۔

سٹہ بت پرستی نے دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔

سکہ فطرت کی ہر ایک شئے پتھر۔ درخت۔ چاند۔ ستارے۔ پہاڑ۔ دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے تھے۔

ھ رواج و رسم پرست تھے۔ (دیکھو رحمۃ اللعالمین صفحہ ۸۰)

یہ رسوائی کے ڈر سے دختروں کو قتل کرتے تھے　　شماتت کا تھا ان کو خوف اللہ سے نہ ڈرتے تھے[۱]

اسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اسلام آیا تھا　　فلاح دو جہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا

مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے　　نمائش اور فخر و ناز کے سب کام جاتے تھے[۲]

نسب ناموں کے طولانی دفاتر چاک ہوتے تھے　　نشانِ رنگ و خوں مٹتے تھے دامن پاک ہوتے تھے

یتیموں اور غلاموں کے حقوق ایجاد ہوتے تھے　　یتیم آباد ہوتے تھے۔ غلام آزاد ہوتے تھے

بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو　　کہ ملتی تھی رہائی گیسوئے اصنام سے ان کو

یہ معبودانِ سنگ و خشت سے منہ موڑتے کیونکر　　بہت نازک تھے دل انکے بتوں کو توڑتے کیونکر[۳]

---

[۱] مدعیان شرافت دیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیتے تھے۔ (رحمۃ للعلمین)

[۲] آنحضرت ایک طرف بت پرستی کی برائی کرتے تھے۔ اور دوسری طرف بداخلاقیوں اور افعال ذمیمہ اور فخر و غرور سے نفرت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور منع کرتے تھے۔ اس سے قریش کی شان میں فرق آتا تھا۔ اور اُن کی عظمت اقتدار کی شاہنشاہی متزلزل ہوتی تھی۔ (دیکھو سیرت النبی از مولانا شبلی)

[۳] حاشیہ دیکھو اگلے صفحہ پر

خدا ہے اور واحد ہے۔ سمجھ میں آ نہ سکتا تھا ۔۔۔ کسی کی یہ نہ سنتے تھے کوئی سمجھا نہ سکتا تھا[1]

یہ اپنی ذات کو اشراف بھی تسلیم کرتے تھے ۔۔۔ مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے

گوارا تھا پڑے دام و دو سجدے میں جھک جانا ۔۔۔ رہِ حق میں قدم بھولے سے اُٹھ جائے تو رک جانا

حصولِ دینِ حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا ۔۔۔ جہاں میں اشرف المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا

گراں تھی سادگی اس قوم کی شانِ امارت پر ۔۔۔ امارت ہی نے اُکسایا تھا ان کو قتل و غارت پر[2]

نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریت کے ۔۔۔ علمبردار تھے دنیا میں دورِ جاہلیت کے

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۶۹) [3] ۔ مخالفت اسلام کا سب سے بڑا سبب جس کا اثر قریش بلکہ سارے عرب پر یکساں پڑتا تھا۔ کہ جو معبود سینکڑوں برس سے حاجت روائے عام و خاص بنے ہوئے تھے۔ جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے۔ اسلام انکا نام و نشان مٹاتا تھا۔ اور اُن کے بارے میں کہتا تھا۔ اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنینگے۔ (سیرت النبی)

[1] خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور۔ نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج کا مترتب ہونا ان کے نزدیک مسخر تھا۔ اور دہریے بھی عرب میں تھے۔ تین خداؤں کو ماننے والے بھی خدا اور انسان میں کشتی کرانے والے بھی حیات و موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرنے والے اور تین سو ساٹھ خداؤں کو ماننے والے بھی (رحمتہ للعالمین)

[2] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو برباد کرنا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس لئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور اُن میں جن لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اُسی قدر زیادہ سرگرم تھے۔ (سیرت النبی)

بظاہر غرورِ بیجا بھی نہ تھا

بظاہر کوئی بیجا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب میں شہرۂ جنگ آوری تھا دُور دُور ان کا

عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی
کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت خاندانی تھی[1]

زمیں پر دُور تک جھنڈے گڑے تھے ان کی جرأت کے
مقابل میں نہ تھا کوئی قبیلہ ان کی طاقت کے

بوقتِ جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے
سرِ میدان اپنے دشمنوں کا خُون پیتے تھے

یہ ہیبت ناک تھے سفّاک تھے جنگ آزمودہ تھے
ہزاراں بار سختی دیدہ و سنگ آزمودہ تھے

یہ جمعیّت جدھر بھی از پئے بیداد اُٹھتی تھی
فضا میں چار سو فریاد ہی فریاد اُٹھتی تھی

دھواں اٹھتا تھا چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے
فلک روپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے

قوی بازو بھی تھے تعداد بھی ان کی زیادہ تھی
اثر والے بھی تھے امداد بھی ان کی زیادہ تھی

---

[1] قریش کا ناز و غرور بہت بڑھ گیا تھا۔ سارے عرب بلکہ شام و دربار روم اور ایران تک ان کی ہستی جانی تھی۔ عرب میں بادشاہوں کے قافلوں اور مال کو لوٹ لیا جاتا تھا۔ مگر قریش مستثنٰی تھے۔ روم اور ایران میں ان کے مال تجارت پر محصول نہ تھا۔ اور قبائل ان کے اثر میں تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

برائے جنگ یہ گھر سے قدم جب دم اٹھاتے تھے — دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا شیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں — پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھا دی تھیں

کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں ان کی — شکستِ بدر سے فرق آگیا تھا شان میں ان کی

غضب تھا غیظ تھا غصہ تھا انکو اس ہزیمت پر — پڑی تھی ضربِ کاری قومیت کی قدر و قیمت پر

اٹھا لایا تھا پھر میداں میں جوشِ انتقام ان کو — بغیر انتقامِ بدر جینا تھا حرام ان کو[2]

اٹھے تھے دہر سے اسلام کی ہستی مٹانے کو — ہدایت کا چراغ نور پھونکوں سے بجھانے کو

یہ تیاری یہ لشکر اور یہ سامانِ جنگ ان کا — یہاں تک بڑھ کے آنا چڑھ کے آنا بے درنگ ان کا

یہ کیا تھا اک یقیں تھا ساز و ساماں اور کثرت پر — نمود و نام پر رنگ اور خوں پر شان و شوکت پر[1]

---

[1] ان کو رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ دنیا کیا کہیگی۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] بدر کے بعد ہر گھر ماتم کدہ تھا اور مقتولین بدر کے انتقام کے لئے مکہ کا بچہ بچہ مضطر تھا (سیرت النبی)

اِن کے ارادے

ہزیمت کو نشانِ حق نہیں گردانتے تھے یہ
کہ ان باتوں کو امرِ اتفاقی جانتے تھے یہ

یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے
کچل دینے مٹا دینے کی نیّت لے کے آئے تھے

اُحد کی جنگ کیا تھی انتقامِ وحشیانہ تھی
رعونت کے سمندِ ناز پر اک تازیانہ تھی

یہ آئے تھے خدا والوں کا استیصال کرنے کو
جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں انہیں پامال کرنے کو

وہ جس نے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سنایا تھا
اُسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا

یہ آئے تھے مسلمانوں کے قتلِ عام کی خاطر
یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا نمود و نام کی خاطر

لَا تَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ آلِ عمران

باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش

سرِ میداں نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا
نمود و نام والوں کا۔ شریفوں کا۔ کمینوں کا

قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے
جوانوں اور سامانوں کو میداں میں سجاتے تھے

جتاتے تھے۔ کہ ہم بھی ہیں۔ ہمیں بھی ماننا ہوگا
زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہوگا

ہم اپنی برتری منوائینگے شمشیر کے دم سے
اگر ہم کو نہیں تم مانتے۔ آؤ لڑو ہم سے

مسلمان

شریف انساں مساواتِ بنی آدم کے حامی تھے　　اخوّت کے مبلّغ تھے محبّت کے پیامی تھے

ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے　　ورق تاریخِ استبداد کا الٹانے آئے تھے

انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا　　ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافق

خبیثوں پر مگر اک گو مگو کا رنگ طاری تھا　　بندھی تھیں گھگیاں رُوحوں پہ خوفِ جنگ طاری تھا

یہ نکلے تھے فقط مالِ غنیمت کی اُمیدوں میں　　نہ تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں

نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرّائیں　　پسینے چھُٹ پڑے چہروں کے اوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا خدا کا رسُولؐ

مگر اللہ کا مرسلؐ، مگر اسلام کا ہادیؐ　　وہ جس کی ذات پر موقوف تھی بندوں کی آزادی

اُٹھا تھا ساری دُنیا کے مصائب دُور کرنے کو　　جفا کا آئنہ سنگِ وفا سے چور کرنے کو

وہ حملہ آوروں کی شوکت و حشمت سے واقف تھا
قریشی قوم کی بیباکی و جرأت سے واقف تھا

وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا
صداقت کا مبلغ تھا صداقت لے کے آیا تھا

اُس کے ساتھی

ہزار افراد اُس کے ساتھ نکلے تھے مدینے سے
انہی میں تین سو اشخاص تھے لبریز کینے سے

وہ ان کی نیتوں انکے ارادوں سے بھی واقف تھا
وہ ان فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا

مگر جب تک نہ پائیں ان کی نیتیں اللہ کی اقراری
شریعت ان سے کر سکتی نہ تھی اظہار بیزاری[1]

رسالت نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر اُن کے
کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر ان کے[2]

---

[1] رسول اللہ صلعم سے اکثر کہا گیا۔ کہ منافقین کو سزا دیجئے۔ ہمیشہ فرمایا۔ کیا وہ زبان (ظاہر) سے اللہ کا انکار کرتے ہیں (دیکھو طبری و طبقات)

[2] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن اُبی منافق کی حرکتوں سے غصہ میں بے تاب ہو گئے اور عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو۔ کہ محمدؐ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔ (سیرت النبی)

کانٹوں سے پھول

انہی کانٹوں میں امیدِ گلِ توحید تھی اسؐ کو
کہ ان کی نسل سے اسلام کی امید تھی اسؐ کو

زمینِ شور سے پیدا کیے تھے پھول بھی اسؐ نے
مرتب کی تھی اک جمعیتِ معقول بھی اسؐ نے

یہ جمعیت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر
اسی کی پیروی لیکن مقدّر تھی زمانوں پر

یہی جمعیتِ معقول یعنی سات سو انساں
خدا و مصطفیٰؐ پر آج ہونے آئے تھے قرباں

انہی پر اشرف المخلوق کا اطلاق ہونا تھا
انہی کو تا قیامت شہرۂ آفاق ہونا تھا

سکھا کر دردمندی اور شرافت کے اصول ان کو
سرِ راہِ شہادت لے کے آیا تھا رسولؐ ان کو

کفّارِ مکہ اور مسلمان آمنے سامنے

اُدھر نازاں تھے کثرت پر نمود و نام والے بھی
اِدھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی

نمود و شان و شوکت شور و غوغا اکثریّت کا
اقلیّت کی خاموشی تقاضا حسنِ نیّت کا

منافقین کا جماعت سے کترا جانا

کھڑے تھے اب منافق اسطرح اسلام سے ہٹ کر — سمٹ جاتا ہے جیسے ابر پردے صبح سے چھٹ کر

شہادت کیلئے غازی ہوئے جس وقت آمادہ — صفیں ہونے لگیں میداں میں بہرِ جنگ استادہ

برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آپہنچا — میانِ دوست و دشمن امتحاں کا وقت آپہنچا

ہوئے بہرِ جہادِ اسلام کے غازی جو صف بستہ — تو انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

نعرۂ منافقانہ

کیا ابنِ اُبیّ نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا — نکالا ڈھونڈ کر اس نے بہانہ بیچ نکلنے کا

پکارا "مشورہ میرا محمدؐ نے نہیں مانا — مجھے کچھ بھی نہیں سمجھا مجھے کچھ بھی نہیں جانا"[1]

---

[1] صفیں بندھنے لگیں۔ تو ابن ابیؓ نے گھر کا راستہ لیا۔ پکار کر کہا۔ محمدؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ اُن لڑکوں کی رائے پر میداں میں نکلے ہیں۔ جن پر جہاد بھی واجب نہیں۔ یہ کہہ کر شتر کی طرح آگے ہی آگے ہو لیا

(دیکھو طبری)

دیا تھا مشورہ میں نے مدینے ہی میں رہنے کا
وہاں پر کوئی اندیشہ نہیں تھا خون بہنے کا

محمدؐ نے کوئی عزت نہیں کی میری رائے کی
سہوں میں پڑا اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی

مری رائے نہ مانی رائے مانی چند لڑکوں کی
ہلاکت اب ہماری ہو گئی پابند لڑکوں کی

وہ لڑکے جن پہ عاید ہی نہیں فرضِ جہاد ابتک
ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد ابتک

محمدؐ اُن کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے
یہ ملّت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے

نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قریشی فوج کا پلّہ
مسلماں سہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی ہلّہ

نظر آتی ہے نسبت مجھ کو پربت اور رائی کی
بھلا دیکھو تو۔ یہ بھی کوئی صورت ہے لڑائی کی[1]

جو دانا ہیں وہ بچّوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے
ہمیں رکھئے معاف ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے

پیامِ موت ہے جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں
وہ مرجائیں جو مرنا چاہتے ہوں ہم تو چلتے ہیں

---

[1] ابن اُبیّ نے کہا ہم محمدؐ کی نصرت کرتے ہیں۔ مگر مدینے کے اندر رہ کر۔ یہاں لڑائی تو کوئی بھی نہیں ہے محض ہلاکت ہے۔ پھر جب لڑائی ہی نہیں تو نصرت کیسی۔ (ارشاد الحکمۃ)

فوجِ اسلام کا تاثّر

نمایاں کر کے انسانی کجی کو۔ اور کینے کو
منافق منہ پھُلا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو

وہ بزدل بے وفا غدّار جو ساتھ آئے تھے اِسکے
صفِ لشکر سے گھُنگٹ کھا کے اسکے ساتھ ہی کھسکے [1]

فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی کج ادائی سے
ہزار افراد میں سے تین سَو کی بے وفائی سے

صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابنِ اُبَیّ اور اُس کے ہمراہی

یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیّر رہ گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی

اُحد میں فوجِ مسلم پر یہ پہلی ضربِ کاری تھی
بقیہ فوج پر اس وقت اک حیرت سی طاری تھی

ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
کہ پورے تین سَو افراد نے یوں بیوفائی کی

---

[1] جب عبداللہ بن اُبَیّ اور اسکے ساتھی گھروں کو چل نکلے تو عمر بن حزام کے فرزند عبداللہؓ نے جو بنی سلمہ میں سے تھے۔ انکا پیچھا کیا۔ اور یہ کہتے چلے کہ برادران قوم میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں۔ اور وہ وعدہ جو رسول اللہ سے کیا تھا۔ دیکھو اپنی قوم سے منہ نہ موڑو اور اللہ کی راہ میں جانبازی دکھاؤ۔ دشمنوں کو پیچھے ہٹاؤ۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہاں ہمیں تو کوئی لڑائی بھڑائی نظر نہیں آتی۔ اگر لڑائی نظر آتی تو کاہیکو جاتے۔ آخر یہ مدینے میں جا گھسے اور عبداللہ نے پکار کر کہا۔ عزیزو! خدا تمہیں اسکی سزا دے گا۔ اور اللہ اسلام کو تمہارے تعاون سے بے نیاز کر دے گا۔

(دیکھو تفسیر القرآن علامہ رشید رضا مصری)

باب چہارم

احد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے — بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدمزاد باقی تھے

نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا ان میں — مگر یہ مطمئن تھے مصطفٰےؐ موجود تھا ان میں

ہزار افراد میں سے اِک تہائی کا نکل جانا — بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا

کوئی پروا نہ کی اس کی مگر اللہ کے بندوں نے — نظر حق و صداقت ہی پہ رکھی حق پسندوں نے

مقابل مشرکوں کے تھا ہی کیا اسلام کا لشکر ۔۔۔ اب اُس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر
اسی سے کام لینا تھا مگر محبوبِ داور کو ۔۔۔ دیا ترتیب آنحضرتؐ نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیر اندازوں کا تعیُّن اور تاکیدِ استقامت

پچاس افراد تیر انداز اک ٹیلے پہ ٹھہرائے[1] ۔۔۔ قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے
کہ یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو! ۔۔۔ مثالِ کوہ ڈٹ جاؤ یہاں اے کوہ مانندو!
مبادا اس طرف سے فوجِ دشمن حملہ آور ہو ۔۔۔ تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاور ہو
میری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے اُن سواروں پر ۔۔۔ کہ غفلت دیکھ لیں تو آ پڑیں غفلت شعاروں پر

---

[1] یہاں عینین کی پہاڑی تھی۔ جو لشکر کے بائیں جانب تھی۔ اور جس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی گھاٹی ہے دشمن تھے اندیشہ تھا۔ کہ دشمن ناگہاں پیچھے سے نکل کر حملہ نہ کر دیں۔ آپ نے پچاس تیر اندازوں کو یہاں مقرر فرمایا۔ اور تاکید کی۔ کہ یہاں جمے رہنا۔ (خاتم المرسلین)

آپ نے فرمایا۔ کہ مسلمان کامران ہوں یا ناکام۔ مگر تم اس گھاٹی سے نہ ہٹنا۔ آپ کے الفاظ یہ بھی تھے۔ اگرچہ تم دیکھو کہ پرندے لشکر (اسلام) کو اُچک کر لئے جا رہے ہیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو مشرک تم پر پلٹ پڑیں۔

(دیکھو تفسیر القرآن رشید رضا مصری)

تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم قائم یہیں رہنا ۔۔۔ بہم اک دوسرے کے متصل رہنا قریں رہنا

مسلماں جنگ میں مغلوب ہوں یا غالب آ جائیں ۔۔۔ بھگا دیں دشمنوں کو یا ہزیمت خود ہی کھا جائیں

ہماری فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو ۔۔۔ ظفر پیشِ نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو

منا ہی ہے تمہیں اس مرحلے کو چھوڑ دینے کی ۔۔۔ نہ کرنا جرأت اس عہدِ وفا کو توڑ دینے کی

در اندازوں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ ۔۔۔ رہو پشتے پہ قائم اور پشتیبان بن جاؤ

سوارانِ قریش اس راہ سے ہم پر اگر آئیں ۔۔۔ تو سب مردانِ تیر انداز اُن پر تیر برسائیں

بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے ۔۔۔ مگر رہوار تیروں کے مقابل رُخ نہیں کرتے[1]

شکست و فتح کی اچھی بُری کوئی بھی صورت ہو ۔۔۔ تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو

جمے رہنا اسی ٹیلے پہ ہر دم باخبر رہنا ۔۔۔ کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا

ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی ۔۔۔ رکھو تحدید اپنے نفس کی اپنے خیالوں کی

ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے ۔۔۔ یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے

---

[1] آپ نے فرمایا اگر سوارانِ قریش لشکر کی پشت سے حملہ آور ہونا چاہیں۔ تو ان کو چوڑے پھال کے تیروں سے مارو۔ گھوڑے تیروں کا رخ نہیں کرتے۔ (دیکھو ابن اسحٰق)

تیراندازوں پر عبداللہؓ بن جبیرؓ کا تقرر

غرض مردانِ تیرانداز پشتے پر ہوئے قائم — نظر ہیں تا کہ رکھیں درۂ محدوش کو دائم

کہے بہرِ نصیحت اور بھی کلماتِ خیر ان پر — معین کر دیئے افسر یہاں ابن جبیرؓ ان پر

بقیّہ فوج کی تقسیم

بقیّہ فوج کو ہادیؐ نے یوں تقسیم فرمایا — سلیقہ ربط و ضبطِ جنگ کا تفہیم فرمایا

جمایا سعدؓ کو اور بو عبیدہؓ کو مقدّم پر — جوانمردانِ ساقہ پر کیا مقدادؓ کو افسر

عکاشہؓ کو یمینی فوج پر مامور فرمایا — ابو سلمہؓ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا

زبیرؓ و حمزہؓ و حیدرؓ کو قلبِ فوج پر رکھا — ستارا ہر مجاہد کا اٹھا کر اوج پر رکھا[1]

---

[1] آپ نے ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو مقدمہ پر اور مقدادؓ کو ساقہ پر مقرر کیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدیؓ کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبدالاسدؓ کو میسرہ پر حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ۔ اور زبیرؓ کو قلب میں مقرر فرمایا۔
(دیکھو طبری)

علمبردارِ اسلام[1]

ہُوا ارشاد مصعب بن عمیرؓ۔ آگے بڑھو آؤ
تم۔ اِس فوج مجاہد کے علم بردار بن جاؤ

ہُوا فرطِ خوشی سے رنگِ رُخ گلنار مصعبؓ کا
کہ یہ پاسِ وفا۔ اللہ رے نادار مصعبؓ کا

جُھکے بوسہ دیا۔ سرکارؐ کے دستِ مبارک پر
مثالِ کوہ میداں میں ہوئے قائم علم لے کر

یہ جھنڈا صلح کا پیغام تھا دنیا تے ہستی میں
نشانِ حق پرستی تھا جہانِ خود پرستی میں

ارشاداتِ عالی[2]

مرتّب کر لیا جب لشکرِ اسلام ہادیؐ نے
سنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادیؐ نے

---

[1] آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو اُحد میں بھی علمبردار بنایا۔ (دیکھو طبری)

[2] آپ نے میدان اُحد میں جنگ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور تاکید فرمائی۔ کہ پہل نہ کی جائے۔ نیز مسلمانوں کو راستی اور راست شعاری اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے اور اکل حلال کی تاکید کی۔ اور فرمایا۔ کہ جہاد کے معنے ادائے فرض ہے جان و مال کے ساتھ + (دیکھو ارشاد الحکمۃ)

کہا جبتک نہ دشمن خود کرے اقدام لڑنے کا
ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا

بگوشِ ہوش سن لو یہ نصیحت اے مسلمانو!
کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی فزوں جانو!

بہر صورت اطاعت اور طاعت ذاتِ باری کی
علامت ہے خلوص و صدق کی پرہیزگاری کی

نصیحت ہے یہی وقتِ جہاد ایمان والوں کو
رہے یاد آیتِ حقّ العباد ایمان والوں کو

ذخیرہ خیر کا ہے یا مقام اجر و جزا کا ہے
یہ سب کس کے لئے اس کیلئے ہے جو خدا کا ہے

جہاد اُس کیلئے ہے جو خدا کی چاہ رکھتا ہے
فساد اس کیلئے جو حُبّ مال و جاہ رکھتا ہے

جسے ذوقِ یقیں اللہ پہ ہے اور قیامت پر
بوقتِ جنگ وہ قابض رہیگا استقامت پر

جو اپنے فرض کو سمجھے۔ جو اپنا فرض ادا کردے
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کردے

متاعِ رُشد و دانش جس کو مالک سے ہوا رزانی
مقدّر میں اسی کے ہے شہادت اور قربانی

شکست و فتح سے بے نیازی

خدا کے حکم پہ خلقِ خدا کے واسطے مرنا
بہت آسان ہے کہنا بہت دشوار ہے کرنا

جو حق کو دوست رکھتا ہے خدا ہے دوستدار اس کا
نظر ہے جسکی ناحق پر تو ہے شیطان یار اس کا

شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اُس کی مشیّت پر
نظر رکھو فقط حسنِ عمل پر حُسنِ نیّت پر

خدا ہر آن ہے نیّتوں کا جاننے والا
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصلِ اسلام ہے

شہادت ہی جہادِ فی سبیل اللّٰہ کی صورت ہے
برلئے فتح صبر و استقامت کی ضرورت ہے

مسلماں کا حصولِ مال و زر کیا ہے شہادت ہے
مسلماں کے لئے فتح و ظفر کیا ہے شہادت ہے

جہادِ راہِ حق کیا ہے غزا کیا ہے شہادت ہے
ہماری زندگی کا مدّعا کیا ہے شہادت ہے

اسی صورت سے نصرت کی طلب کرتے ہوئے نکلو
کہ ارشاداتِ باری کا ادب کرتے ہوئے نکلو

طاعتِ پیمبر، راستبازی اور راستی!

فقط خوشنودیٔ خالق اسی پر ہے مسلمانو | کہ پیغمبر[1] کرے جو حکم لازم اُس کو گردانو
تمہارے نفس پر جو فرض عاید ہے بجا لاؤ | نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ
میں ہر آئینہ خواہاں ہوں تمہاری[1] راستبازی کا | یہی دنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلوتہی تفرقہ و نفاق کی ممانعت

ادائے فرض سے پہلوتہی تاخیر و کوتاہی | ہیں ان سب کے نتائج ضعفِ ایماں اور گمراہی
نفاق و اختلافِ باہمی ہے خبثِ باطن کا | یہ اُن کے کام ہیں اللہ پر ایمان نہیں جن کا
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہرِ زر اندوزی | خدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح فیروزی
نہ ڈھونڈو آسرا راہِ خدا میں جز خدا کوئی | خدا کے قرب کا رستا نہیں اس کے سوا کوئی

---

[1] آپ نے فرمایا۔ میں ہر حالت میں تمہاری راست بازی کا حریص ہوں۔ (ابن اسحٰق)

رسولؐ کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرتِ حق کا پیمبرؐ کی اطاعت ہے
شفاعت اس کا حصہ ہے جسے حق پر قناعت ہے

پیمبرؐ جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جاؤ
پیمبرؐ روک دے جس کام سے فی الفور رک جاؤ

الگ تفریق سے رہ کر رہو ملّت سے وابستہ
کہ ہے فوز و فلاحِ دو جہاں کا اک یہی رستہ

موت و حیات اور حلال و حرام

خیالِ مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے
بغیر اذنِ خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے

بقدرِ یک نفس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی
بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی

مقدّر رزق جس کا جس قدر ہو کھا نہ لے جبتک
خدا کی نعمتوں سے اپنا حصّہ پا نہ لے جبتک

فرشتہ موت کا اُس پر مسلّطؐ ہو نہیں سکتا
بغیرِ حکمِ حاکم جانِ شیریں کھو نہیں سکتا

لہ آپ نے فرمایا کوئی ذی جان اپنا پورا رزق ایک ایک دانہ وصول کئے مر نہیں سکتا۔
(دیکھو طبری و طبقات و ابن اسحٰق)

تمہیں اس باب میں ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
حصولِ رزق میں پاکیزگی ملحوظ رکھنا ہے

مسلمانوں کے حصے میں فقط اکلِ حلال آئے
کمی بیشی کی صورت ہو تو رازق کا خیال آئے

نہیں گنجائشِ مالِ حرام[1] اسلام کے اندر
گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اسلام کے اندر

محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو
پیمبر تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو

گنہ آلودہ فکرِ رزق کی تم کو مناہی ہے
یہ تلقینِ پیمبر ہے بہ ارشادِ الٰہی ہے

مقامِ جنگ ہو یا صلح کا ہنگام ہو کچھ ہو
حصولِ رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو

طریقِ راستبازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو
صفا کا شیشۂ دل توڑ دینا منع ہے تم کو

مسلمانو یہ درسِ زندگی جب تک نہ بھولوگے
جہانِ کامرانی میں پھلوگے اور پھولوگے

صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو
دلوں کو نورِ جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو

صف آرائے قلب میدان میں استادہ ہو جاؤ
جہادِ فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ

جو تیرانداز ہیں۔ قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر
نظر تا اختتامِ جنگ ہو دشمن کے حیلے پر

---

[1] ۔ آپ نے فرمایا مالِ حرام حاصل کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے (دیکھو سیرت ابن اسحٰق)

بصد اصرار کی جاتی ہے تاکیدِ اکیدان کو   کہ ٹیلے سے نہ ہٹ کاڈے کسی منظر کی بیدان کو

خلافِ راہِ پیغمبر قدم جو بھی اٹھائے گا

کوئی رستہ نہ دیکھیگا۔ کوئی منزل نہ پائے گا

فوجِ غنیم کی ترتیب

قریشی جیوش کی تقسیم

ادھر کفارِ مکّہ نے سجایا فوج والوں کو   سنبھالا افسروں نے پیدلوں کو اور رسالوں کو

سپہ سالار ابوسفیان بصد فخرِ سپہ داری   سرِ میدان کرتا تھا نمودِ شانِ سالاری

دکھائی افسرانِ فوج نے تنظیم لشکر کی   ہوئی تھی رات ہی سے اسطرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اک یمیں پر جس کے خالد بن ولید افسر   مثالِ شیرِ غرّاں مستعد ہر دم جھپٹنے پر

وہ خالد جس کو اک دن خادمِ اسلام ہونا تھا
وہ جس کو فاتح ایران و مصر و شام ہونا تھا

ابد تک نام جس کا رشکِ مہر و ماہ بننا تھا
جسے اسلام کے ہاتھوں میں سیف اللہ بننا تھا

وہی خالد جو مظلوموں کا حامی ہونے والا تھا
قیادت میں اُسی کی ظالموں کا اک رسالہ تھا

مقدر تھی قیادت جس کو افواجِ الٰہی کی
وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیت تباہی کی

عکرمہؓ بن ابو جہل کا رسالہ

اسی صورت رسالہ میسرے پر بھی جمایا تھا
یہاں بوجہل کے فرزند کو افسر بنایا تھا

دماغ عکرمہ ابنِ ابوجہل آج کیا ملتا
کہ اس کو اب نظر آتا تھا بدلا باپ کا ملتا

خبر کیا تھی کہ اک دن مائل اسلام ہونا ہے
خدا کے غازیوں میں عکرمہؓ کا نام ہونا ہے

نہیں تھی تاب ابھی نورِ جہاں تابِ محمدؐ کی
قسم کھا کر چلا تھا قتلِ اصحابِ محمدؐ کی

۱؎ حضرت خالد بن ولیدؓ جو بعد میں اسلام لائے اور سیف اللہ مشہور ہوئے۔

۲؎ عکرمہ ابن ابی جہل جو اسلام کا شدید بدترین دشمن تھا۔ فتح مکہ کے بعد عفو عام کی صورت میں تھا۔ آخر مسلمان ہو گیا اور شام کے معرکوں میں اسلام کے لئے جنگ کی۔ (دیکھو طبری اور ابن اسحٰق)

سواروں کا پرا لے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی ‏ ‏ بڑا فتنہ تھا اعدائے رسولِ پاک میں یہ بھی

ابوسفیان اور کفار کے علمبرداریں جھڑپ

تھا شہرہ آلِ عبدالدار[1] کی شانِ شجاعت کا ‏ ‏ نشاں بردار ٹھہرایا گیا ان کو جماعت کا

قریشِ مکہ جب بھی تاخت پر تیار ہوتے تھے ‏ ‏ تو عبدالدار والے ہی علمبردار ہوتے تھے

انہی میں اک بہادر پہلواں کا نام تھا طلحہ ‏ ‏ عدوئے دینِ حق تھا دشمنِ اسلام تھا طلحہ

ابوسفیاں نے بلوایا اُسے اور ہنس کے فرمایا ‏ ‏ کہ اے طلحہ تمہارے امتحاں کا وقت بھی آیا!

ہم آئے ہیں یہاں پر انتقامِ بدر لینے کو ‏ ‏ تسلط میں نبوت کا مقامِ صدر لینے کو

علم[2] پر پر سرِ میداں اگر کوئی وبال آیا ‏ ‏ سمجھ لینا قریشی شان و شوکت پر زوال آیا

علم گر سرنگوں ہو جائے لشکر تھم نہیں سکتا ‏ ‏ بہادر سے بہادر کا قدم بھی جم نہیں سکتا

---

[1] قبیلہ عبدالدار کو قریش کی علمبرداری کا منصب حاصل تھا۔ (دیکھو طبری)

[2] ابوسفیان طلحہ بن عثمان سے (جو عبدالدار کا سردار تھا۔) کہا۔ تم اس لواء کو مضبوط پکڑو۔ یا ہمارے درمیان چھوڑ دو۔ کیونکہ جب نشان پہ زوال آئیگا۔ تو پھر قیام نہ ہوگا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد)

تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزت آج رکھنا ہے
ہماری اور اپنے خانداں کی لاج رکھنا ہے

ذرا دل تھام کر قرشی علم کو تھامنا طلحہ
کہ ہوتا ہے لڑائی میں قضا کا سامنا طلحہ

علمبردار ہی کے دم سے ہے بازی لڑائی کی
عَلم رکھ دو اگر ہمت نہ ہو جنگ آزمائی کی

نہ ہو ہمت تو لاؤ خود عَلم اپنا اٹھا لیں ہم
علمبردار لشکر اور ہی کوئی بنا لیں ہم

طلحہ کا جوابِ سخت

ابوسفیاں کے طعنے سے غضب میں بھر گیا طلحہ
زباں پر آئی گالی ضبط لیکن کر گیا طلحہ

کہا کیوں اسقدر باتیں بناتے ہو ابوسفیاں
سرِ میداں کمینہ پن دکھاتے ہو ابوسفیاں

علمبردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا
میں اس کو دیکھ لونگا جو عَلم لینے کی ٹھانے گا

میں واقف ہوں تمہارے حاسدانہ رنگِ خصلت سے
مجھے محروم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے

اگر مغلوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ
عَلم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیشہ

یقیناً فتح ہے تم اس لئے باتیں بناتے ہو
بہادر بنتے ہو تنتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو

شرارت ذقتِ نام و ننگ کرنا چاہتے ہو تم　　سرِ میداں مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تم
قسم ہے لات کی کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا　　کسی کو ہم علَم دے دیں گوارا ہو نہیں سکتا
علَم برداریِ جنگ آلِ عبدالدّار کا حق ہے　　تمہاری کدّو کاوش آج اس بارے میں ناحق ہے
نمود و نام کی تم ہم کو ترکیبیں سکھاتے ہو　　سپہ سالار بن کر شانِ استادی دکھاتے ہو
ہمارا فرض کیا ہے تم سے بہتر جانتے ہیں ہم　　بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم
حفاظت اس علَم کی ہے ہمارا کام ہم جانیں　　ہم اپنا نام اُچھالیں یا کریں بدنام ہم جانیں
تمہارے پیٹ میں اُٹھّے نصیحت کا مروڑا کیوں　　ہمارے کام میں اٹکاؤ تم آ آ کے روڑا کیوں
علَم کو لے سکو گے تم نہ منّت سے نہ جبریّہ　　ہٹو اب سامنے سے اس نصیحت کا ہے شکریّہ

ابوسفیان کا کھسیانا پن

ابوسفیاں ہُوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا　　کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو نہ پہچانا
اگر رکھّو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا　　تو اتنا یاد رکھّو ہم بنالیں گے علَم اپنا

کہا طلحہ نے لیکن وہ عَلَم جب بن کے آئیگا
اُسے بھی کوئی عبدالدّار والا ہی اُٹھائیگا

غرض یہ تو تُو میں میں ردّ و کد اور تیز گفتاری
ہوئی مشکل سے ختم اور پائی طلحہ نے علمداری

جہاں کبر و رعونت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے
یہ وحدت کے منافی ہے اسی کا نام دُوری ہے

عَلَم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدّار والوں نے
صفیں آراستہ کیں پیدلوں نے اور رسالوں نے

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی خودی کی خودنمائی تھی
بشر کی فطرتِ بد تھی مجسّم ہو کے آئی تھی

یہ معبودانِ باطل کی مدد کرنے کو آئے تھے
خدا کا آخری پیغام رد کرنے کو آئے تھے

بہت مرغوب تھا آئینِ باطل کا دوام ان کو
شکستِ بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو

یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنیوالوں کے
مخالف تھے ضعیفوں سے عنایت کرنیوالوں کے

سلہ طلحہ بن ابوطلحہ اور عبدالدار والے ابوسفیان کی بات سے سخت برافروختہ ہوگئے اس کو برا بھلا کہا۔ ابوسفیان نے کہا ہم نیا علم بنالیں گے۔ تو کہنے لگے کہ اگر تم نیا علم بنالو گے۔ تو اسے بھی سوائے ہمارے کوئی ہاتھ نہ لگانے پائیگا (ارشاد الحکمۃ)

انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی قتل و غارت بھی ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی

یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو یہ آئے تھے چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

گمانِ شعلۂ جوالہ ہوتا تھا کمانوں پر چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر

تبر نیزے اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں

تڑپ اٹھتی تھیں یوں برچھوں کی انیاں اُن کے شانوں سے عیاں ہوتا تھا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگِ نمائش

عمرو ابن عاص

نمایاں کر رہا تھا فخرِ جنگی جیش جیش اپنا ثقیف اپنا احابیش اور کنانہ اور قریش[1] اپنا

نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص انمیں بہت نامی بہت مشہور تھے عمرو ابنِ عاص ان میں[2]

---

[1] بڑے جھنڈے کے علاوہ احد میں قریش کے تین جھنڈے تھے قبیلہ احابیش اور ثقیف اور کنانہ اپنا اپنا علم اڑا رہے تھے (ارشاد الحکمۃ) اس لشکر میں ہر قبیلہ اپنا نشانِ امتیازی ظاہر کر رہا تھا۔ دیکھو (ارشاد الحکمۃ)

[2] عمرو ابن عاص قریش کا مدبر۔ جو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے خلاف سفارت لیکر گیا تھا۔ میدان جنگ میں آج موجود تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لایا۔ حضرت عمر کی خلافت میں فاتح مصر بنا۔ (مصنف)

وہی عمروؓ ابن عاص اک دن جنہیں اسلام لاتا تھا
مجاہد بن کے جن کو تا بہ ارضِ نیل جانا تھا

اُڑانا تھا زمینِ مصر پر اسلام کا جھنڈا
جنہیں کرنا تھا رومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا

وہی عمروؓ ابن عاص اپنی سرافرازی سے بے بہرہ
کھڑے دیتے تھے آج اپنے متاعِ کفر پر پہرا

آنحضرتؐ کے خاص مخالفین

پانچ سازشی

تھے شامل سب کے سب اعدائے آلِ عالیجنابؐ ان میں
نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب ان میں

رسولِ پاک پر حملے کی نیت کر کے آئے تھے
گھروں سے اپنے سامانِ اذیت کر کے لائے تھے

زیادہ تر تھے فکرِ صاحبِ لولاکؐ میں دشمن
پئے قتلِ نبیؐ ہر سُو کھڑے تھے تاک میں دشمن

یہ پانچ ابنِ شہاب و عتبہ و ابنِ حُمید اسدی[1]
اُبیّ ابنِ خلف جمحی و ابن قمیۂ لیثی

قسم کھائی تھی ان پانچوں نے کعبے کو گرانے کی
ہوا تھی ان سروں میں شمعِ عرفاں کو بجھانے کی

---

[1] اُبیّ ابنِ خلف جمحی۔ ابن قمیۂ لیثی۔ ابن شہاب۔ و عتبہ بن ابی وقاص یعنی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی اور ابنِ حمید اسدی نے باہم قول و قرار کیا تھا۔ کہ آج رسول اللہؐ کو شہید کر دینگے۔ (دیکھو طبری) (ابن ہشام طبقات ابن سعد)

ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے
کھڑے تھے کینہ جو لپٹے ہوئے اپنے گناہوں سے

کسی نے تیغۂ خونخوار پہلو میں دبایا تھا
کوئی تیر اور کوئی سنگ و فلاخن لے کے آیا تھا

چھٹا فتنہ

یہ پانچوں ہر طرح تیار تھے بیدار تھا فتنہ
علاوہ ان کے آج اک اور ناہنجار تھا فتنہ

چھپا کر حربہ اور صورت بنا کر بے زبانوں کی
کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں چٹانوں کی[1]

یہ وحشی تھا۔ غلام اُن سازشی افرادِ نامی کا
جو خونِ حمزہؓ سے دھوتے تھے داغ اسکی غلامی کا

---

[1] وحشی ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد)

باب پنجم

تقدیر کے مقابل تزویریں
آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے

سجائی جا چکی میداں میں فوجِ قریش آخر — سنبھالے افسروں نے بڑھ کے اپنے جیش آخر

قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی دیواریں — نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں

گھٹائیں ابرِ ظلمت بار کی میدان پر چھائیں — زبانیں اژدہوں کی برقیں بن بن کے لہرائیں

پناہِ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں
ضیائے مہر کے مدِ مقابل تن گئیں ڈھالیں

سروں پہ خود چہروں پہ چلم اور گرز شانوں پر
بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو بیٹھے تھے چٹانوں پر

برستی تھی عجب بدمنظری سی بدقماشوں پر
کمانیں دوش پر تھیں جسطرح کرگس ہوں لاشوں پر

یہ عقرب تھے کہ خنجر ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں
غضب کا جوش تھا نتھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوج آہن موج یہ فولاد کا طوفاں
خدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطاں

قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے
یہ سب کس کے مخالف تھے فقط اک کملی والے کے

مگر وہ کملی ؐ والا بھی زمانے سے نرالا تھا
زباں خاموش تھی لیکن اُسی کا بول بالا تھا

نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا۔ نہ شمشیروں سے خائف تھا
مرتّب کر کے لشکر۔ محوِ اَوراد و وظائف تھا

اُدھر جوشِ نمائش اور اظہارِ تجمُّل تھا
ادھر اخلاق عالی تھے متانت تھی تحمُّل تھا

اُدھر تیاریاں تھیں سازشیں تھیں اور تدبیریں
اِدھر لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ کی ہوتی تھیں تفسیریں

قریشی[1] عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہوئی نکلیں
تھرکتی دف بجاتی ناز دکھلاتی ہوئی نکلیں

حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں
دلوں پر لوٹتی اور پیچ بل کھاتی ہوئی نکلیں

ابوسفیان کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی
یہ بجلی آج اس ابرِ غضب کے آگے آگے تھی

نغمۂ زنانِ قریش اردو میں

ہم بجلیاں انوار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ یعنی زوجۂ ابوسفیان - اُم حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی - فاطمہ بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی - اور خالد کی بہن - برزہ بنت مسعود ثقفی صفوان بن امیہ کی بیوی - ریطہ بنت منبہ عمرو بن عاص کی بیوی - سلافہ بنت سعد طلحہ بن طلحہ علمبردار قریش کی بیوی - اور خناس یعنی مسلمانوں کے علمبردار اور مدینہ کے پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کافرہ ماں -

(دیکھو سیرت النبیؐ از شبلی اور خاتم المرسلین از شرر)

ہم دختریں ہیں نور کی ہم مشعلیں ہیں طور کی

ہم پیاریاں ہیں پیار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

چلتی ہیں قالینوں پہ ہم جیسے چلیں کبکِ دری

رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم باصد ادائے دلبری

ہم ہیں طلسمِ رنگ و بو

حسنِ نظر کی آبرو

مانگیں ہماری مشکبو

شعلے ہیں یا زیب گلو لڑیاں دُرِ شہوار کی

ہم بجلیاں انوار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زادیاں

افلاک کی شہزادیاں

دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے انسانوں کے سر

دینگی مبارک بادیاں

افلاک کی شہزادیاں

رکھے جو بستر کی طلب وہ جنگ کی سختی سہے

تمثال شیر پُر غضب خونریز و درندہ رہے

سینے پہ چرکے کھاؤ گے

ہم سے گلے مل جاؤ گے

گر بزدلی دکھلاؤ گے

آغوش بستر پاؤ گے اُجڑی ہوئی آبادیاں

ہم ہیں ستارہ زادیاں

افلاک کی شہزادیاں

غرض یوں ہند سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی ‏ ‏ستم کرتی ہوئی گذری غضب ڈھاتی ہوئی نکلی

یہ نکلی جسطرف نالے تھے فریادیں تھیں آہیں تھیں ‏ ‏کمان ابرو تھے ان کے اور تیر انکی نگاہیں تھیں

یہ افسوں کارگر نکلا یلانِ نامور جھومے ‏ ‏ھُبل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چومے

ابو عامرؔ[1] راہب میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کفر و دیں میدان کے اندر ‏ ‏قیامت ٹوٹنے والی ہی تھی اک آن کے اندر

(حاشیہ صفحہ ۱۰۴) [1] نحن بنات طارق ۔ نمشی علی النمارق ۔ مشی القطی البوارق ۔ والمسک فی المفارق ۔ والدر فی المخانق ۔ ان تقبلوا انعانق ۔ ونفرش النمارق ۔ او تدبروا نفارق ۔ فراق غیر وامق ۔ (ترجمہ) ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں ۔ نرم گدیلوں پہ چلتی ہیں جس طرح سفید سفید کبک چلتی ہیں ۔ ہماری مانگیں مشک بھری ہیں ۔ گلے میں موتیوں کے ہار ہیں ۔ اگر لڑائی کی طرف رخ کروگے ۔ تو ہم گلے سے لگائیں گی ۔ اور تمہارے لئے نرم بچھونے بچھائیں گی ۔ اور اگر منہ پھیروگے ۔ تو ہم تم سے جدا ہوجائیں گی ۔ جس طرح کوئی غیر محب جدا ہوتا ہے ۔ (دیکھو خاتم المرسلین)

[1] سب سے پہلے جس نے آغاز جنگ کیا ۔ فاسق ابو عامر راہب تھا ۔ جو مدینے ہی کے قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا ۔ اور مشرکین سے وعدے کرکے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کردونگا ۔ یہ دو سو سے زیادہ عکبیہ یعنی غلامان قریش ساتھ لیکر میدان میں آیا ۔ (دیکھو طبقات ابن سعد ۔ طبری ۔ کامل ابن اثیر)

یہ عالم تھا کہ نکلا صف سے بدگوہر ابو عامر
پرکھنے کو چلا اسلام کا جوہر ... عامر

فریب راہبیت کا لباس اس کے بدن پر تھا
خدا و مصطفےٰ پر طعن کافر کے دہن پر تھا

سواد و سو غلامانِ قریش اس کی مدد پر تھے
یہ ناہنجار اپنے شرک ہی کی غوتے بد پر تھے

بساطِ جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا
مقدس سانپ فخرِ نوعِ آدمؑ کے قریب آیا

غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اس نے
یہاں سے لشکرِ توحید پر ڈالی نظر اس نے

ابو عامر کی حیرت اور حسد

اگرچہ مختصر سی فوج تھی محبوبؐ داور کی
شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشید خاور کی

یہ کچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی
ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہرِ جانبازی

مہاجر بھی نظر آتے تھے۔ اور انصار بھی ان میں
کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی ان میں

کبھی اک دوسرے کو قتل کرنے میں قسائی تھے
مگر اب یہ نظر آیا۔ کہ باہم بھائی بھائی تھے

کبھی اک دوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ
یہاں اک دوسرے پر جان دینے کو تھے استادہ

انہیں مل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کس نے !
انہیں یک قالب و یک جان و یکدل کر دیا کس نے !

یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا طیش آ گیا اس کو
اخوت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اس کو

دل ناری میں خفت نے غضب کی آگ بھڑکائی
دھواں بن کر خباثت چہرۂ تاریک پر چھائی

فریب پارسائی کے دہن پر شیطنت بولی
مخاطب ہو کے اس نے اوس والوں سے زباں کھولی

ابو عامر کی تقریر[1]

ابو عامر ہوں میں اے میرے بچو میرے فرزندو
میری اک بات سن لو جنگ سے پہلے خردمندو

مجھے پہچانتے ہو میرا رتبہ جانتے ہو تم
زباں سے کچھ کہو۔ دل میں تو مجھ کو مانتے ہو تم!

تمہارے درمیاں رہتا تھا میں کیسے بھلے تم تھے
زمانہ تم سے دبتا تھا کچھ ایسے من چلے تم تھے

عرب کترا کے چلتے تھے مرے یثرب کی بستی سے
کہ ڈرتے تھے تمہارے سایۂ تیغ و دو دستی سے

---

[1] ابو عامر غلاموں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں آیا۔ اور اوس والوں کو مخاطب کر کے بولا "اے میری قوم میں ابو عامر ہوں" ۔ اور کہا "میری غیر حاضری میں قوم کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوا ہے"

(ارشاد الحکمۃ)

اگرچہ پشت ہا پشت[1] وخوں تھا اوس و خزرج کے گھرانے میں
مگر اک دھاک تھی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں

تم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے
بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے

تم آپس ہی میں جو لڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی
کہ مل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی

مگر افسوس تم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا
تمہیں بزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا

کبھی تم شیر تھے۔اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم
تمہیں کیا ہو گیا۔کیوں جاگتے ہیں سو گئے ہو تم

ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا
تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رعب قائم تھا

سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صلح و اخوت کا
حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے زور و قوت کا

نتیجہ دیکھ لو۔بھیڑوں کا گلہ جان کر تم کو
ضعیف و بیکس و بے بال و پر گردان کر تم کو

عرب کے لوگ اس بستی پہ حملے کر کے آتے ہیں
تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں۔جگاتے ہیں

مگر تم ہو۔کہ اس اُفتاد کو نعمت سمجھتے ہو
محمدؐ کی زباں کو آیۂ رحمت سمجھتے ہو

---

[1] اوس و خزرج اگرچہ ایک ہی خاندان سے تھے۔لیکن عرب کی فطرت کے مطابق ان میں خانہ جنگیاں تھی۔اور آپس میں خونریز لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔رسول اللہ نے ان میں صلح و صفا کی بنیاد ڈالی۔اور اسلام نے اُن کو خانہ جنگیوں سے باز رکھا۔
(رشاد الحکمتہ)

نہ ہونے سے میرے تم نے بہت سے رنج اٹھائے ہیں
قتالِ بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں

یہاں بھی آج اک بھاری مصیبت آنے والی ہے
قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے

تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی
پرائی آگ میں جلنا۔ کہاں کی ہے یہ دانائی

تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی
کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھائی بندوں کی

بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو مہمانوں کو
نصیحت میری مانو اب بچا لو اپنی جانوں کو

میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں
تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں

سو تم چل کے اپنے شہرِ عالیشان کے اندر
وہ باہم فیصلہ کر لینگے۔ خود میدان کے اندر

مجھے امید ہے۔ تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے
گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے

وہ دشمن ہے جو تم کو اس طرح میداں میں لاتا ہے
تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے

ابو عامر کی یہ تقریر تھی اک دامِ صیادی
گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کو روحِ آزادی

مسلماں جانتے پہچانتے تھے اس کی عیاری
اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکاری

اتر آیا تھا یہ شیطان پھر فرسودہ گھاتوں پر
ہنسے انصار اس بیہودہ کی بیہودہ باتوں پر

انصار کا جواب

حدِ برداشت سے جب یاوہ گوئی بڑھ چلی اسکی ۔۔۔ جوابِ صاف نے آخر مٹا دی بے کلی اسکی

جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیت کا ۔۔۔ یہ اک اظہار تھا، صدق و صفا و حسن نیت کا

کہا انصار نے "لا مرحبا" (مردود) "لا اھلاً"[1] ۔۔۔ "کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن"

کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر ۔۔۔ اڑا جامہ فریبِ دوستی کا دھجیاں ہو کر

اسی فقرے نے اس کی صورتِ اصلی عیاں کر دی ۔۔۔ اتارا زاہدِ مکار نے ملبوس ہمدردی

بھنویں سکڑیں بھنچے لب نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے ۔۔۔ پھر اُس سمت جس جانب کھڑے تھے اسکے گردیدے

چڑھا ایسا مزاجِ راہبِ کم ظرف کا پارا ۔۔۔ اٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پر مارا

غلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی ۔۔۔ تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گذاروں کی

---

[1] انصار نے ابو عامر کی ہفوات سن کر فقط اتنا کہا "لا مرحبا بك ولا اھلاً" یعنی تجھ کو فراخی دست نصیب نہ ہو۔ اور تیرا کوئی مونس نہ ہو۔

(دیکھو طبری و کامل ابن اثیر)

اُحدؔ[1] کی جنگ کا آغاز تھا۔ اِس سنگِ باری سے
فلک حیران تھا۔ اہلِ زمیں کی بدقماری سے

پتھر کا جواب پتھر۔ ابُوعامر کا فرار

اچانک یُوں جو پتھّر لشکرِ اسلام پر برسے
جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھّر سے

مقابل سے جونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بُزدل
نہ لائے تاب اِک ساعت میں منہ کی کھا گئے بُزدل

جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں۔ وُہی مغلوب رہتے ہیں
"کلوخ انداز را پاداش سنگ است" اسکو کہتے ہیں

بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
ابُوعؔامر[2] اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے

بظاہر مضحکہ انگیز تھا۔ یہ طرفہ نظّارا
صفِ اسلام نے لیکن نہ اس پر قہقہہ مارا

مزاجِ کفر و ایماں کی یہی توحدِّ فاصل تھی
کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت ان کو حاصل تھی

---

[1] ابو عامر پہلا شخص تھا جس نے اُحد میں ضرب کی بنا ڈالی۔ اس کے ساتھ غلامانِ قریش تھے۔ اور یہ سب مسلمانوں پر پتھر پھینکنے لگے۔ (کامل۔ ابن اثیر)

[2] مسلمانوں نے پتھر کے جواب میں پتھر ہی مارنے پر اکتفا کی۔ ایک ساعت پتھر چلے۔ ابو عامر اور اسکے ساتھی عبید (غلام) بھاگ گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

غلامی

غلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا
ثبات و صبر سے کوئی مصیبت سہہ نہیں سکتا

غلامی میں بشر عزت کے معنی بھول جاتا ہے
پہن کر طوقِ لعنت کا خوشی سے پھول جاتا ہے

غلامی سربلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کا گُر سکھاتی ہے

غلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر
ہراساں بزم کے اندر، گریزاں رزم کے اندر

غلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے
دلوں کو حسنِ استقلال پر شیدا نہیں کرتے

غلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے
عمل دیتی ہے لیکن حُسنِ نیت چھین لیتی ہے

غلامی ذوق کی قاتل۔ غلامی فکر کی دشمن
عدوئے خود شناسی اور خدا کے ذکر کی دشمن

غلامی عقل سے خالی۔ غلامی عشق سے عاری
غلامی طالبِ آرام جویائے ہوس کاری

جہادِ زندگی میں خنجرِ جلاد کے ڈر سے
غلام اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے خنجر سے

غلامی کی نگاہیں ماورائے شک نہیں جاتیں
الجھ پڑتی ہیں پردوں سے حقیقت تک نہیں جاتیں

غلامی اپنے ہاتھوں اپنی زنجیریں بناتی ہے ۔۔۔ پہن کر پھر یہ زیور ناچتی ہے اور گاتی ہے

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے ۔۔۔ یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے

کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلّاد ہوتا ہے ۔۔۔ غلام زر شہید ذوق استبداد ہوتا ہے

نہیں ہوتا ہے اسکے دل میں جذبہ جاں نثاری کا ۔۔۔ مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتّا شکاری کا

یہ صیدِ نرم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے ۔۔۔ مقابل شیر آجائے تو اکثر دم ہلاتا ہے

اسی صورت غلامانِ قریش آئے تھے لڑنے کو ۔۔۔ بزعم خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو

مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی

ہوئی سرد ایک ہی جھپکی میں گرمی ان دلیروں کی

ابو عامر کا فرزند حنظلہؓ[1]

ابو عامر کا بیٹا حنظلہؓ مردِ مسلماں تھا
یہ غازی بھی اُحد کے دن شریکِ اہلِ ایماں تھا

یہ قصہ پاک کرنا چاہتا تھا اُس فسادی کا
مگر پابند تھا مردِ مجاہد حکمِ ہادیؐ کا

اجازت کی طلب میں وہ رُخِ رحمت کو تکتا تھا
پسر لیکن پدر پر ہاتھ اُٹھائے ہو نہ سکتا تھا

اسی دستور کی ہر جنگ میں رحمتؐ تھی گرویدہ
پسر کے ہاتھ سے قتلِ پدر تھا ناپسندیدہ

رسالتؐ کا احسان

مسلماں ان کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پہ
مگر ہادیؐ کو آیا رحم انسانوں کی جانوں پہ

نہیں تھے ذوقِ آزادی سے بہرہ مند بیچارے
کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے

---

[1] ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے صاحب زادے حضرت حنظلہؓ اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی۔ لیکن رحمتِ عالمؐ نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبی)

نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالیجناب اُن کو
لہٰذا پتھروں ہی سے دیا اُن کا جواب اُن کو

پڑا چھوٹا سا اک پتھر ابو عامر کی چھاتی پر
دہن نے چیخ ماری اسکے دل کی بے ثباتی پر

بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں
غلاموں نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں

سراسیمہ ہراساں۔ ہانپتے۔ چوٹوں کو سہلاتے
پلٹ کر دیکھتے اک دوسرے کی ٹھوکریں کھاتے

غلامانِ قریش اپنی صفِ لشکر میں جا پہنچے
بڑی راحت ملی۔ زندہ سلامت گھر میں آپہنچے

آقاؤں کی بیدردی

قریشی فوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی
سب ان کو گالیاں دینے لگے ازراہِ بیدردی

بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہلِ لشکر کے
اڑائی ان کے سر پر خاک سب نے مٹھیاں بھر کے

ہنسی اُڑتی تھی جس جانب کو بھاگے تھا ابو عامر
ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا ابو عامر

قریشی فوج اس رنگِ ہزیمت سے تھی کھسیانی
مسلمانوں کا دل بڑھنے سے تھی ان کو پریشانی

بہادر بھی نرالے شان بھی ان کی نرالی تھی
کوئی ہنستا تھا ان پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

طلحہ علمبردارِ قریش کا طیش[۱]

علمبردار طلحہ ہو گیا غُصّے میں دیوانہ
مخاطب فوج سے ہو کر پُکار اُٹھا دلیرانہ

دلیرانِ قریش اپنے غلاموں کو نہ لڑواؤ
قصور ان کا نہیں ہے بیوقوفو! ہوش میں آؤ

غلاموں کو محاذِ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تم نے
مسلمانوں کو سمجھا تھا۔ مگر صیدِ زبوں تم نے

یہ ساری بیوقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی
ابو عامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی

یہ خدمتگار بے چارے قتال و جنگ کیا جانیں
غنیمت ہے یہی میداں سے لیکر آ گئے جانیں

ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹٹو کرائے کے
ضرورت پر نہ اپنے کام کے ہیں نے پرائے کے

یہ زندہ آ گئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے
انہیں چھوڑو۔ بھلا کیا فائدہ اب آنا کانی سے

انہیں چھوڑو تمہیں بدلا مسلمانوں سے لینا ہے
وطن والوں سے اور یثرب کے دہقانوں سے لینا ہے

وہ "بدلہ" سامنے ہے آج بچکر جا نہیں سکتا
محمدؐ آج کوئی معجزہ دکھلا نہیں سکتا

۱؎ طلحہ علم بردار قریش پکارتا تھا۔ کہ خود لڑنے کو بڑھو۔ غلاموں نے کبھی قتال نہیں کیا۔ اور نہیں کر سکتے۔ ان کو لشکر گاہ کی پاسبانی پر مقرر کیا جاتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں　　　بڑھو۔ آؤ مسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں

ابوسفیان تم اس راہب کی صورت دیکھتے کیا ہو　　　یہ بیچارہ تو ہے مٹی کی مورت دیکھتے کیا ہو

بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو　　　ہیں تیغیں منتظر روئے زمیں گلرنگ کرنے کو

اجازت دو۔ کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں　　　بہادر کے لئے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں

طریق بزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مجھ سے

جو چاہے وہ رہے چپکا رہا جاتا نہیں مجھ سے

بابِ ششم

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیّت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان

بڑھا غصّے میں طلحہ لشکرِ اسلام کی جانب
بُرا آغاز جل نکلا بُرے انجام کی جانب

علم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
صفیں جُنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی

اِدھر خورشید عالمتاب بامِ کوہ پر آیا
اُدھر تیغوں نے اُٹھ کر گرد یا میدان پر سایا

ادھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چھائیں
ادھر جوش و تحمّل کی نگاہیں اٹھ کے ٹکرائیں

طلحہ کی مبارز طلبی[1]

ابوسفیان کے دل میں تو یہی تھا آج منصوبہ
کہ ہو جائے اسی ریلے میں تشکیلِ جنگ مغلوبہ

مسلمانوں کی قلت کو یہ کثرت گھیر کر مارے
کوئی بچ کر نہ جائے کھیت میداں میں رہیں سارے

مگر روکا انہیں۔ ان کے علمبردار طلحہ نے
کیا پُرشور نعرہ کھینچ کر تلوار طلحہ نے

ٹھہر جاؤ۔ مجھے اپنا ہنر تو آزمانے دو
مسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو

صفیں مضبوط رکھو۔ اور تماشا دیکھتے جاؤ
گراتا ہوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ

رُکی فوجِ قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہ
غرور و ناز کا اک اور زینہ چڑھ گیا طلحہ

---

[1] علم بردار قریش نے بڑھ کر مبارز طلب کیا (رشاد الحکمۃ)

طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر

بالآخر اک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا — مسلمانوں کی جانب دیکھکر جھنڈے کو لہرایا

زرہ سینے کی۔ سر کا خود۔ چہرے کا جھلم چمکا — علمبردار کا سارا بدن زیرِ علم چمکا

پکارا اے مسلمانو! مجھے پہچانتے ہو تم — میں طلحہ ہوں! علمبردار سب کچھ جانتے ہو تم

میں آیا ہوں کہ تم کو گلشنِ جنّت میں پہنچا دوں — گلستاں کی کرا دوں سیر اور حوروں سے ملوا دوں

کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تم جو پاؤ گے — تمہارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ تم جنّت میں جاؤ گے

وہ جنّت جس میں حوریں منتظر ہیں ہر مجاہد کی — وہی جنّت جو بزمِ عیش ہے ہر خشک زاہد کی

اگر کافر کو تم نے مار ڈالا جنگِ باہم میں — تو وہ مرتے ہی سیدھا جائیگا قعرِ جہنّم میں

جہنّم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں — جہنّم جس میں انساں کو زہری سانپ ڈستے ہیں

جسے[1] جنّت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے — مجھے دوزخ میں بھیجے یا سوئے جنّت چلا جائے

---

[1] مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان بڑھ کے آگے آیا اور پکارا۔ اے اصحابِ محمد تمہارا اعتقاد ہے (دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۲۱)

بہت مشتاق ہوں میں دوستو دوزخ میں جانیکا
میری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا

مسلمانوں کا ضبط

یہ طعنِ سوقیانہ اور طرزِ اشتعال اس کی
یہ گستاخانہ استہزا۔ یہ آنکھیں لال لال اس کی

یہ نمرودی نمود اس کی یہ اندازِ خطاب اس کا
مسلماں جز جوابِ تیغ کیا دیتے جواب اس کا

اُٹھا سینوں میں شعلہ ہر طرف احساسِ غیرت کا
مگر آئینِ ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا

شہادت کی طلب میں غازیانِ شیر دل جھومے
نبیؐ کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چومے

حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلبِ مسلماں میں
نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میداں میں

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۰) کہ تمہاری تلواریں ہمیں دوزخ میں اور ہماری تلواریں تمہیں جنت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنت کا مشتاق ہے کہ میری تلوار اس کی آرزو پوری کرے۔ (خاتم المرسلین)

قریش کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا۔ کیوں مسلمانو تم میں کوئی ہے کہ یا مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھوں جنت میں پہنچ جائے۔

(سیرت النبی از علامہ شبلی)

علیؓ المرتضیٰؓ کا جوشِ جہاد

رسول اللہؐ کے روئے مبارک پر تبسّم تھا   زباں خاموش تھی لیکن نگاہوں میں تکلّم تھا

مجاہد منتظر بیٹھے تھے کس جوشِ محبت کا جاگے   کہ اتنے میں علیؓ المرتضیٰؓ صف سے بڑھے آگے

نگاہِ مصطفیٰؐ سے مرتضیٰؓ نے حوصلہ پایا   محبت نذر گزرانی۔ محبت ہی صلہ پایا

پئے تعظیم جھک کر اور ہادیؐ کی رضا لے کر   بڑھے شیرِ خدا میدان میں نامِ خدا لے کر[1]

نہ سینے پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا   فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

علیؓ اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعد تیار و آمادہ   ہوئے اس کے مقابل شاہِ مرداںؓ جا کے استادہ

کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابنِ ابی طالبؓ   یہ تم پر شوقِ جنت ہو گیا کیوں اس قدر غالب!

---

[1] طلحہ بن عثمان کے مقابلے کے لیے حضرت علیؓ نکلے (طبری)

جوانی میں ہوا کرتی ہے یہ دنیا بہت پیاری
تعجب ہے تمہیں دنیا سے کیوں ہے اتنی بیزاری

بہر صورت نہیں تم کو پسند آئین دنیا کے
تو مجھ کو بھی خوشی ہوگی تمہیں جنت میں پہنچا کے

سنبھل جاؤ۔ سنبھالو تیغ۔ میرے سامنے آؤ
کرو خود سیر جنت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ

تبسم زیر لب فرما کے حیدرؓ نے یہ فرمایا
ہمارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا

مگر ہاں[1] مضطرب ہے تو بہت دوزخ میں جانے کو
کہ روحیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو

دکھا طلحہ۔ دکھانا ہے اگر کوئی ہنر مجھ کو
کہ جانا ہے پھر اپنی منزل مقصود پر تجھ کو

علیؓ کی بات سن کر طیش سے تھرا گیا طلحہ
لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ

کہا غصہ دلاتی ہے یہ تیری گفتگو مجھ کو
یہ تیرا حوصلہ پہنچائے گا دوزخ میں تو مجھ کو!

کہا مولا علیؓ نے۔ ہاں یہی میرا ارادہ ہے
تسلی رکھ۔ تری خاطر در دوزخ کشادہ ہے

۱؎ حضرت علیؓ طلحہ کے مقابلے میں نکلے۔ تو کہا میں تجھے دوزخ میں پہنچائے دیتا ہوں

(ارشاد الحکمۃ۔ سیرت النبی)

علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصے میں لب نفر بر طلحہ نے | جما یا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے
مثال ابر کر جا تیغ بجلی کی طرح چمکی | نگاہیں جم گئیں اس جنگ پر مردان عالم کی
اُدھر تھیں کفر کی اپنے علم بردار پر آنکھیں | ادھر ایماں کی روتے حیدرؓ کرار پر آنکھیں
چڑھا تھا نشہ کافر کو شراب کبر و مستی کا | کیا فرق علیؓ پر وار شمشیر دو دستی کا

گری تدبیر منہ کھولے ہوئے تقدیر کے سر پر
ید اللہ نے لیا شمشیر کو شمشیر کے سر پر

اُدھر تھا زور باطل اور شیطاں کی ہوا خواہی | ادھر سینہ سپر ہو کر لڑی تیغ یداللّٰہی
بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی شمشیریں | اُدھر شیطاں کی تاویلیں، ادھر قرآں کی تفسیریں
تنزلزل تھا فضا میں ہول کی صورت ہویدا تھی | ہوا میں اک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی
جُدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے زنبیر تلواریں | کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اٹھتی ہیں نئی دھاریں

علم بردار تھا مغرور پختہ کاریٔ فن پر ۔۔۔ تسلّی تھی کہ مغفر سر پہ۔ چار آئینہ ہے تن پر

سمجھتا تھا۔ ابھی کم عمر ہے ابنِ ابی طالبؓ ۔۔۔ توقّع تھی کہ بس چھا جاؤنگا۔ آجاؤنگا غالب

حقیقت سے مگر نادان رکھتا تھا نہ آگاہی ۔۔۔ کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی یداللّٰہی

سنبھلنے کے لئے مُہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی ۔۔۔ مگر الجھاؤ سے یک بار نکلی تیغ حیدرؓ کی

اٹھی۔ اٹھکر کھنچی۔ کھنچ کر گری لوہے کے مغفر پہ ۔۔۔ یہ مغفر کٹ گیا۔ آئی ہوئی اب آگئی سر پر

سر خود سر کو توڑا۔ چہرہ کاٹا۔ حلق سے نکلی[1] ۔۔۔ صدائے الحذر ہر سُو زبانِ خلق سے نکلی

اٹھا عرشِ معلّٰے کی طرف چہرا پیمبرؐ کا ۔۔۔ زبانِ پاک سے نعرہ اٹھا اللہ اکبر کا[2]

اُٹھا اک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں

سمایا ہول قرشی پیدلوں میں اور رسالوں میں

---

[1] علیؓ نے چابکدستی سے ایک ایسی ضرب طلحہ کے سر پر لگائی۔ کہ اس کے سر میں تیر گئی۔ یہاں تک کہ سر اس کا ریش اور زنخ تک دو پارا ہو گیا (ارشاد الحکمۃ)

[2] حضرت علیؓ نے طلحہ پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینہ تک اتر گئی۔ اُس دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا۔ (تاریخ العمران)

طلحہ کی برہنگی اور علیؓ کی حیا اور مروّت

ابھی میدان میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ
ابھی اس خاک پر تھا مرغِ بسمل کی طرح طلحہ

برہنہ[1] پشت پر سے ہو گئی تھی لاش خود سر کی
نظر اس رنگ سے آئینۂ عبرت تھی حیدرؓ کی

حیا پروردہ آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلّت پر
علم اس کا اٹھایا ڈال دی مجروح پر چادر

عدو بھی ہو نہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں
خدا کا خوف تھا دل میں نبیؐ کا پاس تھا دل میں

دو لشکر دیکھتے تھے اس جوانمردی کا نظّارا
کہ بسمل پر دوبارا ہاتھ حیدرؓ نے نہیں مارا

سبق دے کر نگاہوں کو نگاہِ پردہ پوشی سے
شہِ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے

ادھر تکبیر تھی زیبِ زبانِ پاک پیغمبرؐ
علم اسلام کا لہرا رہا تھا فرقِ اقدس پر

لگائے لشکرِ توحید نے تائید کے نعرے[2]
فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

---

[1] علی المرتضیٰ نے اسے برہنہ دیکھ کر رحم کیا اس پر دامن جھنڈے کا ڈال کر چلے آئے ایسی حالت میں کہ ابھی اس میں جان باقی تھی۔ واپسی پر بغیر قتل کئے چلے آنے کا سبب پوچھا گیا تو علیؓ نے کہا مجھے اس کی برہنگی سے شرم معلوم ہوئی۔ مگر اس ضرب سے خدا اس کو ضرور دوزخ تک پہنچا دیگا۔ (رشاد الحکمۃ)

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصّے میں دیوانی
ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی

صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
جنوں بن کر نمایاں ہو گئی اب خبط کی صورت

غضب کے غیظ کے غصّے کے نعرے ہر طرف گونجے
صدائے دف اُٹھی نقّار خانے صف بصف گونجے

بڑھے تیر و کماں لے لے کے پیدل بھی رسالے بھی
مگر تھے مستعد بہرِ قتال اللہ والے بھی

اُٹھی خاکِ زمیں یک بار قصدِ آسماں لے کر
مسلمانوں کی قلت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اسلام کا جھنڈا

صفِ اوّل پہ تھے تشریف فرما ہادیِ اکرم
ہوا کو دے رہا تھا جنبشیں اسلام کا پرچم

یہ جھنڈا تھا خدا کا مصطفٰے کا اور قرآں کا
مٹانے آیا تھا نام و نشاں فرعون و ہاماں کا

یہ جھنڈا تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شاہنشاہ کا جھنڈا

یہ جھنڈا خاکیوں پر نور برسانے کو آیا تھا
سرِ مخلوق پر یہ رحمتِ باری کا سایا تھا

شریفوں نے بنایا تھا شریفوں کی حمایت میں
ضعیفوں نے اٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں

یہ جھنڈا آدمی کو امن کا پیغام دیتا تھا
مساوات واخوت کی صلائے عام دیتا تھا

یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشاں ظلِّ الٰہی کا
اسے دعویٰ تھا بہرِ دو جہاں عالم پناہی کا

غلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو
زبانِ محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو

رسالت کے سرِ اقدس پہ لہراتا ہوا جھنڈا
شعاعیں نورِ ربّانی کی برساتا ہوا جھنڈا

جھنڈے کا گیت

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا
قرآنی فرمان کا جھنڈا

سب سے اونچی شان کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

ماں سے پیارا جان سے پیارا   دل کا نور آنکھوں کا تارا

دو جگ میں عزّت کا سہارا

نامِ خدا کا جھنڈا

دین کا اور دنیا کا اجالا   حرمت والا عزّت والا

سب سے اونچا سب سے بالا

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے   ظلم کا بادل چھٹ جاتا ہے

جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

لہرائے گا اوج کے اوپر　　دریا کی ہر موج کے اوپر

میداں کی ہر فوج کے اوپر

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

غازی رن میں اڑ جاتا ہے　　اس کا پرتو پڑ جاتا ہے

جب دھرتی پر گڑ جاتا ہے

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

نارِ تعصّب سرد کرے گا کوہِ ستم کو گرد کرے گا

زنگِ حسد کو زرد کریگا

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

او ظالم مغرور ستم گر! دیکھ مسلمانوں کا لشکر!

لہراتا ہے جس کے سر پہ

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا مزدور کا حامی مظلوم و مجبور کا حامی

نار کا دشمن نُور کا حامی

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

ارشادِ ہادیؐ پر مسلمانوں کی تیر افگنی

بڑھی فوج قریشی جب برائے جنگِ مغلوبہ
رسولؐ اللہ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ

صحابہ سے رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا
ابھی ٹھہرو تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا

خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہو دھنی تم بھی
کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی

نہ کھاؤ خوف کثرت سے نہ ہو آزردہ قلّت پر
شکست و فتح ہے موقوف استقلالِ ملّت پر

برائے جنگ ایمائے امامِ انس و جاں لے کر
ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر

قریشی فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آتی تھی
بلند و پستِ وادی پر اُترتی چڑھتی آتی تھی

بالآخر لاشۂ طلحہ پہ آپہنچے یہ دیو انے — لگے بے ساختہ کھباز مینۂ تیروں کا برسانے

مگر دینا پڑا جلد اپنی تندی کا حساب ان کو — لب سوفار سے ملنے لگا ان کا جواب ان کو

سزا پانے لگے ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں سے — قضا پیدا ہوئی مظلوم انسانوں کے ہاتھوں سے

کماں کھینچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی — فضا میں بے تحاشا ایک بجلی کوند جاتی تھی

کمانوں سے ادھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی — سنائی دیتی تھی یک دم پرِ دنکی سنسناہٹ سی

فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر — بیک جنبش نظر لے لیکے جاتے تھے نشانوں پر

قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے — پیاپے چیخ کر اور گھر ُگھڑاتے لہرا کے گرتے تھے

مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا[1] — دلوں میں بیٹھتا تھا۔ یا کلیجوں میں سماتا تھا

ہوا میں گونجتا تھا شور و شیون اہل باطل کا — نظر آتا تھا منظر ہر طرف مرغان بسمل کا

قریشی فوج اُس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی — باذن اللہ قضا اللہ والوں کی مدد پر تھی

---

[1] بعض تیر اندازوں کا بیان ہے کہ ہم اپنے تیروں کو نگاہ کرتے تھے۔ جو تیر ہم ان کے خیل پر چلاتے تھے ہم نے کسی تیر کو نہیں دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہو یعنی خالی نہ جاتا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھُواں بن کر سُلگنی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
مقابل موت تھی پیچھے مُڑے ہٹنے لگے دشمن

قریشی بیدلوں نے کھا کے گھنگٹ اب جو منہ موڑے
زمیں پر آ رہے اسوار بدکے اس طرح گھوڑے

قریشی عورتوں نے جب یہ مُردوں کا سماں دیکھا
جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوفِ جاں دیکھا

بڑھیں ان بُزدلوں کی بُزدلی پر طیش کھا کھا کر
زمیں سر پر اٹھالی دف بجا کر اور گا گا کر[1]

کسی کے لب پہ گالی تھی کسی کے منہ میں قسمیں تھیں
انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں تھیں[2]

دیئے مردوں کو طعنے عورتوں نے اس قیامت کے
قدم اکھڑے ہوئے تھے گڑ گئے مارے ندامت کے

صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جمنے لگیں آخر
جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

---

[1] ہند اور اس کی ساتھ والیاں طبل و دف بجا بجا کر اور گا گا کر لوگوں کو جوش میں لاتی تھیں مردوں کو آمادہ جنگ کرتی تھیں اور واقعات بدر یاد دلاتی تھیں (ارشاد الحکمۃ)

[2] ان کے ہاتھوں میں سرمہ دانیاں اور سلائیاں تھیں جب ان کے مردوں میں کوئی بھاگتا نظر آتا۔ تو یہ چیزیں ان کو پیش کرتیں اور کہتیں سنگار کرو۔ تم مرد نہیں عورت ہو۔ (ارشاد الحکمۃ)

ابوشیبہ کی علم برداری

مگر حملے کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی
علَم فوجِ قریشی کا نظر آتا نہ تھا کوئی

علَم نے ڈھانک رکھا تھا علَم بردار کا مُردہ
اسے بڑھ کر اٹھاتے یہ کسی کا تھا نہ دِل گُردہ

ابوشیبہ علَم بردار طلحہ کا برادر تھا
جواں تھا پہلواں تھا صاحبِ ہمت دلاور تھا

بہت صدمہ تھا اسکو اپنے بھائی کی ہلاکت کا
کبھی دیکھا نہیں تھا مرحلہ ایسی نزاکت کا

قریشی فوج پر اس وقت اک سکتہ سا چھایا تھا
علَم اب تک کسی نے بھی نہیں جاکر اُٹھایا تھا

قریشی عورتوں کے طعن سنکر اس کو ہوش آیا
علَم بردار اب میں ہوں ابوشیبہ کو جوش آیا

نمود و نام نے اُکسا دیا جرأت دکھانے کو
ابوشیبہ بڑھا میدان سے جھنڈا اُٹھانے کو

نظر آئی سرِ میدان عبرت کی یہ نیرنگی
علَم جس دم اٹھایا نعشِ طلحہ ہو گئی ننگی

علَم اُٹھا تو اُٹھی ساتھ ہی اک موجِ بیداری
قریشی عورتیں اس دم علَم کے گرد تھیں ساری

ابوشیبہ علَم کو لے کے اپنی فوج میں آیا
قریشی عورتوں نے دف بجائی اور رجز گایا

(حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۳۶ ابعد)

ابو شیبہ مبارز طلب کرتا ہے

ابو سفیان نے اک تقریر کی لشکر کو گرمایا — دلائی عکرمہ کو شرم خالد کو بھی سمجھایا
بڑھا اب پھر یہ لشکر لشکرِ اسلام کی جانب — اُسی باطل ارادے سے اُسی اقدام کی جانب
صفِ کفار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر — صحابہؓ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر
یہ دیکھا تو ابو سفیان نے روکا فوج والوں کو — ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو
مسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب — عَلَم بردار ہی بڑھ کر مبارز کا ہوا طالب
پکارا میں ابو شیبہ ہوں میں طلحہ کا بھائی ہوں — مجھے سب جانتے ہیں سنگدل ہوں اور قسائی ہوں
علمبردار طلحہ سست رگ تھا خانداں بھر میں — نہ تھی وہ شان اُس میں چاہیئے جو ایک افسر میں

(حاشیہ صفحہ ۱۳۵) علمبردار طلحہ کے بعد ابو شیبہ بن عثمان نے مشرکین کا علم اٹھایا۔ اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی تھیں۔ وہ یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا — علمبردار کا فرض ہے۔ کہ نیزے کو خون میں رنگین کر دے
اَنْ تَخْضِبَ الصَّعْدَةَ اَوْ تَنْدَقَّا — یا وہ ٹکرا کے ٹوٹ جائے۔ (سیرت النبی)

معمر ہو چکا تھا اور بہرِ حرب ناکارہ — علیؑ کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا

مسلمانو! علیؑ کے زورِ بازو پر نہ اتراؤ — اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ

جنابِ حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت

یہ سُن کر شیرِ حق نے جانبِ ہادیؐ نظر ڈالی — کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرتِ عالیؐ

کہ اتنے میں جنابِ حضرتِ حمزہؓ نے عجلت سے — نکل کر صف سے مانگا اذنِ میداں شاہِ رحمتؐ سے

گذارش کی۔ کہ اے سچے رسولؐ اے ہادیٔ کامل! — جہادِ فی سبیل اللہ میں اک بوڑھا بھی ہے شامل

مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی — اسی دن یہ قسم اس بندۂ عاجز نے کھائی تھی

کہ جب تک فیصلہ کوئی سرِ میداں نہ ہو جائے — جہادِ حق میں یا حمزہؓ کی جاں قرباں ہو جائے

مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی — مجھے سوگند ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی

میرا روزہ ہے اے محبوبِ باری تیسرے دن سے — نہ کھولونگا یہ روزہ جنگ جبتک کر نہ لوں ان سے

سلہ روایت ہے کہ حمزہؓ نے قریش کے حملہ کی خبر سن کر نیت کی تھی کہ جنگ و جہاد و قتال کے بعد روزہ افطار کرینگے جسدن لشکر قریش احد پر آیا تو اسی روز سے صائم تھے اسی صورت میں مقابلہ کیا اور شہید ہوئے (ارشاد الحکمۃ)

منقبد ہے مری ہستی تمنا ئے شہادت میں
میں خود حائل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں

سر میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مرد پیر ہی دیگا جواب اس لن ترانی کا

سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغ زباں کی ضرب ہے کاری

میری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بردباری کی
اجازت دیجئے بہر خدا میدان داری کی

اجازتِ میداں اور حضرت کے تاثرات

اجازت عم پیغمبر نے اس انداز سے چاہی
کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا زورِ یداللّٰہی

صدائے مرحبا و حبذا تھی بر لبِ حیدر رضؓ
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عم پیغمبر

جلالت دیدنی تھی مصطفےٰ کے عمّ عالی کی
جمالِ ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی

سوالی کون - اپنی جان دینے کا تمنائی
سوالی کون - ابو طالب کا - عبداللہ کا بھائی

وہ حمزہؓ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر

رسولِ پاک کے چہرے سے اک رقت نمایاں تھی
یہ وہ رحمت تھی جسکی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی

نگاہیں مضطرب۔ ہلکا تبسم روئے زیبا پر
تصوّر مطمئن تھا۔ مرضیٔ عرشِ معلّیٰ پر

ہوا ارشاد اے عمِّ خجستہ فام بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجے نصرتِ اسلام بسم اللہ

یہ اقدامِ شہادت بر سبیلِ حسنِ نیّت ہے
محمدؐ اس پہ راضی ہے۔ جو اللہ کی مشیّت ہے

فراقِ عارضی سب کے لیئے اک دن مقرر ہے
ملاقات اب لواء الحمد کے نیچے مقدّر ہے

یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہؓ کی پیشانی

وفورِ نورِ حق سے چہرۂ حمزہؓ چمک اٹھا
جلا کندن نے پائی۔ یہ زرِ خالص دمک اٹھا

کفار پر حمزہؓ کا رُعب

مسرّت کا عجب عالم تھا اسلامی غضنفر پہ
کہ لہراتا تھا ایک بالِ شترمرغ آپ کے سر پر

لڑائی میں یہ حمزہؓ کا نشانِ امتیازی تھا
کہ حمزہؓ شیر دل تھا۔ نازشِ مردانِ غازی تھا

ابوسفیان نے دیکھی شکل حمزہؓ کی تو گھبرایا
ابوشیبہ کے اقدامِ دغا پر دل میں پچھتایا

پکارا اے ابوشیبہ سنبھل کر دو بدو ہونا
بڑی ترکیب سے اس جنگجو کے رو برو ہونا

یہ حمزہؓ ہے بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا
بہت خونخوار ہے اس تیغ دامن دار سے بچنا

کہیں تیزی ہیں اس کے ہاتھ سے چرکا نہ کھا جانا
کسی صورت اسے لڑتے ہوئے پیچھے لگا لانا

ابوشیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پاکر
سنبھالا اپنے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر

نظر ڈالی مگر حمزہؓ نے جس دم سامنے آکر
تو دل سینے کے اندر رہ گیا یک بار تھرّا کر

حمزہؓ اور ابوشیبہ

کہا تو شکوہ کرتا تھا علیؓ کی نوجوانی کا
تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا

مناسب تھا کوئی بوڑھا جواں کے سامنے آئے
تقابل تاکہ محرومِ توازن ہی نہ رہ جائے

بہادر بن کے استعمال کر زورِ جوانی کو
کہ حاضر ہے یہ مردِ پیر تیری قدردانی کو

ابوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی
یہی طرزِ شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی

جواب اس نے دیا اے حمزہؓ تو مردِ دلاور ہے
بہادر ہے جری ہے بحرِ جرأت کا شناور ہے

کیا ہے قتل تو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو

ہماری قوم تیرے خون کی پیاسی ہے مدت سے[۱] | گھروں میں کانپتے ہیں بال بچے تیری دہشت سے

بہت اچھا کیا تو خود ہی میداں میں نکل آیا | میرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا

تری بدقسمتی نے تجھ کو میداں میں نکالا ہے | تجھے خوں ریزیوں کا آج بدلا ملنے والا ہے

تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا | جواں ہو یا کہ بوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا

کہا حمزہؓ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی | میں تیرے سامنے موجود ہوں حسرت نکال اپنی

میں خود ہی دیکھ لونگا جو مرا اللہ دکھائے گا | یقیں رکھ بھاگ کر میداں سے تو مجھ کو نہ پائیگا

یہ میداں ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی | دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی

تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر | قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر

شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مردِ مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

۱؎ ابوشیبہ بن عثمان قریش کے علمبردار نے حمزہؓ سے کہا میں تم ہی کو ڈھونڈتا تھا کیونکہ تو نے بدر میں قریش کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا ہے۔ (تاریخ العران)

ابو شیبہ اور حمزہؓ کی جنگ

بڑھی اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی

وہ غافل ان کو سمجھا تھا۔ مگر ہشیار تھے حمزہؓ
یہ گھاتیں جانتے تھے آزمودہ کار تھے حمزہؓ

وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش میں یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا

بنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی۔ دیا جھٹکا
ابو شیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے پٹکا

کہا۔ بانکے جواں بیدل نہ ہو اوسان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ

بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلے کی مانند ابو شیبہ
ہوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابو شیبہ

اُدھر کافر کا پنجہ قبضۂ شمشیر پہ آیا
اِدھر دستِ مسلماں خائفِ تقدیر پر آیا

اُدھر بھی تیغِ لنگر دار باہر میان سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی

اُدھر گو یا دہانِ غار سے اک اژدہا نکلا
اِدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰؑ کا عصا نکلا

پڑا اب سایۂ شمشیرِ دامستدار حمزہؓ پر
ابو شیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہؓ پر

اُٹھا کی تیغ حمزہؓ نے بھی گا نٹھی تیغ دشمن سے
صدا سب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے

اچانک دستِ چابکدست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے دھوپ میں اک کوندنی لپکی

جھٹکا یا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جا گرا تیغ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر

شکستِ تیغ سے کافر کے منہ پر چھا گئی زردی
لگی راہِ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جوانمردی

برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سرِ حمزہؓ پہ دے مارا

جنابِ حمزہؓ کا رُوئے مبارک اک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا

زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
اِدھر نوری بڑھا آگے اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پئے امداد ابوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ

بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صفِ لشکر
ابوشیبہ ہٹا پچھلے قدم سوئے صفِ لشکر

اُدھر انبوہ بڑھتا آرہا تھا گھیرنے والا
اِدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منہ پھیرنے والا

ابو شیبہ کا قتل

کیا حمزہؓ نے پھر اک نعرۂ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمّتِ مردانہ میداں میں

ابو شیبہ ابھی تک قُربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا

کہا اے نوجواں اک پندِ پیرانہ تو لیتا جا
جہنّم کی طرف جاتا ہے۔ پروانہ تو لیتا جا

ابو شیبہ رُکا۔ امداد ملنے کے بھروسے پر
جمائے پھر قدم اس نے نکالا داب سے خنجر

پہنچ جائینگے امدادی بڑی امّید تھی اس کو
مگر حمزہؓ کی تیغِ تیز نے مُہلت نہ دی اس کو

رگری شمشیرِ پُرتنویر۔ ابو شیبہ کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا۔ اپنی مصیبت ٹالدی سر پر

پڑی سر پہ تو سر نے بھی بتائی راہ گردن کی
اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھولدی تن کی

سرِ گردن سے کیا لینا تھا اس تیغِ ہلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی قلب و جگر کی دیکھا بھالی کو

بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
کٹا سینہ ترشتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا

یہ قطعِ راہ کر کے سینۂ پُرکینہ میں آئی
کلیجہ نکلا [illegible] گھبرائی

جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی

زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا یا نکل آئی
بزیر ناف سپیدھا راستہ پایا نکل آئی

دکھایا عدل اس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرتِ حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اُٹھا تھا زعم یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر
پڑا تھا خاک پر وہ منکرِ توحید دو ہو کر

نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
تڑپتے تھے اِدھر ٹکڑے۔ اُدھر تھا سرنگوں جھنڈا

کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوجِ دشمن کے
مقابل ہو گئے روباہ۔ مردِ شیر افگن کے

یہ قربِ فوجِ دشمن تھا۔ اکیلے تھے یہاں حمزہؓ
غضنفر تھے نگران بکریوں کے درمیاں حمزہؓ

دکھا دی لشکروں کو شانِ فنِّ جنگ حمزہؓ نے
کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہؓ نے

وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں
گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں ایک ساعت میں

جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے
یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر
تہیّہ کر لیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر

اِدھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں پُر تپا دیکھا

علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جنابِ حمزہؓ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا

قریشی فوج میں پھر جنگِ مغلوبہ کی تیاری
جنابِ حمزہؓ کی تنہائی اور جوشِ فداکاری

یہ سب کچھ ہو رہا تھا فاصلے پر دُور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادیؐ میں

مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے ضبط کے مارے
مگر مجبور تھے پابندِ حکمِ ضبط تھے سارے

نبیؐ کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلماں تھی
نظر آیا۔ کہ دستِ نور میں ایک تیغِ برّاں تھی[1]

---

[1] کفار مسلمانوں کی تیر اندازی سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور علمبردار بڑھ بڑھ کر لڑ رہے تھے۔ عین اس وقت جب ابو شیبہ بن عثمان حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کفار نے بڑھکر غلبہ کیا۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جوش دلایا اور ایک تلوار جو حضور کے دستِ مبارک میں تھی دکھا کر فرمایا۔ کون اس تلوار کا حق ادا کریگا۔ (تاریخ العمران)

رسالت کی تلوار[1]

رسول اللہ نے یہ تیغ اُٹھائی اور فرمایا
مسلمانوں بڑھو آگے بڑھو وقتِ قتال آیا"

نبیؐ تلوار دینا چاہتا ہے اس دلاور کو
رکھے ملحوظ جو میدان میں فرمانِ داور کو"

کوئی ہے تم میں جو تکمیلِ آئینِ وفا کر دے؛
جو اس تلوار کا حق آج میداں میں ادا کر دے[2]

جیّد صحابہ کو اس تلوار کی حسرت

یہ سن کر ہر مجاہد کو ہوئی شمشیر کی حسرت
ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت

اکابرؓ نے نبیؐ کے روئے پُر تنویر کو دیکھا
بڑے ارماں، بڑی اُمید سے شمشیر کو دیکھا

---

[1] آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر لکھا تھا ؎

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَفِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَۃٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدَرِ

(نامردی موجبِ ننگ اور حملہ آوری موجبِ شرف ہے
حالانکہ نامردی میں بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں مل سکتی)

[2] اس تلوار کو دکھا کے آپؐ نے فرمایا کون شخص اس تلوار کو لے کے اس کا حق ادا کرے گا۔ (خاتم المرسلین)

تھا دریا موج زن ہر دل میں شوقِ بے نہایت کا
بنوں اے کاش میں ہی آج موردِ اس عنایت کا!

یہ بیتابی ہوئی پیدا دلِ فاروقِ اعظمؓ میں[1]
کہ آئے سر جھکائے خدمتِ سالارِ عالمؐ میں

گذارش کی۔ کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو
ہمیشہ بندۂ احسان ہوں میں مجھ سے عنایت ہو

مگر سرکارؐ نے انکار کے الفاظ فرمائے
تو یہ حسرت لئے خدمت میں اکثر نامدار آئے[2]

بصد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا
مگر اللہ کے محبوبؐ نے انکار فرمایا[3]

اُحد میں آج کیا مدِ نظر تھا کوئی کیا جانے
خدا جانے خدا کا بھید۔ یا پھر مصطفیٰؐ جانے

بھلا اب کس کی جرأت تھی کہ جرأت سے بڑھے آگے
سبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے!

نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پردے میں پنہاں ہے،
کہ جس کی دست بوسی کے لئے یہ تیغِ عریاں ہے،

ادھر تھی جامِ حسرت ہی سے محفل دم بخود ساری
لبِ ساقی پہ تھا دریائے تکرارِ صلا جاری

---

[1] حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت زبیرؓ اور بہت سے صحابہ کبارؓ نے حضرتؐ سے اس تلوار کی خواہش کی مگر آپؐ نے انکار فرمایا
(رشاد الحکمۃ)

[2] حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت علی المرتضیٰ کرم اور دیگر مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا۔ مگر آپؐ نے کسی کو یہ تلوار نہ دی۔
(خاتم المرسلین)

[3] آنحضرتؐ نے دستِ مبارک میں تلوار لے کر فرمایا۔ کون اس کا حق ادا کرتا ہے۔ اس سعادت کے لئے دفعۃً بہت سے ہاتھ بڑھے۔
(سیرت النبی)

بندھی تھیں اہلِ جرأت کی امیدیں دستِ اشرف سے — یہ عالم تھا۔ کہ نکلے بُو دجانہؓ آخری صف سے

ابو دجانہؓ کو عطائے شمشیر

کہا سرکار اس تلوار کا حق جانتا ہوں میں — فقط حق ہی اسے مطلوب ہے پہچانتا ہوں میں

میں اس کا حق ادا کر دونگا دین و جان و ایماں سے — کہ داغِ خونِ ناحق لے کے آؤنگا نہ میداں سے

مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو — عطا کر دی گئی یہ تیغِ بُرّاں بُو دجانہؓ کو[1]

ابو دجانہؓ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشۂ خوشی کا بودجانہؓ جوش میں جھومے — جُھکے تلوار لے لی۔ اور دستِ مصطفےٰؐ چومے

لپیٹا سُرخ کپڑا گردِ سر اس مردِ اکملؓ نے — اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے[2]

---

[1] یہ فخر ابو دجانہؓ کے نصیب میں تھا (سیرت النبی) ابو دجانہؓ نے عرض کیا میں اس کا حق ادا کرونگا (خاتم المرسلین)

[2] اس غیر متوقع عزت نے ان کو مغرور کر دیا۔ سر پر سُرخ رومال باندھا۔ اور اکڑتے تنتے ہوئے نکلے۔ (سیرت النبی)

تبسم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقتِ جہاد آیا

اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری[1]

اِشارہ کر کے میداں کی طرف دستِ پیمبرؐ نے
کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے

بڑھو تم بھی خدا کا نام لے کر اے مسلمانو!
خدا و خلق کی خاطر ادا کے فرض کی ٹھانو!

فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نکلو
سرِ میداں رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو

تیر اندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پُشتے پہ تیر انداز جمعیت
نہیں لازم اسے ہرگز عدولِ حکم کی نیت[2]

مجھے اندیشہ ہے ان تیر اندازوں کے دستے سے
کہیں ٹیلا نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے

مناسب ہے تمہیں قولِ پیمبرؐ دل نشیں رہنا
جہاں ٹھہرا دیا ہے تم کو۔ تم قائم وہیں رہنا

---

[1] آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چال خدا کو سخت ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے (سیرت النبی)

[2] جب عام حملے کے لئے جمعیتِ اسلام کو حضرتؐ نے حکم فرمایا۔ تو پھر ایک مرتبہ تیر اندازوں کے قریب آ کر فرمایا ہرگز ٹیلا نہ چھوڑنا اور فرمایا۔ کہ خدا کو تم پر شاہد کرتا ہوں (ارشاد الحکمۃ)

اگر نکلے سواران قریشی کا کوئی دستہ　　تو لازم ہے۔ کہ تیر انداز روکیں پشت کا رستہ
ہماری فوج فاتح یا شکست انجام ہو۔ کچھ ہو　　گرفتاری کا منظر ہو۔ کہ قتل عام ہو۔ کچھ ہو
تمہیں ہر حال میں قائم یہاں رہنا مناسب ہے　　سمجھ لو نیّت و اعمال کا اللہ محاسب ہے
بتاتا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار ان پر　　حق تبلیغ پورا ہو چکا ہے بار بار ان پر

اُحد میں پہلی جنگ مغلوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوبؐ داور نے　　کیا اقدام میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے
وہاں حمزہؓ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوج اعدا کا　　تھپیڑا سہہ رہا شیرِ حق ہر موج دریا کا
اُٹھا اک نعرۂ تکبیر میدان شہادت میں　　بڑھی فوج مسلماں اپنے ہادیؐ کی قیادت میں
اُدھر سے جھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل　　اُحد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا ایک ٹڈّی دل
کمالِ شانِ ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں　　کہ حمزہؓ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں
جدھر اٹھتا تھا پائے حمزہؓ دشمن ہٹتے جاتے تھے　　اُبھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

علمبرداران قریش کی جرأتیں

قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
پڑی پھرتی تھیں شعلے جنگ کے میداں میں بھڑکاتی

قریب اک دوسری کے آخر کار آگئیں فوجیں
تلاطم ہو گیا برپا بہم ٹکرا گئیں موجیں

گتھا اک اک مسلماں سات سات اعدائے ملت سے
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے!

کھنچیں تیغیں اٹھے خنجر چلے نیزے تنیں ڈھالیں
کٹے مغفر پھٹے سینے چھٹے بازو کھنچیں کھالیں

ادھر بندے تھے رحمٰن کے ادھر پیرو تھے شیطاں کے
بہم دست و گریباں تھے مظاہر کفر و ایماں کے

اٹھایا تھا علم کفار کا طلحہ کے بیٹے نے
ابھارا جنگ کے فتنے کو اس قسمت کے ہیٹے نے

مثالِ شعلۂ جوالہ ہر جانب لپکتا تھا
زرہ بکتر سجے تھے خود بھی سر پر چمکتا تھا

پڑی جونہی نگاہِ حضرتِ سعدِ وقاص اس پر
کیا اک تیر چلّے سے رہا بالاختصاص اس پر[1]

کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اس نے
مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جز عدم اس نے

---

[1] ابن طلحہ کے بیٹے عثمان نے علم قریش اٹھایا۔ حضرت سعدؓ وقاص نے ایک ایسا تیر مارا۔ کہ زبان باہر نکل آئی۔
(ارشاد الحکمۃ)

در آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی | گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اسکی اجل آئی

یہ بسمل خاک پر تڑپا، تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا | مسافع ابنِ طلحہ نے اٹھایا اب یہی جھنڈا[1]

نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابن افلح رضؓ نے | علم خاکِ مذلّت پر گرایا ابن افلح رضؓ نے

مگر مردانِ عبدالدّار تھے غصّے میں دیوانے | علم کے گرد تھے جیسے ہوں گردِ شمع پروانے

علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا | جھپٹ کر ہر کوئی اُسکی جگہ لینے کو آتا تھا

کلاب[2] اک فرد کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا | زبیر ابنِ عوامؓ اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا

شریح[3] قارظہ تھا فوج قریشی میں بڑا کامل | نہایت تمکنت سے اس لواء کا وہ ہوا حامل

جنابِ حیدرِ کرّار رضؓ کے ہاتھوں گیا مارا | پڑی وہ ضربِ کاری کھُل گیا کافر کا بھنڈارا

بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی | تو دونوں لشکروں کو اک عجب صورت نظر آئی

علم سے باطنی رشتہ علم بردار کا ٹوٹا | گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چھوٹا

---

[1] اب مسافع ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا۔ اس کو ابن افلح نے قتل کیا۔ (تاریخ العمران)

[2] کلاب ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا۔ تو زبیر ابن عوامؓ نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا (تاریخ العمران)

[3] شریح قارظہ جو قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا۔ علم لے کر بڑھا۔ اس کو حضرت علی رضؓ نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ (تاریخ العمران)

عَلَمِ باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کُشت و خوں کرنا
فریضہ تھا مسلمانوں کا اس کو سرنگوں کرنا

اٹھا لیتے تھے عبدالدّار والے یہ عَلَم بڑھ کر
مگر غازی بھی کر دیتے تھے سرانِ کا قلم بڑھ کر

کبھی حمزہؓ نے سردارانِ عبدالدّار کو مارا
کبھی شمشیرِ حیدرؓ نے عَلَم بردار کو مارا[1]

نصیبہ قومِ فتنہ جُو کا کبھی اُبھرا کبھی ڈوبا
یہی معلوم ہوتا تھا۔ ابھی ڈوبا۔ ابھی ڈوبا

تباہی دیکھ کر اس رنگ سے اپنے گھرانے کی
رہی جرأت کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اٹھانے کی

کیا جانے لگا اتلافِ جاں سے اجتناب آخر
یہ دیکھا تو بڑھا ان کا غلامِ نا صوابؔ آخر[2]

اگرچہ آلِ عبدالدّار کا یہ زر خریدہ تھا
مگر مشہور تلوریا تھا۔ حرب و ضرب دیدہ تھا

اُٹھایا جنگ کا جھنڈا پکارا فوج کو اس نے
بتوں کا نام لے لیکر اُبھارا فوج کو اس نے

---

[1] کفار کے عَلَم بردار لڑ لڑ کر قتل ہوتے جاتے تھے۔ تاہم عَلَم نہ گرنے پاتا تھا (سیرت النبی)

[2] صواب غلام بنی عبدالدار تھا۔ اُحد میں غلامانِ قریش میں سے اسی نے قتال کیا (تاریخ العمران)

جنونِ مرگ بے ہنگام جب دیکھا سوار اس پر ہوا سایہ فگن دامانِ برقِ ذوالفقار اس پر[1]
پڑا تھا اب یہ خود بھی اور علم بھی فرش کے اوپر علم اسلام کا اڑتا تھا۔ اوجِ عرش کے اوپر

علمبردارِ اسلامؓ

یہ سرافراز تھا حامل تھے مصعب بن عمیرؓ اس کے علیؓ تھے راست پر اور دستِ چپ بیٹھے زبیرؓ اسکے
یہ جھنڈا اڑ رہا تھا ہر طرف ارشادِ ہادیؐ پر نمایاں تھا برابر ہر بلند و پستِ وادی پر
علم کے سائے میں اس طرح وقفِ جنگ تھے مصعبؓ کہ دامانِ بہارِ زخم سے گلرنگ تھے مصعبؓ
قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے درپے تھا کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا
قریش آ آ کے گرتے تھے ہجوم اندر ہجوم اس پر جھپٹتے تھے کمال تندہی سے زاغ و بوم اس پر
مگر مصعبؓ کے بازو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے
جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے نہ شمشیرِ صف کی صف الٹ جاتی تھی آگے سے

---

[1] صواب۔ غلام بنی عبدالدار نے قریش کا علم اٹھایا۔ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا (ارشاد الحکمۃ)

حضرت ابو دجانہؓ اور حقِ شمشیرِ رسالت

صحابہؓ[1] دیکھتے تھے جاں نثاری بو دجانہؓ کی — کہ تھی بیٹھی ہوئی اک دھاک اِس مردِ یگانہ کی

رسول اللہ کی بخشی ہوئی شمشیر چلتی تھی — تو گویا آسیائے گردشِ تقدیر چلتی تھی

وہ سب افسر جو بنیادِ فسادِ جاہلانہ تھے — وہی جنگِ اُحد میں زیرِ تیغ بودجانہؓ تھے

سرِ مقتل تلاش ان کو تھی ایسے بدنہادوں کی — کہ جن کی ذات دُنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی

جو پیچھے رہ کے قرشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے — وہ فتنے آج اس تلوار کے سائے میں آتے تھے

چھپے تھے اس شکاری کے شکار انبوہ کے اندر — در آئے بودجانہؓ بار بار انبوہ کے اندر[2]

وہ اصلی سرغنوں کو دور ہی سے تاک لیتے تھے — انہی کو زیرِ تیغِ صاحبِ لولاکؐ لیتے تھے

---

[1] آنحضرتؐ نے جب تلوار ابو دجانہؓ کو تفویض فرمائی۔ تو اُن صحابہؓ کبار میں سے بعض جن کو حضورؐ نے تلوار دینے سے انکار فرمایا تھا تفحص میں رہے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ ابو دجانہؓ کا قتال غزوۂ اُحد میں واقعی اس شان کا تھا۔ کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آسکتا (ارشاد الحکمۃ)

[2] ابو دجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشہ گراتے چلے جاتے تھے (سیرت النبی)

عطائے خاص کا پورا ادب ملحوظ رکھا تھا کہ حق تلوار کا ہر حال میں محفوظ رکھا تھا

در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں رندانہ وہ تنہا جنگ کرتے تھے یگانہ پلنگانہ

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دف بجاتی تھیں[1]

نظر آیا جو اب میدان میں کٹتا ہوا رقیمہ ابوسفیاں کی زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ[2]

نظر آنے لگا تھا رنگ کچھ بیرنگ میداں میں تو اس عورت نے پہنا تھا لباسِ جنگ میداں میں

کھڑی تھی مرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے بھگوڑے قرشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے

نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو تو بڑھ کر پیش کر دیتی تھی اپنی چوڑیاں اس کو

زبانِ طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی دلا کر شرم اس کو آگ میں پھر جھونک دیتی تھی

---

[1] زنانِ قریش ہند زوجہ ابوسفیان کی معیت میں تھیں۔ اور دف بجاتی کبھی صفوں کے آگے کبھی پیچھے ہو جاتی تھیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ہند قریش کو بھاگتے دیکھ کر گھبرائی ہوئی کبھی ادھر کبھی ادھر دوڑتی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

ابو دجانہؓ ہندؔ کو قتل کرنیکا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے بو دجانہؓ کی نظر اس پر ۔۔۔ وہ سمجھے فوجِ دشمن کا اسے کوئی بڑا افسر
جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کی ہلاتا ہو ۔۔۔ بجھی چنگاریوں کو اپنی پھونکوں سے جگاتا ہو
وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے ۔۔۔ بزورِ دست و بازو توڑ کر ہر ایک صف نکلے
قریب ہندؔ پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا ۔۔۔ کہ آ میرے مقابل او فسادی اور فریب آرا
کہاں چھپ کر کھڑا ہے دیکھ عزرائیل آ پہنچا ۔۔۔ یہ تیرے ذبح کو فرزندِ اسماعیلؑ آ پہنچا
یہ سن کر ہندؔ کے ہوش اُڑ گئے۔ لرزہ ہوا طاری ۔۔۔ قضا کو سامنے دیکھا۔ تو بھولی ہیکڑی ساری
پکاری میں تو عورت ہوں مجھے مارو نہ اے بھائی ۔۔۔ یہاں چپکی کھڑی ہوں میں تو لڑنے کو نہیں آئی
یہ کہکر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی ۔۔۔ حنائی ہاتھ کی سُرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی
جنابِ بو دجانہؓ پر کھلا اب آنکھ کا دھوکا ۔۔۔ کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کو روکا

لہ ابو دجانہؓ نے کہا۔ وہ لوگوں کو گالیاں دیتی۔ کوستی اور شرم دلاتی تھی۔ تب میں نے اس پر تلوار اٹھائی۔ اور میں اسے مرد جانتا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

توقیرِ شمشیرِ رسولؐ

کہا معلوم ہے کو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی
تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خوئے خونریزی

طرح بہرِ شفیعِ دو جہاںؐ دیتا ہوں میں تجھ کو
تو کوئی بھی ہو اد عورت۔ اماں دیتا ہوں میں تجھکو

یہ شمشیرِ رسالتؐ ہے ستودہ اور محمودہ
کرونگا میں نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ[1]

تلاشِ گردنِ مردانِ پختہ کار ہے اس کو
ضعیفوں۔ عورتوں۔ بچوں پہ اُٹھنا عار ہے اسکو

عیاں فرما کے جوہر اہلِ ایماں کی بسالت کا
جھکے اور قبضہ چوما جھوم کر تیغِ رسالتؐ کا

پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر سعد کہ آرا
جہاں اُمڈی ہوئی تھی آبِ تیغِ تیز کی دھارا

مسلماں متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گنا زاید تھے مشرک اہلِ ایماں سے
مگر مُنہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے

---

[1] ابو دجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہند سامنے آگئی۔ اس کے سر پر تلوار رکھکر اٹھا لی۔ کہ رسول اللہؐ کی تلوار اس قابل نہیں۔ کہ عورت پر آزمائی جائے۔ (سیرت النبی)

صحابہؓ جنگ میں اک دوسرے کے تھے معاون بھی ۔۔۔ برائے فوج کثرت وحدتِ ملت کے ضامن بھی

رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظ دشمن سے ۔۔۔ اسی باعث تھا ابتک ہر کوئی محفوظ دشمن سے

خراشِ جسمِ مسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو ۔۔۔ تھا اپنی جان سے بڑھکر اخوت کا خیال ان کو

نظر اک دوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی ۔۔۔ مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی

یہی تھا ربطِ باہم ان کے استحکام کا باعث ۔۔۔ یہی تھا اس جہاں میں غلبۂ اسلام کا باعث

اخوت نے کئے تھے اس طرح دل متحد ان کے ۔۔۔ کہ میداں میں زمین و آسماں بھی تھے مِمد ان کے

مشرکین کے قدم اکھڑ گئے

صحابہؓ یوں گرے تھے لشکرِ کفار کے اوپر ۔۔۔ کہ بھاری ہو رہا تھا اک مجاہد چار کے اوپر

شکستہ[1] دل تھے خنجر حوصلے ٹوٹے تھے بھالوں کے ۔۔۔ تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے

چُبھیں نتھنوں میں انیاں سیخ پا ہو کر پھرے گھوڑے ۔۔۔ سواروں کو گرایا سر کے بل جبدم گرے گھوڑے

---

[1] علم برداروں کے قتل اور حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ کے بے پناہ حملوں سے فوج قریش کے پاؤں اکھڑ گئے۔
(سیرت النبی)

قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری
زرہ پوشی بنی تھی اور بھی وجہ گرانباری

قدم اکھڑے تو کام آئیں نہ لنگر دار شمشیریں
کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں

سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رخ سے جھلم پسے کے
گرے یوں سنگدل کھا کھا کے چرکے اور مر مر کے

مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں
قریشی سورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں

خالد کی بے بسی[1]

مدد پران کی خالد کا رسالہ بار بار آیا
کبھی سوئے میمن جھپٹا کبھی سوئے یسار آیا

قریشی فوج کی حالت سے خالد کو اذیت تھی
اچانک پشت پر یلغار کر دینے کی نیت تھی

مگر ہر مرتبہ منہ دیکھتا تھا نامرادی کے
کہ پشتے پر تھے پشتیبان تیر انداز ہادیؐ کے

بگولے کی طرح ہر بار چکّر کھا کے آتا تھا
مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لوٹ جاتا تھا

---

[1] خالد بار بار آتا تھا۔ تاکہ سفح سے نکل کر پیچھے سے حملہ کرے۔ مگر تیر انداز تیر مار کر پھر پھیر دیتے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

خالد کئی مرتبہ آیا اور تیر اندازوں نے ہنکا دیا۔ (طبری و کامل)

رسالہ عکرمہ کا دیے رہا تھا ساتھ خالد کا[1] ۔۔۔ کہ لینا تھا اسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا

نصیب ان کو ہوئی تھی نامرادی اور ناکامی ۔۔۔ کہ پشتے پر جمے تھے تیر اندازانِ اسلامی

مقامِ سخت گھاٹی تنگ تھی اور فرش پتھریلا ۔۔۔ رسالوں اور لڑنے والوں میں حائل تھا یہ ٹیلا

یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہِ پاک ہادیؐ میں ۔۔۔ مقامِ امتحاں تھا یہ احد کی تنگ وادی میں

اسی باعث ہوئی تھیں تیر اندازوں کو تاکیدیں ۔۔۔ کہ پشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں اُمیدیں

رسول اللہ کو معلوم تھی کفّار کی نیّت ۔۔۔ اسی باعث یہاں رکھی تھی تیر انداز جمعیّت

سواروں نے تو رہواروں پہ توڑے قمچیاں کوڑے ۔۔۔ مگر ہر مرتبہ سوفار کھا کھا کر گرے گھوڑے

یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رخ نہ کرتے تھے ۔۔۔ قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے

جب آیا اس طرف گھاٹی کے اندر گھر گیا خالد ۔۔۔ نہ پایا راستہ مایوس ہو کر پھر گیا خالد[2]

---

[1] عکرمہ کا رسالہ خالد کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] خالد اور عکرمہ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر بار بار مقام سفح سے نکلنا اور مسلمانوں پر آپڑنا چاہتے تھے۔ مگر ٹیلے کے تیر انداز ان کو کسی طرف بڑھنے نہ دیتے تھے۔ (تاریخ العمران)

اقلیّت ظفر مند تھی

ادھر جمعیتِ اسلام تھی مصروفِ جانبازی　　بسانِ حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے اب غازی

ہنکاتے مارتے زور آوروں کے وار رد کرتے　　ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرتے

قدم دھرتی پہ مضبوطی سے دھرتے بڑھتے جاتے تھے　　قریشی فوج کا ستھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبیؐ نگرانِ کار تھا

وجودِ پاک ہی روحِ جہادِ اہلِ ایماں تھا　　صحابہؓ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشید درخشاں تھا

نہ جانے کھولنا منظور تھیں وہ کون سی گرہیں　　کہ سر پر خود تھا، زیب بدن تھیں آج دو زرہیں

کمان و تیر و ترکش، نیزہ و شمشیر جیراں تھے　　مہم غیر معمولی کے یہ سب سازو ساماں تھے

مگر اسؐ نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک　　کسی کی ذات پر خود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک

حفاظت ہی اُسے مطلوب تھی مظلوم مِلّت کی　　بٹھا دی دھاک اُسؐ نے لشکرِ کثرت پہ قلّت کی

وہ شاہد تھا بروئے کارزار اپنی جماعت کا ۔۔۔ کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شفاعت کا

لباسِ جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی ۔۔۔ بظاہر تو یہاں پر فتحمندی ہی کی صورت تھی

مسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکرِ اسلام منصور و مظفر تھا[1] ۔۔۔ قریشی فوج ہر سو منتشر تھی حال ابتر تھا

قدم اکھڑے ہوئے جمتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے ۔۔۔ سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے تھم ہی نہ سکتے تھے

گروہِ حق نے پستی پر گرایا اوجِ باطل کو ۔۔۔ کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا فوجِ باطل کو

قریش اب ہٹتے ہٹتے تا بہ خیمہ گاہ جا پہنچے ۔۔۔ یہاں بھی غازیانِ فی سبیل اللہ آ پہنچے[2]

یہاں بھی آ پڑے غازی یہاں سے بھی قدم اکھڑے ۔۔۔ کہ مشکل ہی سے جمتے ہیں قدم جس وقت دم اکھڑے

---

[1] صحابہؓ کا قول ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو کسی جگہ ایسا فیروزمند نہیں کیا جیسی ظفرمندی اُحد میں نظر آئی شکست تیراندازوں کی نافرمانی کے سبب ہوئی۔ کہ وہ غنیمت میں شمولیت کے لیے ٹیلا خالی چھوڑ آئے۔
(درشاد الحکمۃ)

[2] قریش شکست کھا کر بھاگے۔ اور اصحاب محمدؐ ان کے لشکرگاہ میں داخل ہو گئے
(کامل ابن اثیر)

سراسیمہ ہراساں جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے
سلامت لے کے جانیں ساز و ساماں چھوڑ کر بھاگے[1]

جری، جرار، مفلس اور تونگر سب گریزاں تھے
بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں

مسلمانوں میں جتنے سابق الایماں دلاور تھے
وہ اس اُٹھتے ہوئے سیلاب میں اب بھی تناور تھے

تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا
کہ دل مالِ غنیمت میں نہیں تھا حق پژوہوں کا

یہی تھے عقب میں ہر بھاگنے والی جماعت کے
یہ بندے تھے توکل کے یہ پتلے تھے قناعت کے

---

[1] مشرکین ہٹتے ہٹتے اپنے خیمہ گاہوں تک آ گئے۔ مگر اصحاب رسولؐ نے ان کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔
(تاریخ العمران)

[2] اکابر مہاجرین اور انصار بھاگنے والے مشرکین کے پیچھے پیچھے تھے۔ جیسے ریوڑ کے پیچھے چرواہے۔
(تاریخ العمران)

باب ہفتم

فتنۂ مالِ غنیمت
شکستِ اُحد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دُھن میں

مگر وہ تازہ ایمان جو ابھی ناآزمودہ[1] تھے — وہ ہمت کے تو پکے تھے مگر غفلت ربودہ تھے

---

[1] سب سے پہلے جنہوں نے غنیمت پر ہاتھ دراز کیا۔ تازہ ایمان اور ایسے لوگ تھے۔ جو پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ۔ تاریخ العمران)

قریبِ منزلِ مقصود آکر راہِ حق بھولے　　بڑھایا تھا جو ہادی نے اچانک وہ سبق بھولے

نظارہ دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا　　دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مالِ غنیمت کا

قریشی خیمہ گاہوں کو لگے زیر و زبر کرتے　　قدم روکے تعاقب سے۔ چلے ہمیانیاں بھرتے

فرائض سے ہٹے غافل حصولِ مال پر ٹوٹے　　غنیمت دیکھکر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے

ردائیں خوابِ غفلت کی نگاہِ ہوش پر ڈالیں　　زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں

مقرر تھے غلام اس خیمہ گہ کی پاسبانی کو[1]　　وہ بھاگے دیکھتے ہی اس قضائے ناگہانی کو

لہٰذا لوٹنے کے واسطے میدان خالی تھا　　یہ سمجھے لوٹنا بھی جنگ کا مقصودِ عالی تھا

گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو　　بڑھائے ہاتھ ہر جانب وہاں طمع بھرنے کو

غرض اسلام کا لشکر تھا اس غفلت میں آسودہ　　نہیں تھا یاد ان کو اس گھڑی قرآں کا فرمودہ[2]

---

[1] قریش نے مال و متاع پر اپنے غلاموں کو متعین کیا تھا۔ جنہوں نے اسباب متفرق کو یک جا کر کے پشتیں ڈال دی تھیں لیکن جب فتحمند مجاہد آ پڑے۔ تو غلام بھاگ گئے۔ (تاریخ العمران)

[2] یُرِیدُونَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیدُ الْآخِرَۃَ وَاللّٰہُ عَزِیزٌ حَکِیمٌ (قرآن)
تم دنیا کی دولت چاہتے ہو۔ اور خدا آخرۃ چاہتا ہے۔ خدا دانا و توانا ہے۔

ٹیلے کے تیر انداز۔ اور حصولِ غنیمت کا شوق

اِدھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محوِ نظارہ ۔۔۔ کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اُٹھا سارا

نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دنیا ۔۔۔ وہ یہ سمجھے کہ فاتح ہو گئی اسلام کی دنیا

نظر آئے مسلماں محو جب فکرِ غنیمت میں ۔۔۔ تو دلچسپی ہوئی اُن کو بھی اب ذکرِ غنیمت میں

اُٹھی اک موجِ بیتابی قلوبِ اہلِ صولت میں ۔۔۔ کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصولِ مال و دولت میں [۱]

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ

ہوئے مانع مگر اس راہ سے ابنِ جبیرؓ ان کو ۔۔۔ سنایا پڑھ کے فرمانِ امامِ اہلِ خیرؐ ان کو

---

[۱] جب مشرک شکست پا کر بھاگ گئے اور مسلمین نے پیچھا کیا اور بہت سے مسلمین ان کے لشکر گاہ کی لوٹ پر مستعد ہوئے اس وقت تیر اندازوں میں سے جو مصاف پر مامور باستقامت تھے بعض نے بعض سے کہا اب یہاں کھڑے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ہر آئینہ حق تعالیٰ نے تمہارے دشمنوں کو ہزیمت دی اور تمہارے بھائی ان کے لشکر کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے آؤ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت حاصل کریں۔ (ارشاد الکتبۃ)

کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی مناہی ہے
یہیں ٹھہرو کہ یہ تاکیدِ محبوبِ الٰہیؐ ہے

شرف تم کو ملا ہے آج پشتیبان بننے کا
کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرمان بننے کا

پیمبرؐ نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو
نہ سمجھو حکمِ ہادیؐ سے فزوں مالِ غنیمت کو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقیں ہے
یہ ارشادِ پیمبرؐ ہے۔ یہ حکمِ ہادیِ دیںؐ ہے

تاویلِ احکامِ نبوّت

یہ سنکر تیر اندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا
لگے سب کرنے تاویلِ کلامِ حضرتِؐ والا[1]

کہا یہ ہو نہیں سکتا کبھی منشائے پیغمبرؐ
حصولِ فتح فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبرؐ

خدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو
خس و خاشاک نے پلٹا دیا طوفاں کی موجوں کو

ہوئی فضلِ خدا سے ہم کو حاصل فتحِ فیروزی
کریں مالِ غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی

ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضلِ باری سے
ہمیں محروم رہ جائیں بھلا اس بختیاری سے

---

[1] تیر اندازوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تاویل کی۔ اور کہا آنحضرتؐ کا منشائے مبارک یہ نہیں ہو سکتا جو تم سمجھتے ہو۔
(ارشاد الحکمۃ)

غنیمت بعدِ جنگ احسان ہے فیضانِ نعمت ہے — رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کفرانِ نعمت ہے

تیر انداز ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنیوالوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کہہ کے تیر انداز چل نکلے — بلندی سے سوئے پستی یہ سب شہباز چل نکلے

رہے ابنِ جبیرؓ آمادۂ ہر سعیِ امکانی — نگراں کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی[1]

گرے یک لخت جبّال کے پڑے نگاہوں پر — کہ بیخود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر

کمانیں و تیر و ترکش اپنی اپنی پشت پر ڈالے — حصولِ مالِ دنیا کی طرف لپکے خدا والے[2]

ٹیلے پر حضرت ابن جبیرؓ اور سات تیر انداز

غنیمت کی طلب میں ہو کے نافرمان چل نکلے — کیا پشتے کو خالی اور پشتیبان چل نکلے

---

[1] تیر اندازوں کی اکثریت نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی نصیحت نہ مانی۔ اور ٹیلا چھوڑ کر لوٹ میں شامل ہو گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] وہ اپنی کمانیں اور تیر بغلوں میں ڈالے تھے۔ اور تاراج مال میں بے خوف و خطر مشغول تھے۔ (تاریخ العمران)

ہوئی کمزوری ملّت نگاہ و دل کی نا چاقی فقط ابن جبیرؓ اور چند ساتھی رہ گئے باقی[1]
یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا[2]

ادھر خالد کہ تھا مغلوب تیر اندازدستے سے بہت مایوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے
نظر آئی تھی اپنی فوج کی پوری شکست اس کو تھا اب مقصود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو
بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اک نظر ڈالی تو کیا دیکھا کہ پشتہ پشتبانوں سے ہوا خالی
فقط سات آٹھ گنتی کے مجاہد تھے بلندی پر جو قادر ہو نہیں سکتے تھے اس کی راہ بندی پر
مسلمانوں کی غفلت تھی۔ کہ امرِ اتفاقی تھا ہوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا
گنوائی ایک ساعت بھی نہ اب بیکار خالد نے مسلمانوں پہ کر دی پشت سے یلغار خالد نے

---

[1] حضرت ابن جبیرؓ محض سات آٹھ ساتھیوں کیساتھ ٹیلے پر رہ گئے تھے۔ باقی سب مقام کو خالی کر گئے (تاریخ الھلال)

[2] عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا۔ لیکن وہ نہ رکے۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد ابن ولید جنگی رسالے کے ساتھ عقب سے حملہ کیا۔ (رشاد الحکمۃ)

حضرت عبداللہؓ بن جبیر اور انکے ساتھیونکی شہادت

اگرچہ پشتہ خالی ہوچکا تھا پشتیبانوں سے ——— نہ رُک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے

مگر ابن جبیرؓ اور ان کے ساتھی صادق الایماں ——— ہوئے ان کے مزاحم اور سارے ہو گئے قرباں[۱]

رہے ترکش میں جبتک تیر برساتے رہے اُن پر ——— ہوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے اُن پر

رسالے کے سواروں نے بالآخر ان کو آگھیرا ——— شہادت کے طلبگاروں نے لیکن منہ نہیں پھیرا

کیا چورنگ تلواروں نے چھیدا انکو بھالوں نے ——— ادائے فرض لیکن کردیا اللہ والوں نے

تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر ان کے ——— ستارے تھے مگر پیشانیٔ افلاک پر ان کے

وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو ان کو

شہادت کے لہو نے کردیا تھا سرخرو ان کو

---

۱ عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے سات آٹھ ساتھیوں نے خالد کی مزاحمت کی۔ لیکن سب شہید کر دیئے گئے (تاریخ العمران)

غنیمت لوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو چکا ان کا تو ٹیلا رہ گیا خالی
اسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی

نظر آیا قریشی خیمہ گہ پر ایک میلا ہے
مسلمانوں کا قبضہ اور لُٹس کا جھمیلا ہے

مجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میان میں کر کے[1]
فراہم کر رہے ہیں ساز و ساماں ہاتھ بھر بھر کے

کمانیں دوش پر ترکش بغل میں پشت پر ڈھالیں
نمایاں شانِ اطمینان ہے اور سُست ہیں چالیں

نکالی جا چکی ہر ایک شئے خیموں کے اندر کی
رسد کی خورجیاں، کپڑوں کے بقچے تھیلیاں زر کی

قریشی سورما کچھ دُور بھاگے پھرتے ہیں
مجاہد پیچھے پیچھے ہیں وہ آگے آگے پھرتے ہیں

ہوئی ہیں دف بجانے والیاں بھی منتشر ساری[2]
پہاڑوں میں چھپی ہیں منہ چھپا کر خوف کی ماری

سپہ سالار ابو سفیان بھی میداں سے غائب ہے
قریبِ خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے نہ نائب ہے

---

[1] اُحد کے دن اصحاب غارت و تاراج میں پڑ گئے۔ اور خیموں سے مال نکال نکال کر باہر رکھ رہے تھے (تاریخ العمران)

[2] عورتیں جو دف بجاتی تھیں۔ بھاگیں اور پہاڑ کے گوشوں میں جا چھپیں (طبری اور کامل۔ ابن اثیر)

ہوا ہے جوشِ غیرت آلِ عبدالدار کا ٹھنڈا
پڑا ہے خاکِ ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ

یہ صورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہو ٹپکا
رسالوں کو بڑھایا، اور بجلی کی طرح لپکا

معیت میں بہت افرادِ خاص الخاص تھے اسکے
معاون عکرمہ اور عمرو ابن العاص تھے اسکے[1]

رسالے نے لگائی دوڑ اُن پُرپیچ راہوں سے
جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا انکو نگاہوں سے

مسلماں مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت سے
برابر بھر رہے تھے جھولیاں مالِ غنیمت سے

نرالا رنگ لائی اب حصولِ مال کی صورت
کہ غفلت میں رسالے آپڑے بھونچال کی صورت

دکھائی اسقدر غفلت شعاری ہوش والوں نے
خبر اسدم ہوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے[2]

---

[1] خالد ابن ولید نے حملہ کیا۔ تو اس کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے سواروں کے ساتھ شامل ہو گیا اور بقول بعض عمر ابن العاص بھی خالد کے ساتھ تھا (ارشاد الحکمۃ)

[2] جب خالد کے سوار آپڑے۔ تو کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ مسلمین خالی الذہن اور بے پروا ہو کر لوٹنے میں مصروف تھے اور ہر ایک نے جو کچھ پایا۔ اس کے ہاتھ میں تھا۔ تاآنکہ ان پر تیر سے اور تلواریں پڑنے لگیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

بہ سیلِ مرگ اچانک۔ دفعتاً بے ساختہ ٹوٹا ۔۔۔ اِدھر اندوختہ لُوٹا اُدھر انداختہ ٹوٹا

کسی نے کچھ نہ دیکھا کس طرف سے بجلیاں چمکیں ۔۔۔ بہ اُتیاں پشت و پہلو توڑ کر سینوں میں جا دھمکیں

بہت اس ضربِ کاری سے گرے بیجان ہو ہو کر ۔۔۔ بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر

یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا سنبھلنا سخت مشکل تھا ۔۔۔ پڑا تھا پیچ ایسا۔ بچ نکلنا سخت مشکل تھا

سوارانِ قریشی آگرے جب تان کر بھالے ۔۔۔ ہوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلا چھوڑنے والے[1]

گرا کر ان کو لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے ۔۔۔ غنیمت لوٹنے والوں نے اب گھبرا کے منہ موڑے[2]

نظر آیا کہ ہر سُو اک بلائے ناگہانی ہے ۔۔۔ بپا ہے اک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے

اچانک آلیا تھا موت کے سیلاب نے ان کو ۔۔۔ کیا تھا غرق مال و زر کی آب و تاب نے ان کو

بھاگی ہوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہوئے افراد بھی پلٹے ۔۔۔ ابوسفیاں بھی آیا۔ دوسرے جلّاد بھی پلٹے[1]

---

[1] قریش جو بھاگ گئے تھے انہوں نے پھر عود کیا۔ اور پلٹ کر مسلمین پر جا پڑے۔ (ارشاد الحکمۃ)

شجاعت جاگ اٹھی ہوگیا بیدار طیش ان کا　　پھر اور فوجِ مسلم پر گراں جنبش ان کا

ہوئے ساتھ ہی ان سورماؤں نے بھی رخ پھیرا　　شرارت عود کر آئی مسلمانوں کو آ گھیرا

نمایاں رایتِ اسلام تھا افلاک پر اب تک　　قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک

قضا نے دفعۃً ایسی ہوا بدلی زمانے کی　　کہ اک عورت کو جرأت ہوگئی جھنڈا اٹھانے کی[1]

یہ باطل کا نشاں بڑھ کر اٹھایا ایک عورت نے　　جنوں مردانِ غنی کا بڑھایا۔ ایک عورت نے

یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا　　زمیں آئینۂ حیرت فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدین اسلام کی پامردی

وہ مسلم جو تعاقب کر رہے تھے فوجِ دشمن کا　　پلٹ آئے سبب معلوم کرنے شور و شیون کا

ہوا کا رخ[2] ادھر سے اس طرف پلٹا ہوا پایا　　مصافِ کفر و ایماں صف بصف پلٹا ہوا پایا

---

[1] ان کا جھنڈا زمیں پر سرنگوں پڑا تھا اور کسی کو اس کے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یکایک ایسی ہوا بدلی کہ عمرہ بن علقمہ نام ایک حارثیہ عورت نے اسے اٹھا کر بلند کیا (خاتم المرسلین)

[2] جب قریش منتشر ہوئے تھے۔ ہوا پروا چل رہی تھی۔ جب قریش نے رجوع کیا اور پلٹ کر آئے۔ تو دفعتہً پچھوا چلنے لگی۔ مسلمین کا رخ پچھم کی طرف تھا۔ جبکہ وہ نہب و غارت میں مشغول تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

کیا تھا فوجِ دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم ان پر | اچانک آ پڑی ہو جس طرح بادِ سموم ان پر
عدولِ[1] حکمِ ہادیؐ نے دکھائی تھی یہ نیرنگی | فلک نے پھیر لیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی
پلٹ کر جلد مردانِ زمانہ پھر ادھر آئے | علیؓ۔ حمزہؓ۔ زبیرؓ و بو دجانہؓ پھر ادھر آئے
مگر روٹھی ہوئی قسمت منائے اب نہ منتی تھی | کچھ ایسی بات بگڑی تھی بنائے اب نہ بنتی تھی

رسول اللہ پر حملہ کرنے کے متلاشی

ابن قمیہ

بہت[2] سے سازشی ارکان پتلے تھے شقاوت کے | کہ دعوے لیکے آئے تھے محمدؐ کی عداوت کے
انہی میں اک جواں تھا ابنِ قمیہ نام رکھتا تھا | نبیؐ پر حملہ کرنے کا خیالِ خام رکھتا تھا
مٹانا چاہتا تھا دہر سے نورِ محمدؐ کو | بہر سو ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں محمدؐ کو

---

[1] اُحد میں لشکرِ اسلام پر جو زد پڑی وہ تیر اندازوں کے عدول حکم کے باعث تھی (تاریخ العمران)

[2] عبداللہ بن شہاب زہری۔ عتبہ بن وقاص۔ ابن قمیہ۔ اُبی بن خلف اور عبداللہ بن حمید اسدی ان سب نے مل کر معاہدہ کیا تھا۔ کہ جس طرح بنے آج رسول خدا کا کام تمام کر دینگے (خاتم المرسلین)

محمدؐ ہی پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا
محمدؐ ہی حیاتِ جاودانی لے کے آیا تھا

محمدؐ ہی مٹانا چاہتا تھا زورِ شیطاں کا
فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا

اسیؐ کے خون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ
اسیؐ کی تاک میں پھرتا تھا یہ ابلیس کا بندہ

حضرت مصعبؓ پر ابن قمیہ کی نگاہِ بد

علمبردار[1] مصعب بن عمیرؓ اللہ کے غازی
نظر آئے اسے انبوہ میں مصروفِ جانبازی

رسولِ پاکؐ سے قدرے مشابہ تھا جمال ان کا
علم کے سائے میں خورشیدِ معنی تھا جلال ان کا

ہلاکت گاہ میں اُٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
مسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا علم ان کا

مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
کہ میداں میں یہ اسلامی علم فی الحال قائم تھا

یہ منظر دیکھ کر میداں میں مصعبؓ کی بسالت کا
گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شانِ رسالت کا

تھا ارماں کعبۂ مقصود کو مسمار کرنے کا
تہیہ کر لیا قاتل نے چھپ کر وار کرنے کا

---

[1] مصعب بن عمیرؓ جو آنحضرتؐ سے صورت میں مشابہ تھے اور علمبردار تھے۔ ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا (سیرت النبی)

ابنِ قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے

بڑھایا اس نے گھوڑے کو علم بردار کی جانب
بزعمِ خود جنابِ احمدِ مختارؐ کی جانب

یہ کینہ توز رُخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
چلا چُھپتا چھپاتا غازیوں کی زد سے کنیاتا

دغابازی پہ رکھّا جنگ کا دار و مدار اس نے
کیا پیچھے سے آکر بازوئے مصعبؓ پہ وار اس نے

اُحد میں جس نے اب تک غلبۂ اسلام رکھّا تھا
وہ بازو کٹ گیا جس نے عَلَم کو تھام رکھّا تھا

عَلَم گرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
رہا باقی نہ کوئی ایک صورت کے سوا چارہ

عَلَم تھاما گرا کر ہاتھ سے شمشیر مصعبؓ نے
رہے حق کا عَلَم اونچا یہ کی تدبیر مصعبؓ نے

مگر اس ہاتھ پر بھی ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
لگائی تیغ مصعبؓ پر دوبارا ابنِ قمیہ نے

ہوا اس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بیکار مصعبؓ کا
شہادت سے تھا چہرہ مطلع الانوار مصعبؓ کا

مصعبؓ کی شہادت

زمین و آسماں پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ
عَلَم کی چھڑ دبا لی درمیانِ گردن و شانہ[1]

قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعبؓ کے
مگر مصعبؓ تھے قائم اور عَلَم بھی ساتھ مصعبؓ کے

کٹے ہاتھوں کے دو ٹھنٹ اب چھاتی پر آئے تھے
عَلَم کی چھڑ دبائے۔ دل پہ ہالا سا بنائے تھے

لہو گرتا تھا۔ جیسے ہو کوئی رنگین فوّارہ
مگر فرصت کسے تھی۔ کون کرتا اس کا نظّارہ

مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے حال کے اندر
عقابوں کو پھنسایا تھا قضا نے جال کے اندر

عَلَم کی چھڑ پہ گردن۔ اور سر خم ایک شانے پر
جبیں سوئے فلک آنکھیں خدا کے آستانے پر

عجب انداز سے مصعبؓ تھے اب شہد میں استادہ
دمِ آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پہ آمادہ

---

[1] لشکرِ اسلام کے حاملِ لوا مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جب مسلمانوں نے روگردانی کی تو وہ ثابت قدم رہے۔ اس وقت ابن قمیہ اسپ سوار نے ان کو دیکھا۔ اور ان کے دستِ راست پر تلوار ماری۔ کہ ہاتھ جدا ہو گیا مصعبؓ نے عَلَم کو دستِ چپ میں لے لیا تب اسنے دستِ چپ بھی قطع کیا۔ تو پھر وہ عَلَم پر جھکے اسکو اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے سینے کیساتھ لپٹا لیا۔
(ارشاد الحکمۃ)

نہ دل امداد کا جویا۔ نہ خواہانِ ترحم تھا | زباں پر نعرۂ تکبیر، چہرے پر تبسم تھا

اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے | عَلَم بردارِ حق کا سر اُتارا۔ ابنِ قمیہ نے

سرِ سجدہ گذار اس طرح اُترا فرش کے اوپر | صدائیں رَبّیَ الْاَعلیٰ کی گونجیں عرش کے اوپر

جھکا لہرا کے فرشِ خاک کی جانب تنِ خاکی | اُٹھا افلاک کی جانب غبارِ نورِ افلاکی

۱؎ مصعب بن عُمیرؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں سے تھے۔ آپ نہایت صاحبِ جمال اور تبلیغ اسلام کرنے والوں میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر جامہ زیبی کے لئے مشہور تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ حال تھا کہ موٹا کمبل بمشکل پہننے کو ملتا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مدینہ منوّرہ سے کچھ لوگ مکّہ پہنچے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خواہش کی۔ کہ احکام اسلام سکھانے کیلئے کوئی معلم ان کے ساتھ کر دیا جائے تو سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت مصعب بن عُمیرؓ ہی کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ مدینہ میں آ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے حضرت مصعبؓ کا روزانہ معمول تھا۔ کہ ایک ایک گھر کا دورہ کرتے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے۔ ان کی کوشش سے رفتہ رفتہ مدینہ سے قُبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

غزوۂ بدر میں بھی علمبرداری کا منصب مصعبؓ ہی کے سپرد تھا۔ غزوۂ اُحد میں بھی انہی کو یہ منصب ملا۔ آپ کی صورت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی۔ اور اسی شباہت کی وجہ سے ابن قمیہ نے ان کو شہید کیا۔

(دیکھو ابن اسحٰق اور طبقات ابن سعد)

بابِ ہشتم

شہادتِ رسولؐ کی افواہ

اُحد میں قیامت

شیطان کا دعویٰ باطل

ادھر اک قہقہہ گونجا۔ دہانِ ابنِ قمیہ سے   زبانِ شیطان کی چیخی۔ زبانِ ابنِ قمیہ سے

کہ لوگو۔ آؤ۔ دیکھو میں نے کس کا سر اتارا ہے!   محمدؐ کو مسلمانوں کے پیغمبرؐ کو مارا ہے!

ابن قمیہ نے مصعبؓ بن عمیر کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ علمِ اسلام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ابن قمیہ نے ان کو مار کر سمجھا کہ میں نے خود رسول اللہؐ کو شہید کیا ہے۔ پس غالباً اس کے مشہور کرنے سے یکایک میدانِ جنگ میں یہ خبر اُڑ گئی کہ جنابِ رسالتؐ شہید ہو گئے (خاتم المرسلین)

میرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمدؐ کو ۔۔۔ بجھایا تیں پھونکوں سے چراغ نورِ سرمد کو

یہ کہتا اور خوشی میں ناچتا جاتا تھا دیوانہ ۔۔۔ کیا ہو جس طرح کوئی بڑا ہی کارِ مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی۔ نہادِ بے وقار اس کی ۔۔۔ مگر آواز گونجی۔ صورتِ صوتِ حمار اس کی

کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دہرایا ۔۔۔ کہ اس کا قولِ بد گوشِ مسلماناں میں پہنچایا[۱]

صحابہ اس گھڑی ہر سو گرفتارِ مصائب تھے ۔۔۔ سماع و گوش حاضر تھے۔ حواس و ہوش غائب تھے

اثر خود کردنی کا تھا۔ کہ دل ان کے فسردہ تھے ۔۔۔ ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے

صحابہؓ پر اس خبر کا اثر[۲]

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا ۔۔۔ گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا

محمدؐ مصطفےٰ جس نے غلاموں کو رہائی دی ۔۔۔ اُسی کے قتل ہونے کی صدا ان کو سنائی دی

۱؎ ابن قمیہ نے ان (مصعبؓ) کو شہید کر دیا۔ اور غل مچ گیا کہ آنحضرتؐ نے شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

۲؎ اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ (سیرت النبی)

محمدؐ ہی کے دم سے تھا اُجالا اِن نگاہوں میں
اُسی کا روئے انور۔ شمع تھا ہستی کی راہوں میں

محمدؐ کی شہادت کا سُنا جس وقت آوازہ
بکھرتا سا نظر آنے لگا۔ عالم کا شیرازہ

گرے ہتھیار بازو ٹوٹ تے لٹتے تھم گئے ان کے
جہاں بھی تھے۔ قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے

نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا۔ دل پر غبار آیا
دماغ و دل میں عقل و عاشقی میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے۔ مگر یہ ضرب تھی کاری
سکوتِ مرگ کی سی اک غشی سب پر ہوئی طاری

غشی تھی بے ہوشی تھی۔ خود فراموشی تھی سکتہ تھا
کوئی روئے زمیں۔ کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا

ہوئی خود کردنی آئینہ۔ حیرت چھا گئی ان پر
پلٹ کر لشکرِ دشمن کی آئی آ گئی ان پر

دکھائی تھی بہ صورت فتنۂ مالِ غنیمت[1] نے
کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

---

[1] قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت "متاعِ دنیوی" کا لفظ آتا تھا اور اس کی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی تھی۔ جنگِ اُحد میں جب اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت اُتری مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (ترجمہ) تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ لوگ آخرت کے

مسلمین کی بدحواسی

غبار ایسا اُٹھا تھا دید سے معذور تھی آنکھیں
دلوں میں نُور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں

کچھ ایسے تھے کہ بے خُود کر دیا تھا ان کو حیرت نے
حواسوں پر اڑھا دیں چادریں احساسِ غیرت نے

نظر آئی ہَوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی
تباہی بن گئی تھیں شامتیں مالِ غنیمت کی

غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے ہٹ کے
لگے بے دیکھے بھالے وار کرنے تیغ و خنجر کے[1]

دل و دیدہ پہ ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے
تمیزِ دوست دشمن کر نہیں سکتے تھے وار ان کے

نظر کی آب اُتری تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں
چلاتے تھے یہ اب میداں میں اندھا دھند تلواریں

خرد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی
تزلزل تھا یہاں مہلت کہاں تھی روشناسی کی

---

[1] بدحواسی میں اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔

(سیرت النبی)

رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت

یہ حالت تھی کہ میداں میں رفاعہؓ اور یمانؓ آئے
سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے

یہ بوڑھے تھے قتال و جنگ کی انکو معافی تھی
خدا کی راہ میں اِن کی دعائے خیر کافی تھی

یہ دونوں اک جگہ مامور تھے باہر مدینے سے
انہیں اس شور و غل نے کر دیا بیزار جینے سے

شہادت کی خریداری کو دونو سر بکف دوڑے
جہاں ارزاں ملے جنسِ شہادت اسطرف دوڑے

محمد مصطفٰےؐ کا نام نامی تھا زبانوں پر
کمان و تیر بن کر جا پڑے تیروں کمانوں پر

عصا ہاتھوں میں بارِ عمر سے کمریں خمیدہ تھیں
بخطِ راست روحیں جانبِ جنت کشیدہ تھیں

اُحد میں ان کے حصے کی سعادت مِل گئی اِنکو
شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی انکو

لہ یمانؓ جن کو حُسیل بن جابر کہتے ہیں۔ اور رفاعہؓ بن وقش یہ دونوں بزرگ کبیر السن تھے۔ مدینے کے ٹیلوں پر عورتوں کے ساتھ چڑھائے گئے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کاش ہم رسولِ خدا کے ساتھ اُحد میں ہوتے۔ یہ کہہ کر چل پڑے۔ اور ایسے وقت پہنچے جب مشرکین اور مسلمان باہم مختلط تھے۔ اس وقت ان پر تلواریں پڑ گئیں

(ارشاد الحکمتہ)

ہوا اک دوست دستِ دوستاں ہی سے بحق واصل[1] ۔۔۔ مگر کی دوسرے نے یہ مُرادِ اغیار سے حاصل[2]

میانِ دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل ۔۔۔ مسلماں تھے مسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرف گھائل

کہاں تھی انکو مہلت امتیازِ دوست دشمن کی ۔۔۔ نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغ افگن کی

پیاپے ان پہ تیر سے پڑتے تھے تلوار پڑتی تھی ۔۔۔ مگر کھلتا نہ تھا۔ آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بیخود و ساکت ہونیوالے[3]

صدا میدان میں گونجی کہ اب لڑنے سے کیا حاصل ۔۔۔ "خدا کا پاک پیغمبر[3] خدا سے ہو چکا واصل"

چمک بجلی کی تھی۔ یا صاعقہ تھا۔ یا کوئی کڑکا ۔۔۔ فلک تھرّا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا

---

[1] دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت حذیفہؓ کے والد یمانؓ اس کشمکش میں آ گئے۔ اور ان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہؓ چلاتے رہے میرے باپ ہیں۔ مگر کون سنتا تھا۔ غرض وہ شہید ہوئے۔ (سیرت النبی)

[2] رفاعہؓ کو مشرکین نے شہید کیا (رشاد الحکمتہ)

[3] سارے میدان میں مشہور ہو گیا تھا۔ کہ آنحضرتؐ شہید کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جو جہاں کھڑا تھا۔ سکتے میں تھا (خاتم المرسلین)

بہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا سُنانی ہی کچھ ایسی تھی
دلوں پر ابتلائے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی

کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا
جدھر آنکھیں اُٹھاتے تھے۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا

حواس و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے
محبّت آشنا دردِ جدائی سہہ نہیں سکتے

فاروق اعظمؓ بھی سکتہ میں

خبر سنکر شہادت یابیِ سردارِ عالم کی
پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروقِ اعظمؓ کی

گِرے ہتھیار سر سینے کے اُوپر جھک گیا ان کا
دماغ از کار رفتہ ہو گیا۔ دم رُک گیا ان کا

نہ اب بازو میں بل تھا۔ اور نہ پیروں میں سکت گویا
پریشاں تھے۔ زمین و آسمان و شش جہت گویا

کھڑے تھے اک جگہ ڈوبے ہوئے بحرِ تحیرؒ میں
یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیرؒ میں

سروشِ غیب سے ہمداستاں تھی جس کی گویائی
غریقِ خود فراموشی ہوئی تھی اُس کی دانائی

حضرتِ انس ابن نضرؓ

صحابہ میں سے انس[1] ابنِ نضرؓ اس سمت آ نکلے
وہ اس مہلک وورا ہے پر عمرؓ کے رہنما نکلے

جناب انسؓ نے فاروقؓ کو اس رنگ میں دیکھا
عمل کا ترک ایسے صاحبِ فرہنگؓ میں دیکھا

عمرؓ سے دست و بازو روک لینے کا سبب پوچھا
رُکے ہیں کس لئے میدان میں پائے طلب پوچھا

کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے
اُسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشر برپا نے

عمرؓ کو بھی جو یُوں جذبات میں کھویا ہوا پایا
جناب انسؓ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا

کہ اچھا مان لو۔ وہ جسمِ اطہرؐ اب نہیں ہم میں
مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقیں ہم میں

پھر اے فاروقؓ ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں
خدا تو ہے ہمارے ساتھ اس کا ساتھ کیوں چھوڑیں

ہُوا اصل بحق وہ جانِ جاںؐ جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اُس انجام کی خاطر

---

[1] حضرت انسؓ کے چچا (انس بن نضرؓ) لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے دیکھا تو حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے۔ پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ بولے اب لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی حضرت انس بن نضرؓ نے کہا انکے بعد ہم زندہ رہ کے کیا کرینگے۔ یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

یہ کہہ کر انس رضی اللہ عنہ تے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے
عمر رضی اللہ عنہ بھی جاگ اٹھے اسطرح جیسے نیند سے جاگے

چلے اُٹھ کر جہادِ فی سبیل اللہ کی جانب
کیا عابد نے رُخ اپنا عبادت گاہ کی جانب

بڑھے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنیکو
لہو سے نقش پائے عاشقی گلرنگ کرنے کو

مقامِ معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
جہاں رہبر نقوشِ رہرواں سے راہ پاتے ہیں

وہ جن کے پاؤں اُکھڑ گئے

بہت ایسے بھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے
کھڑے تھے بعض بیخود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے[۱]

قریشی فوج کا دِل اور بھی اَب بڑھتا جاتا تھا
یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا

کثیر افراد نومیدی سے میداں چھوڑ کر بھاگے[۲]
جہادِ فی سبیل اللہ سے منہ موڑ کر بھاگے

ہزیمت خوردہ فوجِ قریشیاں پھر لوٹ آئی تھی
مسلمانوں نے ظاہر میں شکستِ عام کھائی تھی

---

[۱] اس آواز سے عام بدحواسی چھائی اور بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے (سیرت النبی)

[۲] اس ہل چل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی (سیرت النبی)

ہجومِ یاس و نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا ۔۔۔ کہ رو باہوں کا نرغہ پا کے ان شیروں نے منہ پھیرا

خدا محفوظ رکھے ناامیدی سے مسلماں کو ۔۔۔ کہ یہ راہِ طلب سے دُور لے جاتی ہے انساں کو

مگر وُہ[۱] جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے ۔۔۔ لہو میں اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے

محبانِ نبیؐ ایسے بھی تھے فوجِ مسلماں میں ۔۔۔ رہے[۲] اوّل سے آخر تک جو قائم آج میداں میں[۳]

اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بیچین تھا ان کا ۔۔۔ ادا[۴] کرنے فرض ہی دنیا میں نصب العین تھا ان کا

صدائے[۵] اُمتہ اُمتہ ان بزرگوں کی زباں پر تھی ۔۔۔ نظر ان کی ہدایاتِ شفیعِ انس و جاں پر تھی

اگرچہ رنگِ حسرت اس خبر سے دل پہ طاری تھا ۔۔۔ لبوں پر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہٗ کا ورد جاری تھا[۶]

لہ۲ جان نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے تھے۔ (سیرت النبی)

لہ۳ مسلمان بدحواسی میں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔ تا آنکہ مسلمین نے خود بخود بہ نشانی قرار دی یعنی امت امت پکارنا شروع کیا۔ تاکہ مسلمان مسلمانوں کو پہچان لیں حتیٰ کہ ان کے ہاتھ اپنے ساتھیوں پر وار کرنے سے رُک گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

لہ۴ طلبگارانِ شہادت نے تلواروں کے نیام پھینک دیئے۔ اور فوجِ مشرکین میں گھس گئے۔

ان کی زبانوں پر آیۂ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل جاری تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

جو اسؐ حالت میں بھی محوِ جہادِ والہانہ تھے
علیؓ۔ بوبکرؓ۔ حمزہؓ تھے اُسیدؓ و بودجانہؓ تھے

زبیرؓ و عبدرحمٰنؓ۔ بوعبیدہؓ حارثؓ و عاصمؓ
خبابؓ و سہلؓ و سعدؓ و طلحہؓ سب تھے ثابت قائمؓ

ہے شامل ان میں ابنِ مسلمہؓ کا نامِ نامی بھی
معاذ ابنِ جبلؓ اور کعبؓ کا اسمِ گرامی بھی

ان کا مقصود

ہوا میں گونج اٹھی جب خبرِ قتلِ پیمبرؐ کی
دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیلِ مقصد کی

یہ مقصد تھا۔ خداوندانِ باطل کو مٹا دینا
یہ مقصد تھا۔ دلوں کو نورِ حق سے جگمگا دینا

یہ مقصد تھا دفاعِ آدم سے ابلیسی خصومت کا
یہ مقصد تھا قیام اللہ واحد کی حکومت کا

یہ مقصد تھا۔ یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا

یہ مقصد تھا۔ رہا کرنا غلامانِ مقید کا
یہ مقصد تھا۔ مٹانا فرق ابیض اور اسود کا

یہ مقصد خدمتِ دیں۔ خدمتِ اسلام کرنا تھا
محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا

ف: اس نازک وقت میں تیس مرد ثابت قدم رہے۔ (تاریخ العمران) ۔

اگرچہ حال اس بھونچال میں بیحال تھا ان کا
اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا

بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
کبھی موجوں کے سر پہ تھے کبھی گرداب کے اندر

گھرے تھے موت میں یا موت کو گھیرے ہوئے تھے یہ
پھرے تھے قبلہ رخ۔ دنیا کا منہ پھیرے ہوئے تھے یہ

حضرت حمزہؓ کا جلال

جلالِ حضرتِ حمزہؓ مثالِ مہرِ تاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا

سرِ دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
الٹتی تھیں صفیں کوئی بھی اُنکے منہ نہ چڑھتا تھا[1]

جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہِ قریش ان کو
بپھر کر اُس پہ جا پڑتے تھے۔ آجاتا تھا طیش انکو

حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا
چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا

قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا
نظر میں طیش پا کر جنبش جیش ان سے گریزاں تھا

نمازِ صبح سے اک زنگ تھا اس مردِ غازی کا
یہ قربِ ظہر تھا۔ وقت آچکا تھا اب نمازی کا

---

[1] حضرت حمزہؓ دو دستی تلوار مارتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں۔
(سیرت النبی)

سباع غبشانی

سباع اک مردِ طاقتور تھا قریشی نوجوانوں میں
گنا جاتا تھا جس کا نام اونچے پہلوانوں میں

یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پہ حملے کرتا پھرتا تھا
ہوا سر میں بھری تھی دمِ خودی کا بھرتا پھرتا تھا

یہ صورت دیکھ کر حمزہؓ نے اسکو دور سے ٹوکا
وہ ان کو دیکھ کر سرکا۔ تو بڑھ کر راستہ روکا

کہا تیری بھی یہ جرأت ہے او فرزندِ ختانہ[1]!
کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ

ادھر آ تیری جرأت کا مزا تجھ کو چکھا دوں میں
مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں

یہ کہہ کر دستِ چپ سے آپ نے پکڑا گلا اُس کا
گری تلوار اس کی جسم کانپا پر ہلا اس کا

اُٹھایا خاک سے اس طرح گویا خاک کر ڈالا
گرایا اور لیٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا

تھے اسکے ساتھ کچھ قریشی جوان اُن پر نظر ڈالی
وہ بھاگے الحذر کہہ کہہ کے پیشِ ہمتِ عالی

---

[1] سباع بن غبشانی کی ماں مکہ میں ختانۃ النساء تھی (ارشاد الحکمۃ)
سباع غبشانی سامنے آگیا۔ پکارے کہ او ختانۃ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے

(سیرت النبی)

وحشی غلام کمیں گاہ میں

یہ سارا واقعہ گذرا تھا۔ وحشی کی نگاہوں میں ۔۔۔ دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کے گناہوں میں

خبر لیتے تھے حمزہؓ جس گھڑی فرشی جوانوں کی ۔۔۔ وہاں وحشی کھڑا تھا۔ آڑ لیکر دو چٹانوں کی[1]

تعاقب کر رہے تھے حمزہؓ اک فردِ فراری کا ۔۔۔ کیا وحشی نے اُس دم قصد اس شیرِ شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نہ دیرکاری وردہ بازی سے ۔۔۔ چلے جاتے تھے حمزہؓ اک ادائے بے نیازی سے

غلامِ کم نظر نے شست باندھی اُس یگانے کی ۔۔۔ کہ جس کی قہرمانی جان تھی سارے زمانے کی

نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دُنیاوی خصومت تھی ۔۔۔ نہ جھگڑا جاہ و ثروت کا نہ خطرے میں حکومت تھی

---

[1] خود وحشی کا قول ہے کہ حضرت حمزہؓ بھیڑ کو چیر کر سباع غبشانی کی طرف بڑھے۔ تب میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا اور میں نے دیکھا۔ کہ میرے قریب ہی حمزہؓ نے اس کو زمین پر اٹھا کر دے مارا اور قتل کر دیا۔
(ارشاد الحکمۃ)

فقط انعام میں کچھ سکّے ہاتھ زر کے وعدے پر
فقط بہرِ شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر

غلامِ تیرہ رُو نے کی اُسی پر مشقِ صیّادی
جسے مدِّ نظر تھی ان غلاموں ہی کی آزادی

ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی
نشانہ کر کے پھینکی دُور سے ناپاک نے برچھی

تھی مشہور زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی
نشانہ ناگہانہ بن گیا اللہ کا غازیؓ

رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مُشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پُشت سے نکلی[1]

حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خدا و مصطفیٰؐ کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری
اگرچہ زخم مہلک تھا۔ مگر ہمّت نہیں ہاری

اُڑے پروازِ جاں کے ساتھ حمزہؓ جانبِ دشمن
شغال آمادۂ رم ہو گیا جھپٹا جو شیر افگن[2]

کمینے کی کمیں گہ دیکھ لی تھی مردِ غازی نے
کیا وحشی کا پیچھا دَوڑ کر شیرِ حجازی نے

---

[1] حمزہؓ سباع کو قتل کر کے کسی دوسرے کے تعاقب میں تھے۔ وحشی نے اپنی برچھی تول کر دور سے پھینکی۔ یہ برچھی حضرت حمزہ کے مثانے پر لگی۔ اور پار ہو گئی (تاریخ العمران)

[2] حضرت حمزہؓ نے زخم کھا کر وحشی کا تعاقب کیا۔ (رشاد الحکمۃ)

ادھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا　　بدن میں رعشہ تھا۔ بھاگا نہ جاتا تھا۔ مگر بھاگا

حمزہؓ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گزشتہ رات میداں میں　　اجل بیٹھی تھی اُن میں اب لگا کر گھات میداں میں

مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پیچھے حمزہؓ　　قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہؓ[1]

عقابِ رُوح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ　　اُڑا سوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسمِ اُفتادہ

یہ جنگ و حرب و ضرب و جراحت اک بہانہ تھا　　حقیقت میں نشانِ حق زمانے کو دکھانا تھا

بنانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوقِ عادت کا　　جمانا تھا دلوں پر نقش اس حسنِ شہادت کا

زمیں سے آسماں تک ایک نورانی غبار اُٹھا　　فرشتہ لے کے جانِ بندۂ پروردگار اُٹھا

زمیں پر رہ گیا باقی فقط اک خوں چکاں لاشہ

فروغِ زخمِ بے حد سے بہارِ بے خزاں لاشہ

---

[1] زخم خوردہ حمزہؓ نے وحشی کا تعاقب کیا۔ مگر ایک گڑھے میں گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔
(تاریخ العمران)

وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہؓ کو ناپاک زنگی نے ۔۔۔ یقین آیا کہ رحلت کی جہاں سے مردِ جنگی نے

وہ پلٹا ڈرتے ڈرتے غارِ مہلک کے قریب آیا ۔۔۔ تو رشکِ آسماں کو خاک پر سویا ہؤا پایا

رُخِ انور پہ وہ ریشِ سفید و شاندار اُسکی ۔۔۔ شہادت سے نمایاں اور شانِ باوقار اُسکی

ڈرا وحشی کہ پھر کیا ہوا اگر یہ شیر جاگ اُٹھے؟ ۔۔۔ ارادہ تھا۔ ذرا جنبش نظر آئے تو بھاگ اُٹھے!

اُٹھا کر کنکری اس سنگدل نے شیر پر ماری[1] ۔۔۔ رہی لیکن شہیدِ کامراں پر بے خودی طاری

یہ دیکھا تو دل وحشی کو اک گونہ قرار آیا ۔۔۔ چھری لے کر قریبِ نعش اب یہ نابکار آیا

گڑھے کے اندر اترا۔ کی نہ اب قطعِ نظر اس نے

شکم چیرا۔ نکالا مردِ مومن کا جگر اس نے[2]

---

[1] وحشی کا قول ہے۔ کہ میں ڈرتا ڈرتا قریب گیا۔ اور میں نے پہلے ایک کنکری ماری۔ مگر حمزہؓ نے کوئی جنبش نہ کی تب میں سمجھا کہ روح نکل چکی ہے (ارشاد الحکمۃ)

[2] وحشی نے چھری سے حمزہؓ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور اس کو ہند کے پاس لے گیا (ارشاد الحکمۃ)

ہند کے لئے ہدیہ

اب اس کرتوت کا انعام لینے کو چلا ناداں
متاعِ بے بہا کا دام لینے کو چلا ناداں

یہ قاتل تھا مگر اکسانے والی ہند تھی اس کی
ابوسفیانؓ کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اسکی

قریبِ ہند آیا۔ کارنامہ اپنا بتلایا
جگر حمزہؓ کا دکھلایا۔ پھر اپنا حق بھی جتلایا [1]

یہ مژدہ سُن کے شیطانی مسرت ہند پہ چھائی
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی

قسم کھائی تھی حمزہؓ کا جگر کچا چبانے کی
لہو کی پیاس تھی۔ اور بھوک اسکو گوشت کھانے کی

عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اس قبائن پہ
تعجب تھا دلِ وحشی کو بھی اس کے قرائن پہ

اہاہا کہتی جاتی منہ بناتی جا رہی تھی یہ
جگر حمزہؓ کا دانتوں سے چباتی جا رہی تھی یہ [2]

جگر تھا اس کے منہ میں خون باچھوں سے ٹپکتا تھا
کھڑا تھا پاس وحشی اور منہ حیرت سے تکتا تھا

---

[1] وحشی نے ہند سے کہا اگر میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہو۔ تو کیا انعام ملے گا
(ارشاد الحکمۃ)

[2] وحشی نے کلیجہ پیش کیا۔ ہند نے اس کو منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا (تاریخ العمران)

نہ اُترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اٹکا
بالآخر اُس نے اُگلا اور زمین پر اسکو دے پٹکا[1]

مری بھی نسل ہو ایسی یہ اس کا شوق بیجا تھا
نگلنا اس کا مشکل تھا یہ حمزہؓ کا کلیجہ تھا

ہوا ہندِ جگر خوار آج سے مشہور نام اس کا[2]
مگر اترا نہ اس پر بھی جنونِ انتقام اس کا

پکاری واقعی تو نے کیا وحشی یہ کام آخر
ملا مجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر

ہوا بہ باد اسی حمزہؓ کے ہاتھوں سے مرا میکا
سوائے قتلِ حمزہؓ دل نہیں طالب کسی شے کا

کہاں ہے نعشِ حمزہؓ کی نشاں اس کا بتا وحشی
میں آنکھوں سے اُسے دیکھوں مجھے چلکر دکھا وحشی[3]

چلا وحشی اگرچہ اس کا جی ہامی نہ بھرتا تھا
یہ وحشی تھا۔ مگر اب ہند کی وحشت سے ڈرتا تھا

کسی صورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اس کو
شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اس کو

---

[1] جگر گلے سے نہ اُتر سکا۔ اس لئے اُگل دینا پڑا (سیرت النبی)

[2] تاریخوں میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ہے (سیرت النبی)

ہند جسدِ حمزہؓ پر

دکھایا جا کے خِطّہ اُس زمینِ آسمانی کا — جسد جس جا پڑا تھا۔ اک حیاتِ جاودانی کا
پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خون و خاک کے اندر — کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر
وہی شیرانہ صورت تھی وہی مردانہ چہرا تھا — شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولہا کا سہرا تھا
ہوا حسنِ شہادت ہند کی آنکھوں پہ آئینہ — کدورت آور چمکی اور بھڑکی آتشِ کینہ
شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرِ تاباں کی — بگاڑی کافرہ نے شکل اس مردِ مسلماںؓ کی

ہند کے گلے کا ہار

نہیں بھایا شہیدانِ وفا کا رتبۂ عالی — چھری سے گوش کاٹے اور بینی قطع کر ڈالی
لیا سینے سے دل سینے میں دل بھی مردہ تھا اِسکا — نکالے پیٹ سے گردے عجب دل گردہ تھا اِسکا
حیا کترا گئی۔ دیکھا جو یہ کارِ سفیہانہ — کہ اِس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہؓ

(دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۰۲)

یہ اعضا ایک رشتے میں پروئے مو بمو اس نے ... بنایا ہار ان کو کر لیا زیب گلو اس نے[1]

وحشی کا انعام

اُتارا طوق اپنا۔ دے دیا انعام قاتل کو ... ملے اس جرم کے یہ اچھے خاصے دام قاتل کو[2]

کہا مکے میں چل کر اور دس دینار[3] بخشوں گی ... تجھے کھانے کھلاؤں گی۔ تجھے دستار بخشوں گی

چل اب چلکر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں ... یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں

پہن کر طوق لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتل ... دکھا کر گرم گرمی سر دہو کر رہ گیا قاتل

ابھی دینار کا وعدہ تھا۔ یعنی وعدۂ فردا ... ابھی دستار کا وعدہ تھا۔ یعنی وعدۂ فردا

ابھی مکے میں جانا تھا۔ ابھی دینار ملنے تھے ... ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے ہار ملنے تھے[4]

{حاشیہ صفحہ ۲۰۱} ہندہ وحشی کو ساتھ لے کر حمزہؓ کی لاش پر آئی اس کے دل میں اس قدر عناد بھرا تھا۔ کہ ناک، کان۔ نذاکیر (اعضائے مردانہ) کاٹ لیئے۔ (تاریخ العمران)

[1] ہندہ (امیر معاویہ کی ماں) نے ان پھولوں کا ہار بنایا۔ اور گلے میں ڈالا (سیرت النبی)

[2] ہندہ نے اپنے کپڑے اور زیور وحشی کو انعام دیا۔ اور گھر پہنچ کر ان کے علاوہ دس دینار دینے کا وعدہ کیا (خاتم المرسلین)

[3] وحشی کو آزادی نصیب ہو گئی۔ مگر چند ہی روز میں کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ (خاتم المرسلین)

کیا محروم ایسے قہرماں سے اُسکی ملّت کو   صلہ یہ کچھ ملا۔ پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلّت کو

غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سر ماریں   نصیب انکے ہوا کرتی ہیں پھٹکاریں ہی پھٹکاریں

دیا تاریخِ عالم نے بڑا بھاری صلا اِس کو   خطابِ قاتلِ حمزہؓ قیامت تک ملا اس کو

خبر کیا تھی کہ آخر تو مسلماں اس کو ہونا ہے   لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو   سبق حبِّ نبی کا دے گئے عالی نہادوں کو

اِدھر قتلِ نبی کا اُٹھتے ہی میداں میں آوازہ   پریشاں ہو گیا تھا غازیانِ دیں کا شیرازہ

فقط گنتی کے چند اصحاب محوِ سرفروشی تھے   شہادت کے تمنائی تھے وقفِ سخت کوشی تھے

شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آورونامی   حیاتِ تازہ کا آغاز تھی یہ نیک انجامی

خبر سنکر رسول اللہ کے مقتول ہونے کی   دلوں کو انتہائی فکر تھی مسئول ہونے کی[۱]

---

[۱] عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ اور خارجہؓ بن زید بن ابی زہیرہ واوسؓ بن ارقم واسید ابن حضیر وغیرہم بآواز بلند لوگوں کو پکارتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ اگر حضورؐ شہید ہو گئے ہیں۔ اور ہم کو شہ چشم (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۰۴)

سمجھتے تھے۔ کہ آنے والا ہے روزِ حساب آخر — خدا کے سامنے دینگے بھلا ہم کیا جواب آخر

قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ — مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی خوئے شیرانہ

یہ کرتے جا رہے تھے وار شمشیرِ دو دستی کا — ہوا تے خود سری منہ دیکھتی جاتی تھی پستی کا

نگاہِ ہادیٔ اسلام

نگاہ ہادیٔ اسلام ہر آئینہ شاہد تھی — قضا کا سامنا تھا اور جانِ ہر مجاہد تھی

مسلمانوں کے ہاتھوں فوجِ قریشی کی ہزیمت بھی — حصولِ فتح بھی غفلت پئے مالِ غنیمت بھی

ادھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تیر انداز دستے کا — جسے تفویض سدِ باب تھا خالد کے رستے کا

نبیؐ کا حکم سُنکر بھُولنا۔ یا بھُول ہو جانا — فریضہ چھوڑ دینا۔ لُوٹ میں مشغول ہو جانا

ادھر سے ناگہانی ضرب خالد کے سواروں کی — سنانیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی

مسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا — متاعِ دنیوی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۳) سے دیکھتے رہیں۔ تو ہمارا کوئی عذر پیشِ خدا قبول نہیں ہو سکتا۔

(تاریخ العمران)

بہم اک دوسرے پر وار کرنا اہلِ ایماں کا
فرو ہو کر پلٹنا از سرِ نو تندِ طوفاں کا

اقلیّت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبوب باری پر

اشاروں میں بتایا تھا جو راز اب کھلتا جاتا تھا
کہ داغِ غفلتِ ملّت لہو سے دھلتا جاتا تھا

یہاں ایمان کو تلنا تھا میزانِ محبّت میں
بشر کا حوصلہ کھلنا تھا اعلانِ محبّت میں

یہاں نو مسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
دکھانی تھی یہاں اُفتادِ وقتِ نامساعد کی

یہاں گر گر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
یہیں تو لشکرِ اسلام کو تیار ہونا تھا

کھڑے تھے اسلحہ در بر رسولِ پاک میداں میں
نظر آتی تھی ہر سو ابتری فوجِ مسلماں میں

اُبھرتا ڈوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
گروہِ شرک میں یہ حال تھا ہر مردِ مومن کا

ہٹانا اور ہٹانا تھا ہجوم قریشیاں ان کو
قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیرِ آسماں ان کو

اس اُفتاد کے وجوہ

ہزار افراد اس میدان میں آئے تھے مدینے سے
مگر ان میں تھے پورے تین سو معمور کینے سے[1]

وہ سب غدار بزدل وہ کمینے اور دُوں ہمّت
کہ جنکی زیست بھی لعنت تھی جنکی موت بھی لعنت

وہ صف بندی سے پہلے ہی شگونِ ناموافق تھے
مسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے

ابھی آغاز بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میدان سے نکلے

بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادق الایماں
ہوئے جو معرکہ آرا بروئے لشکرِ شیطاں

رہے جبتک یہ قائم اپنے ہادیؐ کی ہدایت پر
خدا ہر آئینہ موجود تھا۔ ان کی حمایت پر

بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی
مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی

یہ زندہ معجزہ تھا صاحبِ روزِ شفاعتؐ کا
بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا

مگر جب سر اٹھایا فتنۂ مالِ غنیمت نے
ظفر کا منہ دکھا کر آ لیا۔ ان کو ہزیمت نے

---

[1] ابن اُبیّ اور اُس کے ساتھی منافق جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی بہانہ بنا کر گھروں کو واپس چلے گئے (مصنف)

نبی کے قتل ہونے کی خبر نے ہمّتیں توڑیں — کثیر افراد نے بیٹھیں خدا کی راہ سے موڑیں

سُنائی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے — غنیمت کیا ملی اُمّید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے

فقط ستّر مجاہد رہ گئے تھے معرکہ آرا — مقابل اس گھڑی جن کے جہانِ کفر تھا سارا

گھرے تھے قاتلوں میں موذیوں میں بدنہادوں میں — لہُو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں

جگر پُرخوں تھے سب کے سوزشِ داغِ جدائی سے — شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے

یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جسؐ کی قیادت کا — اُحد کی سرزمیں پر شور تھا اسؐ کی شہادت کا

کہاں تھا وہ امام المرسلینؐ وہ ہادیِ اعظمؐ — کہاں تھا وہ پناہِ بے کساںؐ وہ نازشِ آدمؐ

جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشِ ران کا — اُسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مردِ مومن کا

مگر مالِ غنیمت پر گرے جب ٹوٹ کر غازی — نظر آیا نہ یہ جذبہ اُسے شایانِ جانبازی

جہاد اُس کا تھا بہرِ دیں یہ دنیا پہ ہوئے مائل — میانِ دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل

قوانینِ محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں — کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کو لا کے دھارے میں

یہ پائی غفلتِ یک لحظہ کی پاداش اُمّت نے — کہ کھائی اپنے ہاتھوں ہی شکستِ فاش اُمّت نے

اُسی کا دستِ حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
شمولیت نہ کی اُس نے مگر مالِ غنیمت میں

صحابہؓ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سُو اپنے ہادیؐ کو[1]
کٹے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی کو

پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
کہ اوجھل ہوگیا تھا دو جہاں کا نور آنکھوں سے

وہ مہرِ آشکارا تھا نظر آتا نہ تھا اِن کو
وہ جلوہ جلوہ آرا تھا نظر آتا نہ تھا اِن کو

بہت پُر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
یہ دل غرقِ جدائی تھے اِدھر تیغوں کی طغیانی

اِدھر قلب و جگر کو ناپتی تھیں اِن کی شمشیریں
اُدھر آنکھیں تھیں فرطِ رنج سے حسرت کی تصویریں

ابنِ قمیہ کے دعوے پر ابوسفیان کا شک

زبانِ ابنِ قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا
سُناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا

وُہ میں ہوں آج میں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے
میرے ہی بازوؤں نے کعبۂ مقصود ڈھایا ہے

---

[1] جاں نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے تھے لیکن نگاہیں سرورِ عالم کو ڈھونڈتی تھیں (سیرت النبی)

حضرت علیؓ تلوار چلاتے دشمنوں کی صفیں الٹتے جاتے تھے لیکن کعبۂ مقصود (رسول اللہ) کا پتہ نہ تھا (سیرت النبی)

سپہ سالار ابوسفیاں مگر تھا بیقرار ابتک ... نظر آتی تھی۔ اس کو باغ عالم میں بہار ابتک

اگرچہ ناگوارا تھی محمدؐ کی حیات اس کو ... مگر ممکن نظر آئی نہ بہ شکلِ ممات اس کو

خُدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جسکے رکھوالے ... اُسے یہ بے حقیقت ابن قمیہ قتل کر ڈالے!

پچانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں ... خبر ایسی "عظیم الشان" تھی چھپتی نہ تھی دل میں

محمدؐ ہی کو یہ بھی ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں ... مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنجِ شہیداں میں

نہ مقتولوں میں اُس کے جسمِ اطہر کا نشاں پایا ... نہ اس میداں میں اُسکو زخمیوں کے درمیاں پایا

کعب بن مالکؓ حضورؐ کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر ... سروں سے خُون بہ بہ کر ٹپکتا تھا لباسوں پر

نبیؐ کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں مُنہ پہ کھاتے تھے ... خبر اس کعبۂ مقصودؐ کی لیکن نہ پاتے تھے

صحابہؓ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاری پر ... نگاہِ کعبؓ اُن میں سے پڑی محبوب باریؐ پر

لہ ابوسفیان ابوعامر فاسق کو اپنے ساتھ لیکر مقتل میں پھرتا تھا تاکہ رسولِ خدا کے جسم اطہر کو تلاش کرے (ارشاد الحکمۃ)

عہ سب سے پہلے کعبؓ بن مالک کی نظر پڑی (سیرت النبی)

لباس جنگ پہنے خود بر سر تھا۔ زرہ در بر — وہ ہادیؐ وہ شفیعِ انس و جاں کونین کا سرورؐ[1]
نگاہِ کعبؓ نے دیکھی نرالی شانِ پیغمبرؐ — ہزاروں حملہ آور اور تنہا جانِ پیغمبرؐ

کہاں؟

جہاں اک اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے — جہاں بازو پیاپے وار کرنے سے نہ تھکتے تھے
جہاں فرشِ زمیں گلرنگ تھا خونِ شہیداں سے — جہاں اک اک لعیں ممتاز تھا فرعون و ہاماں سے
جہاں اس جرم پر جاں چھین لیجاتی تھی انساں کی — کہ وہ پوجا نہیں کرتا بتوں کی اور شیطاں کی
جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل بھی لوہے کے — جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے
جہاں غصہ تھا کینہ تھا۔ عداوت تھی درشتی تھی — جہاں مقصود حملہ آوری تھی دھینگا مشتی تھی
جہاں گرزا ژدہاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے — جو سر کو توڑ کے اور مغز سر کو کھا کے پھرتے تھے

---

[1] اُحد میں جب ایک حشر برپا تھا اور مسلمانوں کا لشکر پراگندہ ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ کو ایک بالشت جگہ سے ہٹتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ بدستور اعدا اسی طرح قائم تھے۔ حالانکہ ہر طرف تیر برس رہے تھے۔ اور تلواریں چل رہی تھیں۔ (رشاد الحکمۃ)

جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاڑیں　　جہاں لٹھتے تھے نعرے جس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں

وہیں وہ مظہرِ حق تھا ثباتِ معجزانہ سے

اُسی شان و وقار و شوکتِ پیغمبرانہ سے

بنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگمگاتی تھی　　محمدؐ تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

خوشی تھی فتح کی اُس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا　　مثالِ عرش قائم تھا قدم اُس کی عزیمت کا

اِدھر سے تیر آتے تھے اُدھر سے تیر آتے تھے　　طوافِ نُور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

کعبؓ نے کیا دیکھا

عیاں[۱] تھا خود سے دُہری زرہ سے بھی جمال اُسکا　　فلک پر مہر کو محجوب کرتا تھا جلال اُس کا

قریب اُسکے تھے محوِ جنگ گنتی کے رفیق اُسکے　　اُسی کے نقشِ پا پر چل رہے تھے ہمطریق اُسکے

علیؓ[۲] و طلحہؓ و سعدؓ و زبیرؓ اُسکے تھے پروانے　　وہ شمعِ خیر تھا یہ اہلِ خیر اُسکے تھے پروانے

---

۱ آپ کے سر پر مغفر تھا۔ اور بدن مبارک پر دُہری زرہ تھی (تاریخ العمران) ۲ حال یہ تھا کہ آپؐ کے جانثار آپؐ کے پاس سے لڑتے لڑتے اور دشمنوں کو ہٹاتے ہٹاتے دُور چلے جاتے تھے۔ آپؐ تنہا رہ جاتے تھے۔ (تاریخ العمران)

یہی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر
وہ ایماں نہا کئے دیتے تھے یہ جانیں نثار اس پر

یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھر کر
مگر پھر مرکزِ اصلی پہ آجاتے تھے ہر پھر کر

یہ فوجوں کو ہنکاتے۔ مارتے تھے اور ہٹاتے تھے
یہ موجوں میں شناور کی طرح غوطے لگاتے تھے

بہا کر دُور لیجاتی تھی ان کو ان کی جولانی
کہ پورے زور پر تھی اس جگہ دریا کی طغیانی

میدان میں شانِ نبوّت

مگر ہر آئینہ میدان میں تا ہم ثابت استادہ
تنِ تنہا نظر آتا تھا وہ اللہ کا دلدادہ

سُنا اُسنے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ
بکھرتا اس نے دیکھا اپنی جمعیت کا شیرازہ

نظر آیا تھا۔ خونریزوں کا میدان چھوڑ جانا بھی
سکوتِ بے خودی بھی اور رہیٹھیں موڑ جانا بھی

ثبات و صبر والوں کی بھی شانیں دیکھتا تھا وہ
رہینِ جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ

وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے یاروں کی
بہر سُو زیرِ خنجر گردنیں تھیں اس کے پیاروں کی

خبر تھی اسکو دشمن ہیں اُسی کے خُون کے پیاسے
اُسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دنیا سے

جہاں میں جن کے رُتبے وہ دوبالا کرنیوالا تھا نگاہ و قلب میں جن کے اُجالا کرنیوالا تھا
وہ سب اندھے نظر آتے تھے آج اس نور کے درپے جہالت کی یہ آندھی تھی چراغ طور کے درپے

پیمبرؐ کا عزم اور تاثر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹوٹ جاتے ہیں اُکھڑ جاتے ہیں میداں سے قدم جی چھوٹ جاتے ہیں
فلک نے بارہا انسان کو جنگ آزما پایا نہ قائم اس طرح کوئی محمدؐ کے سوا پایا!
وہ قلبِ مطمئن خاطر بہم اوّل سے آخر تک وہ طبعِ مستقل ثابت قدم اوّل سے آخر تک
مسلمانوں کا اک اک زخمِ تن تھا داغِ دل اسکا بہارِ زخمِ امت سے چمن تھا باغِ دل اس کا
دلِ ہمدرد اس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا مگر مُنہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا
تنِ ہر مردِ مومن پہ جو دشمن وار کرتے تھے اُدھر سر پہ نہ آتے تھے اِدھر دل میں اُترتے تھے
مگر وہ تھا یہ اطمینان اپنے حال پر قائم اُسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پہ قائم
یہ سب وہ کس لئے سہتا تھا اِک اسلام کی خاطر بشر کے امن اور توحید کے پیغام کی خاطر

نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اُس کا نہ دیکھا تھا
کہ دیکھا تھا جمال اُس کا جلال اُس کا نہ دیکھا تھا

کعبؓ بن مالک کی صدا

نگاہ کعبؓ بن مالک پڑی جب قدِ بالا پر
وجودِ پاک پر زرہیں جھلم تھا روئے والا پر

مگر وہ حق نما آنکھیں۔ مگر وہ باحیا آنکھیں
جھلم سے نفیں نمایاں مظہرِ شانِ خدا آنکھیں

انہی آنکھوں سے چشم کعبؓ نے حضرت کو پہچانا
خدا کا نور دیکھا۔ آیۂ رحمت کو پہچانا[1]

خبر شیطاں نے جسکے قتل ہونے کی اڑائی تھی
خدا نے پھر اُسی محبوب کی صورت دکھائی تھی

چھلک اٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ
صدا اٹھی زبانِ کعبؓ سے بے اختیارانہ[2]

نوید اے طالبانِ جلوۂ مطلوبِ ربانی
خدا کے فضل سے موجود ہیں محبوبِ سبحانی

نوید اے تشنگانِ شربتِ دیدار ادھر آؤ!
ادھر آؤ ادھر ہیں جلوہ گر سرکار ادھر آؤ!

یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

---

[1] چہرۂ مبارک پر مغفر تھا۔ لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں۔ (سیرت النبی)
[2] کعبؓ نے پہچان کر پکارا۔ مسلمانو رسول اللہ یہ ہیں (سیرت النبی)

شمعِ نبوّت کے پروانے

رسول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا
اشارے سے کیا ارشاد ضابطے خموشی کا[1]

صدائے کعبؓ گونج اٹھی مگر کہسار و میداں میں
نویدِ زندگانی تھی۔ بہ گوشِ اہلِ ایماں میں

صحابہؓ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے
زمین و آسماں کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے

صدائے کعبؓ ہاتف کیطرح اب کان میں آئی
نویدِ آقا کی پائی۔ جان گویا جان میں آئی

سمائی تازگی اس طرح اندامِ فسردہ میں
پلٹ آتی ہیں روحیں جس طرح اجسامِ مردہ میں

رُخِ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں
یقیں آیا ہم اب تک ہیں محمدؐ کی پناہوں میں!

کھنچے[2] عاشق اڑیں جسطرح سوئے کہربا تنکے
نبی کو دیکھ کر پَر لگ گئے ہر مردِ مومن کے

قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے
متاعِ ضربِ کاری دشمنوں میں بانٹتے آئے

---

[1] آپ نے کعبؓ کو خاموش رہنے کا اشارا کیا۔ (تاریخ العمران)

[2] یہ سنکر ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے۔ (سیرت النبی)

کفّار کی شدّت

طوافِ شمع جب کرنے لگے آ کے پروانے
اُسی نقطہ پہ دھاوا کر دیا افواجِ اعدا نے[1]

قریشی فوج نے بھی کعبؓ کی آواز سُن پائی
اُمڈ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اِسطرف آئی

نظر آیا کہ جھوٹا اِدّعا تھا ابن قمیہ کا
ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ماتھا ابن قمیہ کا

کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے
رسُولِ پاک پر انیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرت علیؓ کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یُوں نزدیک آنے کا
علیؓ سے اَمر حضرت نے کیا اُن کو ہٹانے کا[2]

---

[1] کفّار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پہ زور دیا۔ (سیرت النبی)

[2] دَل کا دَل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے (سیرت النبی)

جب پہلا غول بڑھا۔ تو آپؐ نے علی المرتضٰیؓ کو قریب کھڑے تھے۔ روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھکر ان کو منتشر کر دیا۔ (خاتم المرسلین)

لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغ یدِ اللّٰہی
یہ ناری پھر جہنم کی طرف ہونے لگے راہی

گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدرؓ نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دستِ حیدرؓ نے

بھری تھی برقِ باطل سوز تیغِ شیرِ یزداں میں
لپک اُٹھا تھا اک شعلہ سا تیروں کے نیستاں میں

اگرچہ خوفِ حیدرؓ سے تھا زہرہ آب دشمن کا
مگر اُمڈا ہوا اُٹھا چار سُو سیلاب دشمن کا

حضورؐ پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بُزدل شریروں کی
رسولِ پاکؐ پر ہونے لگی بوچھاڑ تیروں کی

ادھر جسموں کی دیواریں اُٹھا دیں باوفاروں نے
بساطِ عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثاروں نے

صحابہؓ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب اُن کو
بتاتے تھے نشانہ آپ خود عالی جناب اُن کو[1]

کمانیں تاب لاتی تھیں نہ زورِ دستِ ہادیؐ کی[2]
مگر تھی معجزانہ شان اس فنکارادی کی

---

[1] آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر مارتے تھے (ارشاد المحکمۃ)
آنحضرتؐ کبھی کمان سے تیر چلاتے کبھی پتھر مارتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] پہلے کمان کا چلا ٹوٹا حضرتؐ نے کمان عکاشہ بن محصن کو دی۔ کہ چلا کھینچیں۔ انہوں نے زور لگایا۔ مگر وہ پورا نہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کھینچ کھینچ پورا ہو جائیگا۔ اب کے جو کھینچا۔ تو وہ اس قدر بڑھا۔ (آگے دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۱۸)

علیؓ[1] اک سمت سعدؓ اک سمت انہیں چورنگ کرتے تھے
ابوبکرؓ و عمرؓ اک سو جہاد و جنگ کرتے تھے

زبیرؓ و طلحہؓ تھے سینہ سپر سرکار عالی پر
یہ پروانے مٹے جاتے تھے حسن بے مثالی پر

قریش اللہ کے مرسل پہ نرغہ کرکے آتے تھے
صحابہؓ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے

اُدھر سے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھاڑ آتی تھی
اِدھر سے ڈھال طلحہ بن عبید اللہؓ کی چھاتی تھی

یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے
مخالف تھے شریروں کے مؤید تھے شریفوں کے

اِدھر سینے تھے اِن کے اُس طرف خونریز بھالے تھے
یہ سب تھے پاپیادہ اُس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادتِ رسولؐ کی افواہ

کیا شیطان نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں
مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک ساعت میں[2]

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۱۷) کہ پورا ہو کر کئی بھیر زیادہ ہو گئے حضرت نے پھر اس کمان سے کام لیا ایسے اس کا گوشہ بھی ٹوٹ گیا۔
(تاریخ العمران۔ رشاد الحکمۃ)

[1] یہاں نثاران نبیؐ چاروں طرف حضرت کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے۔ کوئی ایک طرف حملے کو روکتا تھا۔ کوئی دوسری طرف۔ مگر انبوہ کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] یہ خبر کہ حضورؐ نے شہادت پائی۔ مدینہ میں بھی پہنچی۔ اور ہر فرد کا دل ہل گیا۔ (تاریخ العمران)
عورتیں اور بچے اس خبر کو سن کر بے تاب ہو گئے۔ اور مدینے سے نکلے (رشاد الحکمۃ)

گھروں کی بیبیاں طاری حیا تھی مو بمو جن پر ۔۔۔ وہ معذوریں عاید تھا نہ حکمِ جاھِدُوا جن پر
وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو ۔۔۔ محبت تھی، مگر سرکارِ عالی جاہ سے جن کو
وہ مائیں پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو ۔۔۔ لئے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو
وہ بیوائیں نبیؐ کے فیض پر جن کا گذارا تھا ۔۔۔ ضعیف افراد جن کا بازوئے حق ہی سہارا تھا
مساکین و یتیمی جن کے سر پر تھا وہیؐ سایا ۔۔۔ وہی تھا آسرا جن کا۔ وہی تھا جن کا سرمایا
کیا تھا۔ آپ نے بہرِ حفاظت قلعہ بند ان کو ۔۔۔ مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو
سُنا جب یہ کہ سایہ اٹھ گیا محبوبِ باری کا ۔۔۔ نہ پوچھو اب نہ پوچھو حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کی پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گھسے تھے چھوڑ کر میداں ۔۔۔ ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحبِ ایماں
انہیں[1] دیکھا گھروں کی بیبیوں نے اور ماؤں نے ۔۔۔ کہ پُوں پشتیں دکھا دیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے

---

[1] اُحد میں شہادتِ رسولؐ کی خبر سننے کے بعد مسلمین کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ ان میں سے بعض مدینہ میں پہنچے لیکن وہاں عورتوں نے ان کو غیرت دلائی۔ اور وہ پلٹ کر پھر میدان کی طرف نکلے اور حضور کو صحیح سلامت دیکھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

دئے ماؤں نے دھکّے بیبیوں نے اُن سے رُخ پھیرا
جدھر آنکھیں اُٹھیں شرم و ندامت نے انہیں گھیرا

کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں
حرام اُن پر ہمارا دُودھ جو اس طرح بھاگ آئیں

لحاظِ خلق کیا ہوتا۔ خدا سے بھی نہ شرمائے
محمدؐ کی شہادت کی خبر سنتے ہی بھاگ آئے

اسی بے آبروئی کے لئے کیا تم کو پالا تھا
وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا

پکاریں بیبیاں مردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں
کہ رن میں آبرو دے کر بچا لایا کریں جانیں

تمہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا
حقِ احسانِ پیغمبرؐ ادا کرنے کو بھیجا تھا

اگر یارا نہ تھا اسلام پر قربان ہونے کا
تو دعوےٰ کیوں کیا تھا صاحبِ ایمان ہونے کا

یہی شرطِ وفا ہے۔ کیا یہی ہے کام مومن کا؟
کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا۔ اپنے محسنؐ کا!

"یہ بیچارے کسی قابل نہیں ہیں"۔ بول اٹھیں بہنیں
"گھروں میں چھپ کے بیٹھیں چرخہ کاتیں چوڑیاں پہنیں"

خدا اور مصطفٰےؐ کی لاج سے جو مرد ہیں عاری
وہ اپنی ماؤں بہنوں کی کرینگے کیا نگہداری

سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دکھائے اس طرح آئینِ غیرت نے جو آئینے
تو احساسِ خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے

یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کارگر نکلے
نظر آیا کہ ہم تو عورتوں سے بھی بتر نکلے

کیا تھا فرض سے برگشتہ فرطِ یاس نے اُن کو
مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو

خدا کی راہ سے بھٹکے ہوئے پھر راہ پر آئے
پلٹ کر اُلٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

جو دشت و جبل میں آوارہ تھے

گریزاں تھے جبال و دشت میں کچھ بھاگنے والے
پڑے پھرتے تھے بیچارے گریبانوں میں سر ڈالے [1]

زبس اُفتاد سے نادم۔ زبس لغزش سے شرمندہ
دلوں میں سوچتے تھے اب نہ مُردہ ہیں نہ ہم زندہ

رسول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر
کئے دیتی تھی اُن کو غرق جوئے اشک بہہ بہہ کر

---

[1] بعض مسلمین شعب جبال میں متفرق تھے۔ ان کو بعض نے پکارا اور جہاد اور وعیدِ رسول یاد دلائی۔ پس وہ بھی پلٹے اور شاملِ غزوہ ہوئے (ارشاد الحکمۃ)

اچانک معرکے سے پھر صدائے جاہِدُوا آئی
دلوں میں از سرِ نو مژدۂ لاتقنطوا لائی

ہُوا ارواحوں پہ طاری جذبۂ کامل شہادت کا
کہ پھر ہاتھ آ گیا چھوٹا ہوا دامن سعادت کا

یہ پلٹے اور آ کر ہو گئے پھر جنگ میں شامل
انہیں اُفتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خاتونانِ اسلام رضی اللہ عنہن

سماعت میں جو پہنچیں دل ریش اخبارِ وفات آئیں
مدینے سے نکل کر مومناتِ قانتات رضی اللہ عنہن آئیں[1]

نبی کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں
لئے پھرتی تھیں اک تصویرِ حسرت چشمِ حیراں میں

بہر سو زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں
کہیں لیکن سُراغِ ساقیِ کوثر نہ پاتی تھیں

شہادت یاب فرزندوں کی عالی تربیت مائیں
دلوں میں لائی تھیں قربان ہونے کی تمنائیں

وہ مائیں جن کے آغوشوں نے پہلے شیرِ نر پالے
رضاکاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے

پدر، شوہر، برادر اور پسر اسلام پر صدقے
خوشی سے کر دئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے

---

[1] بہت سی خاتونانِ اسلام جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی بالتخصیص معلوم ہیں۔ معرکہ گاہ میں پہنچیں۔ یہ سب زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (تاریخ العمران)

نہ رشتے اب نہ کوئی ماننا مطلوب تھی ان کو
وجودِ پاکِ ہادیؐ کی بقا مطلوب تھی ان کو

یہ مشکیزوں میں پانی دُور سے بھر بھر کے لاتی تھیں
یہ کوثر طالبانِ آب کوثر کو پلاتی تھیں[1]

حضرت اُمِّ عمارہ رضؓ[2]

اُحد میں خدمتیں جن کی بہت ہی آشکارا تھیں
اُنہی میں ایک بی بی حضرتِ اُمِّ عمارہؓ تھیں

پئے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی
پلاتی تھی یہ بی بی زخمیانِ جنگ کو پانی

نبیؐ کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن
ہوئے اُس زندگی بخشِ جہاںؐ کی جان کے دشمن

اُسی شمعِ ہُدیٰ پر جب پلٹ کر آگئی آندھی
تو اس بی بی نے رکھ دی مشک چادر سے کمر باندھی

---

[1] اس غزوہ میں اکثر خاتونانِ اسلام نے بھی شرکت کی۔ حضرت عائشہؓ اور اُمِّ سلیمؓ اور اُمِّ سلیطؓ اور اُمِّ ایمنؓ نے بھی یہی خدمت انجام دی۔ (سیرت النبیؐ)

[2] جس وقت میدان میں خود آنحضرتؐ پر یورش ہوئی۔ اس وقت ایک نیک جان نثار صحابیہ اُمِّ عمارہؓ جن کا نام نسیبہؓ تھا۔ لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پیغمبرؐ کی ذات پر حملہ ہوتے دیکھ کر رہا نہ گیا۔ درمیان میں آکر لڑنے لگیں (خاتم المرسلین)

تھے[۱] اس کے شوہر و فرزند بھی مصروفِ جاں بازی
رسول اللہ پر قربان تھے اللہ کے غازی

ہوئی یہ شیر زن بھی اب قتال و جنگ میں شامل
سپر بن کر لگی پھرنے بگردِ ہادیٔ کامل[۲]

یہ اپنی جان پر ہر زخمِ دامن گیر لیتی تھی
کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی

نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ
کیا یک لخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر

نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے
مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے

اسی شمشیر سے اس نے سرِ شمشیر زن کاٹا
ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا

جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باریؐ کو
پہنچتی تھی وہیں امِّ عمارہؓ جاں نثاری کو

سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ اٹھی تھی نمازِ صبح کو تاروں کے سائے میں
نمازِ ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں

فرشتے دنگ تھے اس تیغِ ایمانی کے جوہر سے
کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے

۱؎ امِّ عمارہؓ۔ اس کا شوہر اور دونوں بیٹے اُحد میں شامل اور ثابت قدم تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

۲؎ امِّ عمارہؓ حضورؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں پھرتی تھیں۔ اور آپ کی ذات پر جو حملہ ہوتا تھا اسکو روکتی تھیں (تاریخ العمران)

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابو طلحہؓ[1] اور سعد وقاصؓ[2] کی تیر اندازی

پیمبرؐ کی طرف چاروں طرف سے تیر آتے تھے
مگر نورِ مجسمؐ[3] پر نچھاور ہوتے جاتے تھے

ادھر سعدؓ و ابو طلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں
نبیؐ کا ترکش ان کے پاس تھا یہ انکی شانیں تھیں

کرمؐ یہ تھا کہ سر رکھ کر ابو طلحہؓ کے شانے پر
نشانِ حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانے پر

ابو طلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں پے بہ پے ٹوٹیں
ادھر ان خاطیوں کی بہم جاں نے کر دنیں گھوٹیں

اماں دیکھی نہ داماں نبیؐ کے گوشہ گیروں سے
تو گوشوں میں جا چھپے سعد و ابو طلحہؓ کے تیروں سے

---

[1] ابو طلحہؓ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں اُن کے ہات میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئیں۔ (سیرت النبی)

[2] سعد وقاصؓ بھی مشہور تیر انداز تھے۔ اور اس وقت رکاب میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا۔ اور فرمایا تم پر ماں باپ قربان تیر مارتے جاؤ۔ (سیرت النبی)

[3] حضرت ابو طلحہؓ کے پیچھے سرور دوش کے مابین سرِ اقدس رکھے ان کے تیروں کو نشانہ پر لگنے کا معائنہ فرماتے تھے۔

(ارشاد الحکمت)

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوج سرکش میں
ابوطلحہؓ نے دیکھا تھڑ گئے ہیں تیر ترکش میں[1]

ابوطلحہؓ پکارے اے خدا کے مظہرِ عالی[2]
نہیں اب تیر باقی ۔ میرا ترکش ہو گیا خالی

میرے ماں باپ قرباں آپ ﷺ اب سرکار ہٹ جائیں
ذرا سی دیر جب تک آندھیاں میداں سے چھٹ جائیں

رسول اللہ ﷺ سن کر مسکرائے اور فرمایا
خدا کا نور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا

یہ کہہ کر چند شاخیں دیں ابوطلحہؓ کو سرورؐ نے[2]
انہی شاخوں سے اب وہ تیر اندازی لگے کرنے

یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں
قضا کے تیر بن بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں

کمان آخر بھی دے گئی لیکن جواب آخر[3]
یہ بیچاری نہ لائی قادر اندازی کی تاب آخر

---

[1] ابوطلحہؓ کے پاس تیر تھڑ گئے۔ اور انہوں نے کہا حضور اب آپ ہٹ جائیے۔ خدا مجھے آپ پر فدا کرے (ارشاد الحکمۃ)

[2] آنحضرت ﷺ ابوطلحہؓ کو چوب خشک اٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ مار اس تیر کو۔ اور ابوطلحہؓ اسی کو کمان پر رکھ کر چلاتے تھے۔ اور یہ تیر خطا نہ کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

[3] تیسری کمان بھی ٹوٹ گئی۔ تو ابوطلحہؓ آنحضرت ﷺ پر ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور تیروں کے سامنے سینہ کر دیا (ارشاد الحکمۃ) انہوں نے (ابوطلحہؓ) سپر سے آنحضرت ﷺ کے چہرے پر اوٹ کر لی تھی۔ کہ آپ ﷺ پر کوئی وار کرنے نہ پائے۔ آپ ﷺ کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپ ﷺ گردن نہ اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کوئی تیر لگ جائے یہ میرا سینہ حاضر ہے (سیرت النبی)

یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابو طلحہؓ
رسول اللہؐ کے آگے بن گئے دیوار ابو طلحہؓ

نبیؐ کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے
ابو طلحہؓ ہدف بنتے تھے۔ آقاؐ کو بچاتے تھے

کیا تیروں نے چھلنی کی طرح سینہ نگاران کا
مگر خوش تھے کہ راضی ہو گیا پروردگار ان کا

سعد وقاصؓ کی تیر اندازی

قدر اندازیٔ سعدِ وقاص اعجاز تھی گویا
قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا

کمانداران دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے
مگر پیکِ قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے

جہاں بھی تیر سر کرتی ہوئیں آنکھیں نظر آتیں
جنابِ سعدؓ کے ہاتھوں سے تیرِ بے خطا پاتیں

کہیں چلہ کشوں کو جز عدم گوشہ نہ ملتا تھا
عدم کی راہ ملتی تھی۔ مگر توشہ نہ ملتا تھا

قدر انداز کا انداز کچھ ایسا پسند آیا
نبیؐ نے اپنا ترکش سعدؓ کو تفویض فرمایا[۲]

---

[۱] مالک ابن زہیر اور حیان بن العرقہ دونوں بہت دریئے اصحاب نبیؐ تھے یہ پتھروں کی آڑ میں چھپ کر تیر چلاتے تھے حضرت سعد وقاصؓ نے انکو بھانپا اور عین اسوقت جب وہ تیر مارنے کو نشانہ باندھ رہے تھے ایسا ایسا تیر مارا کہ آنکھوں کے راستہ پار ہو گیا۔ (ارشاد الحکمہ)

[۲] سرکار دو عالمؐ نے اپنا ترکش سعدؓ وقاص کے حوالے کر دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

کماں کی ہر کشش سے اب مبارکباد ملتی تھی ۔۔۔ کہ تیر افگن کو شانِ سروری سے داد ملتی تھی

ابوسفیان[1] پر حضرت حنظلہؓ بن ابوعامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سو عام دھاوا تھا ہزاروں کا ۔۔۔ ثبات و صبر قائم تھا۔ مگر ان جاں نثاروں کا

پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شور باطل کا ۔۔۔ مگر چلتا نہ تھا چند اہلِ حق پر زور باطل کا

ابوسفیاں بہت بیتاب سے آرام پھرتا تھا ۔۔۔ نبیؐ پر حملے کرتا تھا۔ مگر ناکام پھرتا تھا

یہ چاروں سمت اُکساتا تھا باطل کے گروہوں کو ۔۔۔ مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا۔ ان پر شکوہوں کو

کھڑا تھا پُشت پر لشکر کے یہ سر خیلِ اعدا کا ۔۔۔ کہ چشمِ حنظلہؓ نے دُور سے نامرد کو تاکا

جھپٹ تھی بازوئے شاہیں کی یا اِک جست ضیغم کی ۔۔۔ ابوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اک چمکی

نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مردِ غازی کی ۔۔۔ گری فرشِ زمیں پر کٹ کے گردن اسپ تازی کی[2]

---

[1] ابوعامر کے بیٹے حنظلہؓ نے کفار کے سپہ سالار پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے (سیرت النبی)

[2] حنظلہؓ بن ابوعامر نے ابوسفیان پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو پے کیا۔ گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیان زمین پر لوٹنے لگا۔ اور شور کرتا تھا کہ اے گروہِ قریش میں ابوسفیان ہوں اور یہ شخص مجھ کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرشِ سنگیں پر
دہن سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمنِ دیں پر

قریشی فوج کو اس نے پکارا اور دُہائی دی
سپاہی دفعتہً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی

ابوسفیان کے سینے پر سوار اک مردِ غازی تھا
اور اُس غازی کا دستِ راست محوِ کارسازی تھا

گرفتِ دستِ چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن
جہنم کے لیے تھی منتظر اک وار کی گردن

مگر[۱] اُس وار کی مُہلت نہ دی قریشی سواروں نے
کہ جسمِ مردِ مومنؓ چھید ڈالا نیزہ داروں نے

یہ گلزارِ جوانی آج سیرابِ شہادت تھا
بزورِ دست و بازو فاتحِ بابِ شہادت تھا

لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ لباسِ سُرخ[۲] تن پر تھا
عجب رنگِ بہارِ جاوداں گُل پیرہن پر تھا

جان بچی لاکھوں پائے

ابوسفیان بھی چوٹوں کو سہلاتا ہوا اُٹھا
ہوا خواہوں کا شکریہ بجا لاتا ہوا اُٹھا

مہیّا ہو گیا اک اور گھوڑا بہرِ اسواری
کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمر شانِ سرداری

---

[۱] حنظلہؓ شہید کر دیئے گئے یعنی اس وقت کہ ان کا ہاتھ ابوسفیان کا گلا کاٹنے ہی والا تھا (تاریخ العمران)
دیکھو حاشیہ[۲] صفحہ ۲۳۰ پر

گئی گھوڑے کے ہاتھ سے بچ گئی جاں خیریت گذری
بڑا بیباک تھا مردِ مسلماں خیریت گذری!

کمر میں درد۔ چہرا زرد تھا اور دل ہراساں تھا
اجل نے طرح دیدی۔ ورنہ بچنا کوئی آساں تھا!

نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصوبہ
پکڑتی جا رہی تھی طول یعنی جنگِ مغلوبہ

نبیؐ کے صبر و استقلال پہ اس کو تحیّر تھا
وجودِ پاک ہر حالت میں بالائے تغیّر تھا

(حاشیہ صفحہ ۲۲۹) حضرت حنظلہؓ جو ہل نے سپہ سالارِ قریش ابوسفیان پر حملہ کیا اُسی ابوعامر کے فرزند تھے جو اُحد میں قریش کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا۔ اور جس نے انصار کو ورغلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور میدان میں گڑھے کھدوائے تھے۔ حضرت حنظلہ دل و جان سے مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے باپ کے مقابل نکلنے کی اجازت چاہی مگر آنحضرتؐ نے گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ کو قتل کرے۔ جنگ مغلوبہ میں بے جگری کے ساتھ لڑے اور ابوسفیان کو گرا کر اُس کے سینے پر چڑھ گئے۔ لیکن قتل کرنے کی مہلت نہ ملی۔ اور ابوسفیان کے پکارنے پر قریشی سواروں نے ان کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ

آپ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی شادی روزِ اُحد کی گذشتہ شب ہوئی تھی۔ اور آپ صبح اُٹھتے ہی بغیر غسل فرمائے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو دیکھا کہ حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں۔ اُن کی زوجہ سے پچھوایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ جنب تھے۔ اس لئے ان کا لقب غسیل الملائکہ پڑ گیا۔

(دیکھو طبری و ابن اسحٰق)

بابِ نہم

آفتاب اور بُرجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی

کھڑی تھی ایک جانب قریشیوں کی سازشی ٹولی
سپہ سالار کے ہمراز تھے شیطاں کے ہمجولی

یہ چاروں حملہ کرنے کیلئے گھاتیں لگاتے تھے
پیمبر تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے

نگاہیں ابنِ قمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ
گھٹاؤں میں تھا خورشیدِ رسالتؐ اور تابندہ

ابوسفیاں قریب آکر ہنسا اور اس طرح بولا
جوانمردو۔ ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا!

وہ جس کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی — وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی

تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے — تھپیڑے سہ رہے ہیں اسکے ساتھی تند موجوں کے

میری تجویز یہ ہے فوج ان لوگوں کو اُلجھائے — بڑھے بڑھ کر ہٹے ان کو نبیؐ سے دُور لے جائے

اِدھر اُس کے صحابہؓ پر ہلاکت خیز ریلا ہو — اُدھر سے جا پڑو تم سب محمدؐ جب اکیلا ہو

وہ اک ہے اور تم لاتعداد مقامِ شرم ہے یارو! — کسی ترکیب سے نُورِ خُدا کو گھیر کر مارو!

فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر — کوئی تو کارگر ہو جائے گا جانِ محمدؐ پر

کڑے[۱] سونے کے پہناؤں گا میں بازوئے قاتل میں — جگہ پائیگا اس کا نام ساری قوم کے دل میں

ابُوسفیاں نے ان بہکے ہوؤں کو خوب بہکایا — یہ کولے بجھ چلے تھے پھر انہیں پھونکوں سے دہکایا

سُجھا کر چال۔ آگے بڑھ گیا اِن سے ابُوسفیاں

لگائی گھات سانپوں نے لپٹنے ہادیؐ دوراںؐ

---

[۱] ابوسفیان نے ابنِ قمیہ وغیرہ سے کہا کہ میں نبیؐ کو قتل کرنے والے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہناؤں گا جس طرح شاہانِ فارس اپنے بہادروں سے سلوک کرتے ہیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

ابوسفیاں کی تنزویریں

سپہ سالار نے اب نائبوں کو حکم پہنچائے ۔۔۔ کہ سورج ڈھل چکا، قد کے برابر آ چلے سائے

مگر قائم مسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک ۔۔۔ کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک

یہی صورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی ۔۔۔ تو سمجھو خود ہماری مرگ بے ہنگام آ پہنچی

ہوئے تھے منتشر جو لوگ اک جھوٹی خبر سن کر ۔۔۔ وہ پلٹے آ رہے ہیں اور بھی غصے میں جل بھن کر

سلامت یا کرامت دیکھ کر سب اپنے ہادی کو ۔۔۔ پلٹ کر آنے والے پُر کئے دیتے ہیں وادی کو

کوئی صورت کرو اُلجھا کے اِن کو دُور لے جاؤ ۔۔۔ گڑھے کھودے تھے جو راہب نے ان تک انکو پہنچاؤ

شعاعوں کو اگر خورشیدِ انور سے جُدا کر دو! ۔۔۔ تو میں تم کو نویدِ فتح دیتا ہوں جو انمردو!

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سُن کر افسرانِ فوج اصلی بات کو سمجھے ۔۔۔ سپہ سالار کی قابو چیا نہ گھات کو سمجھے

نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو
بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹا یا رسالوں کو

وجودِ پاک کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل
پیا دے اور شتر اسوار قاتل گھر چڑھے قاتل

انصارؓ کی فداکاری

پیمبرؐ مسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو
نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبوبِ باری کو

ہوا ارشاد کون اپنے نبیؐ پر جان[1] دیتا ہے
بشارت باغِ جنت کی علی الاعلان لیتا ہے

زیاد[1] ابنِ سکن رضؓ آگے بڑھے اور پانچ انصاری
صلہ پا کر صلا سُن کر دلوں پر وجد تھا طاری

شہادت گاہ پر آنکھیں تصور آسمانوں پر
صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر

بسانِ شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی
شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑے غازی

گلے تیغوں کے اُوپر رکھ دیئے جانیں فدا کر دیں
خوشی سے قیمتیں جنسِ محبت کی ادا کر دیں

---

[1] ایک دفعہ ہجوم ہوا۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ زیاد ابن السکن اپنے ساتھ پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے لئے آگے بڑھے۔ (سیرت النبی)

اگرچہ[1] جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاور کی
صفیں لیکن اُلٹ ڈالیں ہجومِ حملہ آور کی

گریں آخر زمیں پر سُرخرو لاشیں شہیدوں کی
سنلاے بن گئیں پیشانیاں نور آفریدوں کی

زیاد ابن سکن[2] میں اک ذراسی جان باقی تھی
تمنّائے شہادت تشنۂ دیدارِ ساقی تھی

اُٹھا لائے شہیدِ ناز کو ایسائے ہادیؐ پر
مقدّر جاگ اُٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر

کوئی دیکھے تو یہ اعزاز شیدائے محمدؐ کا!

کہ خوابِ ناز کو تکیہ ملا پائے محمدؐ کا!

خاص ذاتِ اقدسؐ پر حملے

ہویدا تھا نبیؐ پر حال شیطانوں کی نیّت کا
مگر منظور تھا۔ جو بھی تقاضا تھا مشیّت کا

---

[1] ایک ایک نے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ (سیرت النبی)

[2] زیاد بن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ ان کا لاشہ لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے۔ کچھ کچھ جان باقی تھی۔ قدموں پر منہ رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں جان دے دی۔ (سیرت النبی)

رسولؐ اللہ بیعت لے چکے تھے اہلِ ایماں سے
کہ حق پر جان دینگے منہ نہیں موڑینگے میداں سے

لہو میں غوطہ زن یہ بحرِ الفت کے شناور تھے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبر[1] یہ قدموں پر نچھاور تھے

کیا حملہ جو اب بڑھ کر نبیؐ کے جانثاروں نے
تو گھیرے میں لیا ایک ایک کو دس دس سواروں نے

قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
کہ شمع نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے

تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قرشی سواروں کے
یہ منظر دیکھ کر دل بڑھ گئے ان جانثاروں کے

کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
جہاں خندق کھدی تھی صاحبِ معراج کی خاطر

گڑھے اوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
اچانک چلتے چلتے پائے ملہمؐ اک جگہ ٹھہرے

مقدر تھا یہیں پر وہ تصادم کفر و ایماں کا
کہ جس پر فیصلہ تھا قسمتِ انسان و شیطاں کا

کھڑا تھا امتحانِ زورِ باطل کے لئے ہادیؐ
بحدِ انتہا دے دی گئی شیطاں کو آزادی

دوراہے پر کھڑی تھی گردشِ تقدیرِ انسانی
ادھر تھا عالمِ باقی ادھر تھا عالمِ فانی

---

[1] آٹھ صحابہ کبار نے اس روز حضرتؐ کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی تھی۔ مہاجرین میں سے حضرت علیؓ۔ زبیرؓ و طلحہؓ اور پانچ انصار میں سے حضرات بو دجانہؓ۔ حارثؓ ابن صمہ۔ حبابؓ ابن المنذر۔ عاصمؓ بن ثابتؓ۔ اور سہیل بن حنیفؓ مگر ان میں سے کسی کو موت نہ چھو سکی۔ (رشاد الحکمۃ)

اچانک ابن قمیہ[1] چیختا چنگھاڑتا نکلا
درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا

صفوں کو چیرتا۔ للکارتا۔ ہنکارتا آیا
لبِ ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا

مقابل اور مخاطب ہو کے سرکارِ نبوت سے
اُٹھائی تیغ اِس شیطاں نے ابلیسانہ قوت سے

ادھر یہ تیغ اُٹھی۔ اُٹھ کے گرنے پر ہوئی مائل
ادھر پردہ میانِ نور و آتش ہو گیا حائل

اُمِّ عمارہؓ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہول کی چادر زمانے پر
خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر

یہ کس نے آ کے گردن زیرِ تیغِ خونفشاں رکھ دی
یہ کس بندے نے بُنیادِ بقائے جاوداں رکھ دی

وہی باحوصلہ شایانِ ہر مدح و ثنا بی بیؓ
وہی اُمِّ عمارہؓ[2]۔ ہاں وہی حق آشنا بی بیؓ

وہی نوری فرشتہ تھا۔ کہ بالتعجیل آپہنچا
نبیؐ پر ڈھال بننے کو پرِ جبریل آپہنچا

نبیؐ پر وار ہوتا اُس نے دیکھا دوڑ کر آئی
اُدھر شمشیر چمکی۔ اِس طرف یہ ڈھال لہرائی

---

[1] ابن قمیہ۔ جو قریش کا مشہور بہادر تھا صفوں کو چیرتا۔ پھاڑتا آیا۔ (سیرت النبی)

[2] ابن قمیہ جب دندناتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس آ گیا۔ تو امّ عمارہ نے بڑھ کر روکا (سیرت النبی)

کیا تھا وار محبوبِ خداؐ پر بدقوارہ نے ‏ ‏ ‏ ‏ مگر سر پیشِ قاتل رکھ دیا اُمِّ عمارہؓ نے

حیا کا معجزہ تھا جوشِ ایماں کی کرامت تھی ‏ ‏ ‏ ‏ کہ زہرِ تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت تھی[۱]

بڑھی اُمِّ عمارہؓ لے کے تیغِ آب دار اُس پر ‏ ‏ ‏ ‏ کئے اس شیرزن نے پے بہ پے دو تین وار اس پر

یہ جرأت دیکھ کر مُنہ ہو گیا تھا زرد کافر کا ‏ ‏ ‏ ‏ مگر ملفوف تھا آہن میں تن نامرد کافر کا

عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر ‏ ‏ ‏ ‏ گری اللہ کی بندی بوجہِ ضُعف غش کھا کر

شریکِ جنگ تھے اُس کا پسر بھی اُس کا شوہر بھی ‏ ‏ ‏ ‏ یہ تیغیں تھیں خدا کی کھل رہے تھے انکے جوہر بھی

نگہباں تھی نگاہِ رحمتِ عالمؐ ضعیفہؓ کی ‏ ‏ ‏ ‏ کہ شایانِ وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہؓ کی

یہ رنگِ زخم داری شاق تھا محبوبِ باریؐ کو ‏ ‏ ‏ ‏ عمّارہ کا تعین کر دیا تیمار داری کو[۲]

دشمنوں کی سنگباری اور محبوبِ خداؐ کی زخم داری

وجودِ پاک جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ ‏ ‏ ‏ ‏ وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ

[۱] اُمِّ عمارہؓ کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ اُمِّ عمارہؓ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دُہری زرہ پہنے تھا اسلئے کارگر نہ ہوئی (سیرۃ النبی)

[۲] آنحضرت صلعم نے اُس کے بیٹے عمارہؓ کو بلایا۔ اور اپنی والدہ کی تیمارداری کا حکم دیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

ہمٹ کر اک جگہ اب دشمنانِ آنجنابؐ آئے
اُبیؔ و ابن قمیہ ۔ عتبہ و ابن شہاب آئے[1]

اگرچہ خاک کے پتلے تھے آتش تھی سرشت اِن کی
نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھی خوئے زشت اِن کی

یہ زہری سانپ نکلے بانبیوں سے پیچ بل کھاتے
ہوا میں سنسناتے پھن اٹھاتے ۔ اور لہراتے

یہ پتلے تھے دنائت کے یہ پیکر تھے شقاوت کے
یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے

یہ چاروں چار عنصر تھے جہنم کی حرارت کے
اُٹھے تھے آج بطنِ ارض سے شعلے شرارت کے

بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پتھر سنگباری کو
نشانہ دور سے کرنے لگے محبوبِ باریؐ کو

فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے
وجودِ رحمۃٌ للعالمینؐ پر سنگ برسائے

سیہ بختوں نے روئے مطلع الانوار کو تاکا
جمال آرائے عالم کے لب و رخسار کو تاکا

زرہ تھی جسمِ اطہر پر سرِ اقدس پہ مغفر تھا
مگر اس آفتابِ نور سے عالم منوّر تھا

برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظارے
اُسی آئینہ پر چاروں نے پتھر تاک کر مارے[2]

---

[1] حضرتؐ کے قتل کا چند آدمیوں نے عہد کیا تھا اور مشرکین اس بات کو جانتے تھے ۔ اور یہ چاروں عبداللہ بن شہاب عتبہ بن ابی وقاص ابن قمیہ اور ابن خلف تھے ۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ابن شہاب نے آپ کی پیشانی خون آلود کر دی ۔ عتبہ ابن وقاص نے تاڑ توڑ چار پتھر کھینچ کھینچ کے مارے جن سے آپ کے سامنے کے نیچے والے دو دانتوں میں داہنی طرف کا ایک دانت ٹوٹ گیا ۔ اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا ۔ ابن قمیہ نے رخسار مبارک کو زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں ۔ (خاتم المرسلین)

کڑی ساعت تھی یہ آئینۂ رخسارِ تاباں پر
اِدھر لب ہائے نازک پر اُدھر دُرہائے دنداں پر

شکستہ ہو گئیں سلکِ دُرِ شہوار کی لڑیاں
دو پارا ہو گئے لب گڑ گئیں رخسار میں کڑیاں

فلک تھا بچشمِ استفسار اب کیا ہونے والا ہے
زمیں کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے

طلسمِ رُبعِ مسکوں ٹوٹتا معلوم ہوتا تھا
یہ نازک آبگینہ پھوٹتا معلوم ہوتا تھا

محمدؐ آخری امید تھی دُنیائے حادث کی
اسی کی ذات تھی آماجگہ سنگِ حوادث کی

محمدؐ ہی کی خاطر یہ بنائے زندگانی تھی
اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی

لب و دنداں کہ تھے سب لائقِ دید و شنید اُسکے
وہ لب زخمی۔ وہ دندانِ مبارک تھے شہید اُسکے

زمیں پر پھول جن کے عکس تھے افلاک پر تارے
نظر آتے تھے خون آلود وہ پُر نور رخسارے

وہ شانہ جو علم بردارِ اصلاحِ زمانہ تھا
اسی پر ضرب آئی تھی وہی شانہ نشانہ تھا[۱۵]

یہ بارش پتھروں کی اور اُس کا تاجِ پیشانی
ادھر تھی پستیٔ فطرت ادھر معراجِ انسانی

نگاہِ گرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی
نبیؐ نے عرشِ اعظم کے اشاروں پہ نظر ڈالی

---

۱۵ شانے کا زخم ایک مہینے سے زیادہ عرصہ تک رہا۔ (رشاد الحکمۃ)

دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک درپئے جانِ پیمبرؐ تھا
جنوں سب سے زیادہ ابنِ قمیہ ہی کے سر پہ تھا

پسِ پشت آ کے بد باطن نے تولا تیغِ عریاں کو
کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نورِ عرفاںؐ کو

وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی
نہیں خندق نہ تھی صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی

جونہی یہ کھینچ کر سرکارؐ پر تیغِ دو دم آیا
وہیں ملہم کا اس خس پوش خندق پر قدم آیا

ادھر قاتل نے مارا ہاتھ تیغہ تا بہ سر آیا
ادھر وہ عالمِ لولاکؐ اس خندق میں در آیا[1]

گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے
مگر وجہِ حفاظت بن گیا ان بد نہادوں سے

یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنانیں نیزہ و خنجر
ہوا مجروح ان سے بھی وجودِ پاکِ پیغمبرؐ

یہ جو کچھ بھی ہوا۔ ایسا سریع و ناگہانی تھا
زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا۔ کہ فانی تھا

ہدف تھی اس طرح جانِ دو عالم چیرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رک گئیں دنیائے ہستی کی

---

[1] ابن قمیہ نے رخسار سے پر پتھر مارا۔ ساتھ ہی تلوار کا وار کیا اس وقت آنحضرتؐ ان گڑھوں میں سے ایک میں ہو رہے۔ جو ابو عامر نے رات کو کھدوائے تھے (ارشاد الحکمۃ)

فلک پر مہر آزردہ۔ زمیں پر گُل فسردہ تھے　　جبیں رُخسار لب دندان و شانہ زخم خوردہ تھے

اگرچہ زانوؤں پر زخم ضربیں[۱] ساق پر آئیں　　دُعائیں ہی زبانِ مصدرِ اخلاق[۲] پر آئیں

رباعیہ[۲] شکستہ تھی لبوں سے خون بہتا تھا　　دُعائے خیر کرتا تھا محمدؐ اور کہتا تھا

کہ اے پروردگار۔ آمرزگار ان کو معافی دے!　　نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار۔ ان کو معافی دے!

نہیں اُبھری ابھی یہ قومِ جاہل اپنی پستی سے　　خداوندا یہ بندے بے خبر ہیں رازِ ہستی سے

نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما　　الٰہی بخش دے ان کو۔ الٰہی درگذر فرما[۳]"

رفیقانِ نبوّت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا انسان کے سر سے　　جہانِ زندگی قائم رہا لطفِ پیمبرؐ سے

نبیؐ کے جاں نثار اب تک گھرے تھے فوج کے اندر　　نظر آتی تھیں تیغیں یوں رواں ہر موج کے اندر

---

۱ دونوں رانیں مضروب و مجروح ہو گئیں۔ ساقِ مبارک پر زخم آئے (تاریخ العمران)

۲ رباعیہ ثنایا اور انیاب کے بیچ کے چار دانت ان میں سے ایک دانت نیچے کا ٹوٹ گیا۔ (تاریخ العمران)

۳ آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے ربّ اغفر قومی فانهم لا یعلمون
"اے خدا میری قوم کو بخش دے۔ کیونکہ وہ بے خبر ہیں" (سیرت النبی)

ادھر یہ سانحہ گذرا ادھر ان کے قدم پلٹے ۔۔۔ اسی خندق کی جانب یک بیک عالی ہمم پلٹے

جونہی آیا وجودِ صاحبِ لولاکؐ خندق میں ۔۔۔ وہیں اُترے جنابِ بوترابِ پاکؓ خندق میں

ابوبکرؓ و عمرؓ پہنچے عبیدہؓ بھی ادھر آئے ۔۔۔ علیؓ کے ساتھ ہی طلحہؓ بھی خندق میں اُتر آئے

زمیں مدہوش تھی بھولا تھا گردش گنبدِ گرداں ۔۔۔ بدستِ سرورِ کونینؐ تھا دستِ شہِ مرداںؓ

جنابِ طلحہؓ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے ۔۔۔ یداللہ رفعتِ صد عرش کو اُوپر اُٹھاتے تھے[1]

وہ رشکِ ماہِ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا ۔۔۔ زمانہ ہوش میں آوازِ بسم اللہ سے آیا

لیا جھرمٹ میں پھر اپنے نبیؐ کو جاں نثاروں نے ۔۔۔ بگردِ ماہ اک ہالا بنا ڈالا ستاروں سے[2]

بجان و روحِ مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں ۔۔۔ کہ رخسارے میں جم کر رہ گئی تھیں خود کی کڑیاں

لبوں پر ضرب تھی۔ دُرہائے دنداں بھی شکستہ تھے

زباں الحمد کہتی تھی۔ دہانِ زخم بستہ تھے

---

[1] حضرت علیؓ نے فوراً ہاتھ پکڑ کے اور طلحہ بن عبید اللہؓ نے زور لگا کر آپ کو اس گڑھے سے باہر آنے میں مدد کی (خاتم المرسلین)

[2] جاں نثاروں نے آپؐ کو دائرے میں لے لیا (سیرت النبی)

شہادت کی ارزانی

صحابہ ہر طرف سے جمع ہو کر جب اِدھر آئے
تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے

فدا کاروں نے حلقہ باندھ کر گرد اپنے ہادی کے
عیاں فرمادئے جوہر رگِ عالی نہادی کے

عمارہؓ بن گئے تکیہ پناہِ ہر دو عالم کا
شہادت مل گئی پایا جو پایا عرشِ اعظم کا[1]

سرِ طلحہؓ تھا ہر کھنچی ہوئی شمشیر کے آگے[2]
سپر تھا بو دجانہؓ کا جگر ہر تیر کے آگے[3]

نبیؐ سرمایۂ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
خزانہ تھا۔ کہ پہرہ دے رہی تھی ذوالفقار اس پر

دئے دیتے تھے جاں دیوانہ وار اس پر یہ فرزانے
بذوق و شوق جیسے شمع پر جلتے ہیں پروانے

خدا کے دوست اعدائے نبیؐ سے اس قدر کم تھے
کہ آٹے میں نمک تھے۔ یا بوٹے برگ شبنم تھے

مگر بڑھتے چلے جاتے تھے ارمانِ شہادت میں
شہادت جلوہ گر تھی ان کے سیمائے سعادت میں

---

[1] عمارہ بن زیادؓ کو آپ نے قدمِ مبارک کا تکیہ لگا دیا ان کے چودہ زخم لگے تھے! اور وہ شہید ہو گئے تھے (ارشاد الحکمۃ)

[2] حضرت طلحہؓ کے سر پر کسی نے تلوار ماری عین اُس حالت میں کہ وہ رسولؐ کی حفاظت کر رہے تھے (تاریخ العمران)

[3] ابو دجانہؓ جھک کر سپر بن گئے۔ اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ (سیرت النبی)

یہ وہ تھے جن کو جان و مال سے ایمان پیارا تھا
محمدؐ ہی جنہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میداں صحابہؓ کی شجاعت پر
ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر

مسلمانوں کا ہادیؐ اب بحالِ زخم داری تھا
زمیں سہمی ہوئی تھی۔ آسماں پر ہول طاری تھا

تھا اک عورت کے ہاتھوں میں عَلم فوجِ قریشی کا
بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوجِ قریشی کا

اُدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
ادھر روئے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا

تیمّم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر

مگر خالدؓ کہ تھا محظوظ اپنی فتح مندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے

جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گر جاتے تھے سینوں میں
جہاں روزن کئے جاتے تھے ہستی کے سفینوں میں

جہاں بُوق و دُہل کا شور و غُل تھا جھانجھ بجتے تھے
جہاں بجلی چمکتی تھی جہاں بادل گرجتے تھے

جہاں ناحق نے حق کو محو کر دینے کی ٹھانی تھی
جہاں اک سمت تھی موت ایک جانب زندگانی تھی

جہاں اللہ والوں پہ پھٹے نرغے فوجِ شیطاں کے
مقابل ہیں بیس اشرار تھے اک اک مسلماں کے

جہاں اک سمت تھی گالی گلوج اک سمت تکبیریں
جہاں اک سمت ڈھالیں بھی تھیں اک سمت شمشیریں

جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں ٹاپیں سموں کی تھیں جہاں پھٹکار کوڑوں کی

جہاں باطل سپہ سالارِ انبوہِ بہائم تھا
جہاں حق باوجودِ قلتِ تعداد قائم تھا

جہاں کھینچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اک سر باطمیناں سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سر اس جہاں میں پرسکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا

جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں

نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا؟

محمدؐ کے خلاف اپنی یہ گیرودار ہے خالد!
محمدؐ کو نہیں پروا۔ یہ کیا اسرار ہے خالد!

لہو سے تر ہے رخ مضروب ہیں دندان و لب اس کے
مگر اٹھتے ہیں بہرِ خیر ہی دستِ طلب اس کے

یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا!
کسی دنیا طلب میں یہ طاقت ہو نہیں سکتا!

شکست و انتشار و بے سر و سامانی و قلّت
یہ سب کچھ ہے، مگر قائم ہیں پایے ہادیِ ملّتؐ

پیمبرؐ کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن!
بشر کتنا بھی صابر ہو۔ مگر یہ شان ناممکن!

کسی انساں میں خالدؓ نے کمال ایسا نہ پایا تھا
جمال ایسا نہ دیکھا تھا۔ جلال ایسا نہ پایا تھا

کبھی نامِ خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں
سوال آیا نہ تھا لب پر، خیال آیا نہ تھا دل میں

کھڑی تھی زندگانی کفر و ایماں کے دوراہے پہ
ادھر تھی عظمتِ قومی۔ اُدھر تصدیقِ پیغمبرؐ

خداوالوں کو دی جس نے شکست آج خود شکستہ تھا
گُسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے وابستہ تھا

نبیؐ کی تیغ سے مذبوح ہو کر رہ گیا خالدؓ!
ادھر فاتح ادھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالدؓ!

نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا،
ابھی اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

تلاطم پیدیوں میں اور جنبش تھی رسالوں میں
مگر خالدؓ الجھ کر رہ گیا تھا ان خیالوں میں

انتہائی کشمکش

نظر خورشیدِ عالم تاب کی روئے زمیں پر تھی
کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت یہیں پر تھی

گھٹائیں کفر کی اُلجھی ہوئی تھیں نورِ ایماں سے
اُحد کے سنگریزے سُرخ تھے خونِ شہیداں سے

جھلکتا تھا شہیدوں کا لہو اس طرح میداں میں
شفق پھیلی ہوئی ہو جس طرح روزِ درخشاں میں

مسلماں بے سروساماں تھے اور تعداد میں تھوڑے
مقابل میں ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے

ہجومِ کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی
زمانے سے نشانِ حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی

جھلک اُٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے
ہجومِ کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے

یہ گویا ایک دریا تھا بھنور تھے جا بجا اس میں
شناور کو نکلنے کا کوئی رستا نہ تھا اِس میں

بنے تھے چار جانب دائرے سی لڑنے والوں کے
کہیں پیدل کہیں اسوار تھے قزاقی رسالوں کے

صحابہ مرکزی نقطے تھے اِن مہلک دوائر کے
اُٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو گرد طائر کے

سمٹتے۔ پھیلتے۔ بڑھتے ہوئے گھٹتے ہوئے حلقے
اُبھرتے۔ بیٹھتے۔ ملتے ہوئے پھٹتے ہوئے حلقے

باب دہم

خاتمۂ جنگِ اُحد

قریش کی بے دلی

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر ہجومِ فوجِ قریشی ہو کے بیدل ہٹ چلا آخر

ڈھلا جاتا تھا سورج عصر کا ہنگام آیا تھا ابوسفیاں کے دل پر خوف نے سکّہ جمایا تھا

مسلمانوں کے استقلال سے تھا اسکو اندیشہ سمجھتا تھا محمدؐ کے صحابہؓ ہیں وفا پیشہ

عجیب ان کے ارادے ہیں عجیب انکے عزائم ہیں مسلماں باوجودِ قلّتِ تعداد قائم ہیں

کثیر افرادِ قرشی فوج کے اب زخم خوردہ تھے ۔۔۔ لڑائی ختم ہونے میں نہ آئی تھی فسردہ تھے

غنیمت جان کر اس عارضی غلبے کی صورت کو ۔۔۔ ہٹایا معرکے سے اُس نے فوجِ بدمہورت کو

کیا رُخ افسروں کی ساتھ اک اونچے سے ٹیلے کا[1] ۔۔۔ کہ باہم مشورہ کر لیں کسی آئندہ حیلے کا

چھپے سرکارِ والا دائرے میں جاں نثاروں کے ۔۔۔ بحالِ زخم داری دامنوں پر کوہساروں کے

ہوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظِ شوکت کی ۔۔۔ بلندی تو نہیں ہے شانِ اہلِ شرک و بدعت کی[2]

یہ سن کر اک جماعت کو عمرؓ لے کر بڑھے آگے ۔۔۔ کیا حملہ تو ٹیلا چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

اُبَیّ ابنِ خلف شانِ نبوّت سے طالبِ جنگ

قریش اب ہار کر خالی کیے جاتے تھے وادی کو ۔۔۔ جبل کی سمت راجع تھے صحابہؓ لے کے ہادیؐ کو

اسی عالم میں گھوڑے پر اُبَیّ ابنِ خلف نکلا[3] ۔۔۔ نبیؐ سے جنگ کرنے کی طلب میں ناخلف نکلا

---

[1] اب ابوسفیان اور چند مشرکین ایک اونچی چٹان پر چڑھے (خاتم المرسلین)

[2] آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہیے اشارہ پاتے ہی حضرت عمرؓ اور چند جاں نثاروں نے حملہ کر دیا انہیں اس چٹان پر سے مار کے ہٹایا۔ اور خود اس بلندی پر قابض ہو گئے (خاتم المرسلین)

[3] رسول اللہ صلعم اپنی جماعت کے دائرے میں بحالِ زخم داری جبل کی طرف راجع تھے۔ کہ اُبَیّ ابن خلف (دیکھو صفحہ ۲۵۱)

یہ حصہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگباری میں
تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبیؐ کی زخم داری میں

نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادیٔ دوراںؐ
خیال آیا کہ اب قتلِ محمدؐ ہے بہت آساں

یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی
نبیؐ سے دُو بدو لڑنے کو نکلا یہ جسارت کی

گستاخانہ پیغام

اُبیؔ ابنِ خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
اسی دن کیلئے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا

خریدی تھی نہایت شوق سے مرگِ دوام اس نے
رسولؐ اللہ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اس نے

کہ میرے پاس اک مضبوط اور مربُوط بھالا ہے
پھل اس بھالے کا میں نے اپنے ہاتھوں ہی سے ڈھالا ہے

میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۵۰) گھوڑے پر سوار بھالا تانے ہوئے نبیؐ کا نام لے کر پکارتا ہوا آیا (ارشاد الحکمۃ)

[1] بعد معرکۂ بدر اُبیؔ ابن خلف اپنے بیٹے کو فدیہ دے کر رہا کرانے آیا۔ تو کہنے لگا میری سواری میں ایک اصیل اور تیز گھوڑا ہے اور میں نیزہ بازی کی مشق کیا کرتا ہوں۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر نیزے سے آپؐ کو قتل کروں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ بلکہ میں تجھ کو قتل کرونگا۔ حالانکہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ (ارشاد الحکمۃ)
بعض روایات میں ہے کہ یہ بات اس نے مکے سے کہلا بھیجی تھی۔ اور آنحضرتؐ نے مدینے میں جواب دیا تھا (تاریخ العرب)

کیا کرتا ہوں جان و دل سے خدمت اسپ تازی کی
بڑے زوروں سے کی ہے مشق میں نیزہ بازی کی

تمنا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
کروں اک روز استقبال جان حضرت والاؐ

آنحضرتؐ کی پیش گوئی

رسول اللہ یہ پیغام سن کر مسکرائے تھے
لب سرکارؐ پر اس وقت یہ الفاظ آئے تھے

کہ ہاں شاید یہی ہے مرضی باری تعالے ابھی
اسی گھوڑے پہ تو ہو تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی

دراں حالیکہ تو ہوگا سوار اپنے ہی گھوڑے پر
اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبرؐ

صحابہؓ کا رسولؐ کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطاں نے اکسایا جو اس کی فطرت بد کو
پکارا میں طلب کرتا ہوں میداں میں محمدؐ کو

مجھے مطلوب ہے حضرتؐ کریں ایفا بہاں وعدہ
کہ باہم ہو چکا ہے میرے ان کے درمیاں وعدہ

میں اس میداں سے اوروں کی طرح خالی نہ جاؤنگا
پیمبرؐ کو ہدف خونریز بھالے کا بناؤں گا"

وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی
کہاں شیطاں، اگر ہے رحمۃ للعالمیںؐ باقی!

غرض اس طرح اس رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا
پکارا نام لے کر اور رسول اللہؐ کو ٹوکا

تخاطب نامِ نامی سے کیا جس دم سوالی نے
توجّہ منعطف کی اس طرف سرکارِ عالیؐ نے

فداکاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں
رسول اللہؐ کیوں اس کے لئے تکلیف فرمائیں

گذارش کی غلاموں میں سے دے کوئی جواب اس کو
وجودِ پاک تک آنے نہ دیں عالی جنابؐ اس کو

جبیں زخمی شکستہ ہیں دُرِ شہوار کی لڑیاں
ابھی پیوستہ رخسارے میں ہیں فولاد کی کڑیاں

یہ کڑیاں کھینچنا لازم ہیں رُخسارِ مبارک سے
ابھی عہدہ برآ ہونا ہے اس کارِ مبارک سے

رُخ و شانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہِ تمامی کے
مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فردِ عامیؐ کے

نبیؐ بنفسِ نفیس دشمن کے مقابل

صحابہؓ عرض کرتے ہی رہے تا حدِّ گویائی
مگر سرکارؐ نے یہ بات نامنظور فرمائی

ا؎ مسلمین نے عرض کی۔ اجازت ہو۔ تو ہم میں سے کوئی اس کو جواب دے لیکن حضرتؐ نے انکار کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

ہوا ارشاد "ذاتِ حق توانا اور غالب ہے
یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمدؐ ہی کا طالب ہے"

یہ فرما کر قدم آگے بڑھائے جانبِ دشمن[1]
ہوا اب پیکرِ تشویش ہر وابستۂ دامن

کوئی ہتھیار بھی دستِ مبارک میں نہ تھا اُس دم
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادیٔ اکرمؐ

جبین رخسار لب دندان و شانہ خون آلودہ
جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ پیمودہ

براق و رفرف و دُلدُل مہیا اور وہ پیدل!
خدائی بھر کا جُزو و کُل مہیا اور وہ پیدل!

ادھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پر
مسلح مستعد آمادہ و تیار گھوڑے پر

کیا شیطان ابن خلف کی شکل میں تھا؟

پناہِ نوعِ انساں کے مقابل ایک انساں تھا
نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطاں تھا

وہی ناری فرشتہ رانَدۂ دربارِ سرکاری
ازل میں جو ہوا تھا سجدۂ آدمؑ سے انکاری

محمدؐ ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدمؑ کا
حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نورِ مجسمؐ کا

---

[1] آنحضرت بنفسِ نفیس اُبی کو جواب دینے کے لئے بڑھے بحالیکہ آپؐ انتہا کے زخمی تھے۔ (تاریخ العمران)

عیاں کرتا نہ زنگ ابلیس اپنی فطرتِ بد کا
اگر خطرہ نہ ہوتا اس کو تخلیقِ محمدؐ کا

محمدؐ ہی کی ذاتِ پاک سے اس کو خصومت تھی
محمدؐ ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی

محمدؐ ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوبِ عالم میں
محمدؐ ہی تھا اک اللہ کا محبوبؐ عالم میں

ظہورِ مصطفےٰؐ نے دہر میں جب نور باری کی
رُخِ آفاق سے چھٹنے لگی شیطاں کی تاریکی

نظر آیا شکستہ جب طلسمِ فتنہ اندازی
تو میدانِ اُحُد میں اس نے کھیلی آخری بازی

کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغم رسولؐ اس نے
کیا ابن خلف کے پیکرِ بد میں حلول اس نے

فرشتے دم بخود جبریلؑ بھی حیرت سے تکتا تھا
بغیر اذنِ عالی کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا

سنانِ نیزۂ ابلیس ناگن کی طرح لپکی
بنائے چرخ تھرائی پلک خورشید کی جھپکی

نگاہِ فرش اٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب
نگاہِ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب

تصور نے جہانِ زیست کو زیر و زبر پایا
حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا

قریبِ سینۂ بے کینہ جب نوکِ سناں آئی
بنانِ نیزہ پر دستِ نبیؐ نے دسترس پائی

تحیر ہیں تھا خود اعجازِ اعجازِ رسالتؐ سے
کہ نیزہ آپؐ نے چھینا عدوئے پُر ضلالت سے

یہ مشاقی تھی یا اعجاز یا زورِ انامل تھا — کہ اب نیزہ بدست و قبضۂ انسان کامل تھا

نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکارِ عالی کا — پلٹ کر پھر رخِ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا

اسی نیزے کو لیکر آپ نے سوئے عدو دیکھا — تنِ ابنِ خلف کو غرقِ آہن مو بمو دیکھا

چڑھی تھیں پاکھریں فولاد کی دیو زاد گھوڑے پر — چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبتناک جوڑے پر

بڑی سی ایک آہرن تھی بڑی سی ایک آہرن پر — کہ اک دیوِ سیہ بیٹھا ہوا تھا کوہِ آہن پر

صحابہؓ چپ تھے لیکن تھے بہت بے چین دل ان کے — دھڑکتے تھے بجائے سرورِ کونینؐ دل ان کے

نبیؐ زخمی مقابل میں تھا اک شیطان آہن کا — بجز آہن کوئی حصہ نظر آتا نہ تھا تن کا

مگر اب نبضِ ہستی کو ابھارا دستِ ہادیؐ نے — کیا نیزے کا ہلکا سا اشارا دستِ ہادیؐ نے

کچھو کا سا دیا جسدم عجب صورت نظر آئی — اُبی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی[1]

قضا اک چیخ کی آوازِ ہیبتناک سے گونجی — لبِ ناپاک سے یا آہنی پوشاک سے گونجی

گرا ابنِ خلف گھوڑے سے فرشِ خاک کے اوپر[2] — طمانیت کی سُرخی چھا گئی افلاک کے اوپر

---

[1] اُبی ابنِ خلف نے آپ پر نیزے کا وار کرنے کی جرأت کی مگر آپ نے ہتھیار اسکے ہاتھ سے چھین کر اس پر وار کیا (خاتم المرسلین)

[2] حضرت نے اسی حربہ سے اُبی کی گردن میں ایسی انی ماری کہ وہ گھوڑے سے گرا (ارشاد الحکمۃ)

زمیں پر بیل کی مانند ڈکرانے لگا ناری[1] ہوئی باطل کے گھر میں ماتمِ شیطاں کی تیاری

بحالِ وجد عرش و فرش و افلاک و زمیں جھومے ہوئے جبریل نازل آکے دستِ شاہِ دیں چومے

صحابہؓ کے دہن پر نعرہ تھا اللہُ اکبر کا خدا نے بول بالا کر دیا اپنے پیمبرؐ[2] کا

ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں

اٹھایا آکے اس بسمل کو اخوان الشیاطیں نے جسے ہلکا سا اک چرکا دیا تھا سرورِ دیںؐ نے

وہ اس کو لے چلے۔ کرتا رہا وہ ہائے واویلا یہ واویلا اُحد کی وادیوں میں دُور تک پھیلا

قریشی فوج والے آکے سمجھانے لگے اس کو تسلّی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو

کہا ننھی سی معمولی خراش آئی ہے گردن پر نہ کوئی زخم سینے میں نہ کوئی ضرب ہے تن پر

نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے[3] تم اتنا چیختے ہو۔ دلفگاری کا سبب کیا ہے

---

[1] وہ بیل کی طرح ڈکارتا تھا اور واویلا کرتا تھا (تاریخ العمران)

[2] اشارہ ہے اس پیشگوئی کیطرف جو حضرتؐ نے اس کا پیغام جنگ پاکر فرمائی تھی یعنی انشاءاللہ میں ہی تجھکو قتل کرونگا (مصنف)

[3] اس کے ہمراہی اس کے چیخنے چلانے پر تعجب کرتے تھے۔ جب وہ اسے اٹھائے لئے جاتے تھے۔ تو وہ اس کو تسلیاں دیتے تھے۔ کہ تمکو کوئی گزند نہیں یہ ضرب بالکل معمولی ہے اور تم جلد اچھے ہو جاؤ گے اور اپنا بدلہ لو گے۔ (تاریخ العمران)

یقیں رکھو اُبیؔ [illegible] زخم سے تم مر نہ جاؤ گے
ابھی دو دن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے"

یہ سُن کر اُس نے کھولیں مُردنی چھائی ہوئی آنکھیں
غضب پُر ہول تھیں بے نُور پتھرائی ہوئی آنکھیں

کہا[1] "اے دوستو۔ اے لات و عُزیٰؔ کے پرستارو!
قسم ہے لات و عُزیٰؔ ہی کی مجھ کو اے مرے یارو!

اگر قومِ قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی
یہی صورت اگر در پیش اہلِ ذی المجاز آئی

وہ جس نے مجھکو مارا ہے اگر اس نے تمہیں مارا
نہ پائیگا کوئی مرگِ دوامی کے سوا چارا

نہیں تم دیکھتے؟ کیسا زمانہ آتا جاتا ہے
وہ اب اک اک قدم پر معجزے دکھلاتا جاتا ہے

یہ حربہ اور میری حالت مقامِ غور ہے یارو!
تم اُس کو اور کچھ سمجھے ہو۔ وہ کچھ اور ہے یارو[2]!"

یہ کہ کر چیخ ماری اور گردن اُس نے ڈھلکا دی

جُھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدّادی

سمایا ہول سینوں میں گھروں کو اہلِ کیں بھاگے
اُسی گھوڑے پہ لادا اُس لعیں کو اور لعیں بھاگے

---

[1] اُبیؔ نے کہا لات و عزیٰ کی قسم جس شخص نے مجھکو ضرب لگائی ہے اگر اسی طرح وہ کل اہلِ ذی المجاز کے ساتھ کریگا۔ تو تم سب مارے جاؤ گے۔ ذی المجاز مِنا میں ایک مقام ہے۔ کہ اُبیؔ ابن خلف وہیں رہتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] اس نے کہا کیا اس نے پہلے سے نہیں کہ دیا تھا۔ کہ وہ مجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کریگا۔ (ارشاد الحکمۃ)

اُٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطاں کی ذُرّیّت
ابھی تک ضربِ حق کی وُہ نہ سمجھے تھے اہمیّت

وہ سمجھے تھے علاج اس زخم معمولی کا آساں ہے
خبر کیا تھی یہ جسمِ اہرمن پر ضربِ یزداں ہے

یہ زخم اک نقش تھا شیطان کی مرگِ دوامی کا[1]
گلا کاٹا تھا حُرّیّت نے انسانی غلامی کا

ابنِ حُمَید کا حملہ اور حضرت ابو دجانہؓ

اِدھر سرکارِ والاؐ پھر ہوئے راجع بلندی کے
ارادے تھے جہاں پر زخمیوں کی زخم بندی کے

فداکاروں نے بھی امروز کاری زخم کھائے تھے
مگر تقلیں ہمّتیں عالی نبیؐ نے دل بڑھائے تھے

قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے
کہ ان کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخمِ شیطاں سے

مگر ابنِ حُمَید[2] اک پہلواں تھا سخت غُصّے میں
بڑھا سوئے رسول اللہؐ یہ بدبخت غُصّے میں

جبل پر چڑھ رہا تھا اس گھڑی اسلام کا ہادیؐ
کہ آیا دَوڑ کر یہ دوسرا شیطاں کا امدادی

---

[1] اُبی ابن خلف اس زخم سے راہ میں مر گیا۔ اور یہی ایک بدنصیب تھا جو خود آنحضرتؐ کے دستِ مبارک سے چرکا کھا کر مرا۔ (تاریخ العمران) [2] عبداللہ بن حمید اسدی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے اسدِ قریش کہلاتا تھا رسول اللہؐ کو قتل کر دینے کی قسم کھانے والوں میں شامل تھا (خاتم المرسلین)

صدا دی۔ یا محمدؐ آپ اگر رہ جائیں گے زندہ[1] تو قرشی عورتیں مجھکو کہینگی سخت شرمندہ"

رہی باقی نہ تاب ضبط قلب بودجانہ میں[2] نظر آیا انہیں کافر غرور کافرانہ میں

کہا "میری طرف آبے ادب مجھ سے مخاطب ہو! اُسے کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو!

لیا ہے تو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اُسؐ کا بہت کافی ہے تیری گوشمالی کو غلام اُسؐ کا"

یہ کہکر بودجانہؓ جا پڑے مثال شیر اُس پر نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اُس پر

نبیؐ کی تیغ کا سایہ نہ بد اعمال پر ڈالا دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا[3]

یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں جناب بودجانہؓ جا ملے اپنی جماعت میں

نبیؐ کے رخسار مبارک میں جمی ہوئی کڑیاں

فراز کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی تھکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعد جانبازی

---

[1] ابن حمید اسدی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا عین اس وقت جب رسول مقبولؐ جبل پر صعود کر رہے تھے آیا اور پکارتا تھا کہ مجھے بتاؤ محمدؐ کہاں ہے تاکہ میں اسکو قتل کروں (ارشاد الحکمۃ) [2] حضرت ابودجانہؓ کو تاب نہ رہی۔ دوڑ کر اس کے مقابل ہوتے اور فرمایا۔ اُس شخص سے مقابلہ کر جو محمدؐ کے لئے اپنی جان فدا کرتا ہے (ارشاد الحکمۃ)

[3] ابودجانہؓ نے حمید کو گھوڑے سے دبوچ لیا اور پچھاڑا اور جس طرح بکری ذبح کرتے ہیں۔ ذبح کر ڈالا (تاریخ العمران)

نبیؐ کا عزم و استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا | سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا[1]

بالآخر اک چٹان اس راستے میں ہو گئی حائل | وجودِ پاکؐ لیکن تھا بلندی کی طرف مائل

جنابِ طلحہؓ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ | چڑھا اس طرح اوجِ کوہ پر عرفاں کا گنجینہ[2]

یہاں کھینچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں | صحابہؓ کے قلوبِ پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں

یہ کڑیاں جم گئی تھیں اس طرح رخسارِ انورؐ میں | کہ تھا یہ مسئلہ نازک محبانِ پیمبرؐ میں

ادھر آنکھیں ادھر آئینۂ رخسارِ تاباں تھا | یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں[3] ہر اک جانباز حیراں تھا

مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بوعبیدہؓ نے
نچھاور کر دیئے دانتوں کے گوہر بوعبیدہؓ نے

۱۔ رسول اللہؐ ثابت قدموں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے (سیرت النبی)

۲۔ آنحضرتؐ نے ایک بلند چٹان پر چڑھنا چاہا۔ مگر دوہری زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نیچے بیٹھ گئے۔ ان کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کر آپؐ اوپر تشریف لے گئے (خاتم المرسلین)

۳۔ حضرت بوعبیدہؓ ابن الجراح نے اپنے دانتوں میں کڑیاں دبائیں۔ اور انتہائی زور سے کھینچا۔ کڑیاں تو باہر نکل آئیں مگر حضرت بوعبیدہؓ کے دو سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔ اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر جا گرے (تاریخ الفراق)

نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد

لبِ رُخسار سے اس وقت دھارِ خوں بہتا تھا
نبیؐ شکرِ خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھا[1]

"کرے جرأت جو قوم اپنے نبیؐ کا خوں بہانے کی
سبیل اُس کیلئے ہے کون؟ راہِ راست پانے کی"

الٰہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو
حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو

نہ جانے کیا تھے یہ رازو نیاز و آرزو مندی
ہوئے جبریلؑ نازل لے کے پیغامِ خداوندی[2]

زبانِ وحی پر اک پاک آیہ جس گھڑی آیا
صحابہؓ سے مخاطب ہو کے حضرتؐ نے یہ فرمایا

"اگرچہ اہلِ ناحق حق پہ دھاوے کر کے آئینگے
مگر آئندہ ہرگز فتح فیروزی نہ پائیں گے"[3]

چمک اُٹھے یہ سُن کر رنگ رُخ عالی نہادوں کے
نویدِ امن جھلکی تہ میں آخران فسادوں کے

---

[1] خون تیزی کے ساتھ بہ رہا تھا حضورؐ اس خون کو دونوں ہاتھوں سے چہرے پر ملتے تھے اور عبرت سے فرماتے تھے "اس قوم کی فلاح کیسے ہو گی۔ جو اپنے نبیؐ کا خون گراتی ہے" (تاریخ العمران)

[2] اس موقع ایک آیت اتری لیس لک من الامر شئی "تم کو اس معاملہ میں اختیار نہیں" (رشاد الحکمۃ)

[3] رسول اللہؐ نے صحابہؓ سے فرمایا "اب مشرکین کبھی ایسی فیروزی کو نہ پہنچینگے۔ (تاریخ العمران)

نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب

لہو[1] تھمتا نہ تھا پیشانی و رخسارِ انورؐ سے
لبِ دنداں پہ بھی ضربِ شدید آئی تھی پتھر سے

تھا اس دم درد کا احساس بھی اصحابِ اکبرؓ کو
لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقیٔ کوثرؐ کو

فرازِ کوہ تھا یہ۔ اس جگہ کمیاب تھا پانی
صحابہؓ کر رہے تھے جستجو تا حدِّ امکانی

فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیائے فانی کے
برائے ساقیٔ کوثرؐ نہ تھے دو گھونٹ پانی کے

ملا تو اک جگہ لیکن بہت ناصاف[2] سا پانی
اکٹھا ہو گیا تھا اک گڑھے میں آبِ بارانی

علی المرتضےٰؓ اس کو سپر میں بھر کے لے آئے
نبیؐ نے کلیاں فرمائیں اس سے زخم دھلوائے

یہ پانی پی سکا ہرگز نہ وہ پیکر نظافت کا
ہوا پانی کی بُو سے دل منغّص شانِ رحمت کا

---

[1] رخسار کے زخم سے اور ضرب پیشانی سے لہو نہ تھمتا تھا۔ رسول اللہؐ کو پیاس کی شدّت تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ایک چٹانی گڑھے میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگرچہ ناصاف تھا حضرت علی المرتضےٰؓ سپر میں اس گڑھے سے پانی لائے مگر رسول اللہؐ اس کو پی نہ سکے اس معاملے میں آپؐ کا مزاج بے حد نازک تھا۔ بُو برداشت نہ ہوئی۔ آپ نے اس پانی سے کلیاں کیں۔ اور لب سے خون صاف فرمایا (تاریخ العمران)

زخمیوں کو پانی مِل رہا تھا

وفاتِ ذاتِ ہادیؐ کی سنی تھیں جبکہ افواہیں
تو ہر خورد و کلاں نے لی تھیں اس میدان کی راہیں

صحابیاتؓ ہر سُو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادیؐ کو
عقیدت آنسوؤں سے تر کئے دیتے تھی وادی کو

وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں
یہ پانی زخم خوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں[1]

رضا کارانہ ساری بیبیاں خدمت پہ عامل تھیں
جنابِ عائشہ صدیقہؓ بھی انہی میں شامل تھیں[2]

مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقیؐ
تو مشکیزوں کے اندر بوند پانی کی نہ تھی باقی[3]

پلاتی ہوں جہاں اُمّت کو اُم المومنینؓ پانی
وہیں نایاب بہرِ رحمتہ للعالمینؐ پانی

صحابہؓ نے سوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے
تو ابنِ مُسلمہؓ مشکیزہ آبِ صاف کا لائے

غرض اس عز قریبی سے غرض اس جانفشانی سے
بجھائی ساقیِ کوثرؐ نے پیاس اک جُرعہ پانی سے[4]

[1,2] حضرت عائشہؓ۔ ام سلیمؓ جو حضرت انسؓ کی ماں تھیں۔ اور اُم سلیطؓ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ [3] خاتونانِ اسلامی معرکہ گرمیں اب تک زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں حضرت محمد ابن مسلمہؓ ان کے پاس پہنچے۔ مگر عجب وقت تھا۔ کہ پانی ان کے مشکیزوں میں بھی ختم ہو گیا تھا (تاریخ الحمران) [4] حضرت محمد ابن مسلمہؓ دور کاریز سے جا کر پانی کا مشکیزہ بھر کر لائے۔ اور آنحضرتؐ نے یہ پانی نوش فرمایا (ارشاد الحکمۃ)

جنابِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تشریف آوری

جنابِ فاطمہ زہرا نبی کی لاڈلی دختر ۔۔۔ محبت جن کی تھی ہر وقت جزوِ جانِ پیغمبر

پدر کی جستجو کرتی ہوئی تشریف لے آئیں ۔۔۔ گھٹائیں آنسوؤں کی زخمِ پیغمبر پہ برسائیں

علی المرتضیٰ پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے ۔۔۔ لہو روئے پدر کا دستِ زہرا دھوتے جاتے تھے[1]

بھر ازخموں میں پشمینہ جلا کر دستِ دختر نے ۔۔۔ لہو اب تھم گیا لیکن پائی روئے انور نے[2]

قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام

جہاں یہ معرکہ گذرا تھا غم انگیز منظر تھا ۔۔۔ شہیدانِ وفا لیٹے تھے رقت خیز منظر تھا

نظر آتی تھی سفاکی یہاں بے پردہ و عریاں ۔۔۔ لئے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں چھریاں

---

[1] آپؐ کی وفات کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ تو اخلاص شعار نہایت بے تابی سے دوڑے۔ جنابِ فاطمۃ الزہراؓ نے آکر دیکھا۔ تو ابھی تک چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا۔ حضرت علیؓ سپر میں پانی بھر کر لائے۔ جنابِ سیدہؓ لہو دھوتی تھیں۔ (سیرت النبی)

[2] سیدہ فاطمہؓ نے پشمینہ جلا کر زخم میں بھرا اور خون فوراً تھم گیا (تاریخ العمران)

تھے چہرے بوسہ گاہِ مہر جن نور آفریدوں کے
زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے اُن شہیدوں کے[1]

فلک نے کینۂ اہلِ زمیں ایسا نہ دیکھا تھا
شہیدوں پر ستم ہوتا کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالارِ قریش اور تفتیشِ حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کا میدان تھا خالی
اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرتِ عالی[2]

ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا
یہ کس کی جستجو تھی کس لئے ہر سو بھٹکتا تھا

جبل پر اس نے دیکھا جب گروہِ اہلِ ایماں کو
تو سوجھی جستجوئے حال کی اس مردِ ناداں کو

یہ منظر شاق گذرا اس کی خوئے خود پسندی پر
چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر

پکارا کیا محمدؐ بھی ہیں شامل اس جماعت میں
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہِ اہلِ طاعت میں

یہ چلایا ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے لے کر
رہے خاموش مومنؓ اب بھی حسبِ حکمِ پیغمبرؐ

---

[1] اس وقت ہندہ اور اس کے ساتھ والیوں کی یہ حالت تھی۔ کہ میدان میں ماری ماری پھرتی تھیں۔ شہدائے اُحد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کاٹ کر ہار بناتی تھیں (خاتم المرسلین)

[2] ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ یہاں محمدؐ ہیں؟ آپ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اب بھی کسی نے جواب نہ دیا (سیرت النبی)

نہ پایا اہلِ ایماں سے جواب اپنے سوالوں کا
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اُٹھا خیالوں کا

کہا "لاریب[1] وہ میدان ہیں مارے گئے سارے
ہم اس چوگان میں جیتے وہ اس چوگان ہیں ہارے

حضرت عمرؓ کی بیتابیٔ[2] جواب

دلِ فاروقِ اعظمؓ میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
کہا "او دشمنِ حق۔ دیکھ لے قدرت کا نظارا

خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
پیمبر بھی سلامت زندہ ہیں اُنکے فدائیؓ بھی

ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
محمدؐ مصطفٰے موجود ہیں اپنی جماعت میں

وہ سب افراد۔ جو تیرے لئے سامانِ ذلّت ہیں
خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزم افروزِ ملّت ہیں

ابوسفیاں کا اظہارِ تفاخُر اور صحابہؓ کا جواب

اٹھا جب نعرۂ فاروقؓ۔ ابوسفیاں کا دل بیٹھا
ہوا محسوس ایسی جیسے طلسم آب و گل بیٹھا

---

[1] جب کچھ آواز نہ آئی۔ تو بولا سب مارے گئے (سیرت النبی) [2] حضرت عمرؓ کو تاب نہ تھی جھنجھلا کے بولے او دشمن خدا خدا کے فضل سے ہم زندہ سلامت ہیں۔ اور انشاءاللہ تجھ کو ذلیل کرینگے (تاریخ العمران)

کہا دل نے کہ یہ موقع ہے اظہارِ تفاخر کا
یہی ردِّ عمل ہے خِفّت و رنج و تکدّر کا

کیا نعرہ "خدایانِ عرب میں ہے ہُبل برتر"
صحابہؓ نے کہا "اللہ اعلیٰ و اجلّ برتر"

اُدھر لب پر "لَنَا العُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُم" آیا
جواب "اللہُ مَولَانَا وَلَا مَولیٰ لَکُم" پایا

کہا اُس نے کہ یہ دن انتقامِ بدر کا دن تھا
سبھی کچھ آج جائز تھا فساد و غدر کا دِن تھا

محمدؐ کے بہت سے پیروؤں کو ہم نے مارا ہے
بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اُتارا ہے

ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے[۲]
کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے

نہ تھا ایما مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا
مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان وارداتوں کا

محمدؐ سے کہو ہم سالِ آئندہ[۳] پھر آئیں گے
سرِ میداں قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے

رسالتؐ نے یہ دعوتِ جنگ کی منظور فرمالی
ابوسفیان اب چپکے سے میداں کر گیا خالی

---

[۱] ابوسفیان نے کہا اُعلُ ھبل اے ہبل تو اونچا رہ صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جواب دیا خدا اونچا اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عزّیٰ (بت) ہے تمہارے پاس نہیں صحابہ نے جواب دیا خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی مالک نہیں (صحیح بخاری)

[۲] ابوسفیان نے کہا۔ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ مگر مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔ (سیرت النبی) [۳] ابوسفیان نے پکار کر کہا۔ کہ پار سال پھر ہمارا تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہؓ نے جواب دیا منظور ہے (رشاد الحکمۃ)

شہادت گاہ کا منظر

بالآخر شام کی منزل پہ روزِ ہولناک آیا
اقامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا

بہا تھا خونِ حسرت زندگی کی جوئباروں سے
لبالب ہو کے چھلکا جامِ گیتی کے کناروں سے

شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے
زمیں کے داغ ابھرے تھے افق کے رخ پہ چھائے تھے

فلک نے دیکھ کر رنگِ وفا نور آفریدوں کا
جبیں پر مل لیا تھا خون اسلامی شہیدوں کا

سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی
پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادر خموشی کی

نظر آئی رخِ آفاق پر جب خون کی لالی
احد کی وادیاں غارت گروں سے ہو گئیں خالی

اگرچہ لد گیا تھا کارواں اہلِ شرارت کا
مگر بکھرا پڑا تھا اک فسانہ قتل و غارت کا

کہیں بازو کہیں سر تھے کہیں تن خون آلودہ
گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ

کہیں ناوک تھے افتادہ کہیں ٹکڑے کمانوں کے
کہیں شمشیر کے قبضے کہیں پرزے تھے میانوں کے

بہ ریگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا
پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سو تیغ و خنجر کا

عجب مضمونِ رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے
تھے سجدہ ریز ان پر سر قلم ہو ہو کے نیزوں کے

کہیں اُلجھے ہوئے تھے پھریروں سے چیتھڑے گیلے
کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے

کہیں پھوٹے ہوئے مغفر کہیں زرہیں تھیں اُفتادہ
کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ

بقیہ تھا یہ انسانوں کے جوشِ کبر و مستی کا
یہ منظر آخری تھا خودگری و خودشکستی کا

کجا ہنگامۂ محشر، کجا عالم فراموشی
مسلط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی

بہر سُو خونچکاں لاشے پڑے تھے اُن شریفوں کے
جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے

لہو سے غسل فرما کر نہا کر باوضو ہو کر
خدا کے رُوبرو آئے تھے بندے سرخرو ہو کر

یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے
فضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے

زمیں پر سو رہی تھی آج بیشک مشتِ خاک ان کی
مگر گرمِ عمل تھی جاگتی تھی جانِ پاک ان کی

ادب ملحوظ تھا اس خوابِ راحت کا فضاؤں کو
ہوا کے آنچلوں نے باندھ رکھا تھا صداؤں کو

فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدامِ سرگوشی
مسلسل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی

اچانک اس فضا میں ایک صوتِ جانفزا گونجی
فرازِ کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی

ہوا اعلان عالم میں خدا کی بادشاہی کا ‏ ‏ ‏ محمدؐ کی رسالت کا اور توحیدِ الٰہی کا

زمین و آسماں میں گونج اُٹھی توحید کی نوبت ‏ ‏ ‏ جبال و دشت میں بجنے لگی تائید کی نوبت

ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی ‏ ‏ ‏ صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بعد سربازی

خدا بخشے نہ استحکام کیوں اُن کی اقامت کو ‏ ‏ ‏ امام المرسلینؐ موجود ہوں جن کی امامت کو

جھکا دیں پیشِ حق پیشانیاں سجدہ گزاروں نے ‏ ‏ ‏ یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے

ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریز اولادِ آدم کی ‏ ‏ ‏ کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرشِ اعظم کی

یہ سجدے آئے تھے ہدیے میں اُن اخلاص مندوں سے ‏ ‏ ‏ جنہیں مسجود نے خود چن لیا تھا اپنے بندوں سے

یہی سجدے تھے ایوانِ عبودیت کی قندیلیں ‏ ‏ ‏ فرشتوں کے لئے روشن دلیلیں اور تمثیلیں

جبیں پر تازہ گل کھائے ہوئے گلپیرہن سجدے ‏ ‏ ‏ لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشکِ چمن سجدے

یہی سجدے تھے جو تخلیقِ انسانی کا حاصل تھے ‏ ‏ ‏ کہ ان سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے

یہ وہ ساجد تھے محمودِ دو عالم تھا مقام ان کا ‏ ‏ ‏ خدا معبود تھا ان کا محمدؐ تھا امام ان کا

بہارِ زخم سے لاریب تن تھے داغ داغ ان کے ‏ ‏ ‏ مگر لذت کچھ ایسی تھی کہ دل تھے باغ باغ ان کے

سبھی تھے زخم تن پر درد کو دل سے لگائے تھے
کہ بندوں نے خدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے

تھا بیشک ظاہری آئینۂ تن چور چور ان کا
مگر پرتو فگن تھا عکسِ باطن دور دور ان کا

خدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے
مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوجِ مسلماں سے

شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی
پڑی تھیں میتیں جن کی یہاں تدفین باقی تھی

شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین

ہمہ تن چشم تھیں روحیں قدومِ باسعادت کی
کہ شاہد خود ادائیں دیکھ لے حسنِ شہادت کی

فرازِ کوہ سے وہ دردمندِ بےکساں اترا
ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آسماں اترا

وہ جن کی جامہ زیبی کے زمانے میں تھے افسانے
پڑے تھے بےکفن خاکِ اُحد پر لمبیاں تانے

جراحت نے کئے تھے قطع رنگیں پیرہن ان کے
یہی ملبوسِ شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے

شہادت کا مبشر شاہدِ حالِ شہیداں تھا
کہ چادر تنگ تھی پوری زمانہ تنگ داماں تھا

تھے خون و خاک ہی ملبوس اجسامِ شہیداں کے
گیاہِ خشک نے حکمِ نبیؐ سے ان کے تن ڈھانکے[1]

[1] حاشیہ صفحہ ۲۷۳ پر دیکھو

یہ سب ہمرنگ تھے توحید کے ذوقِ یقینی سے
ہوئے تھے اب تو ہم صورت بُرید گوش و بینی سے

اگرچہ بھی انہیں پہچانتے تھے آج دقت سے
رسول اللہ کی آنکھیں بھی تھیں پُرنم فرطِ رقت سے

بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے
مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے سہرے

نگاہِ مہرِ حضرت نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی
یہی چادر ابد تک ضامنِ فرخندہ فالی تھی

دیا تھا غسل آبِ تیغ نے خونِ جراحت نے
سنبھالا ان کو پھولوں کی طرح دامانِ راحت نے

نمازوں کے بھی اسدم یہ جنازے تھے نہ شرمندہ
کہ یہ اصحاب تھے دونو جہاں میں زندہ پائندہ

نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ میتِ حمزہؓ پر

ہُوا حمزہؓ کی میت پر گذر شانِ رسالتؐ کا
تاثر دیدنی تھا مہرِ تاباں کی جلالت کا[۵۳]

حاشیہ صفحہ ۲۷۲ مصعب بن عمیرؓ علمبردارِ اسلام جاہلیت میں مکہ کے جوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور جامہ زیب سمجھے جاتے تھے۔ آج یہاں اتنا کپڑا بھی نہ تھا۔ کہ جس سے پورا بدن ڈھک سکے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ چنانچہ حضرت کے حکم سے سر کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔ ۵۱ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو کپڑے شہدا کے بدن پر ہیں۔ اسی طرح پہنے دیئے جائیں ہاں اگر کسی کے پاس زاید کپڑا ہو تو اوپر سے لپیٹ دیا جائے چنانچہ شہدا اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دفن کیئے گئے۔ (دیکھو ابنِ ہشام وطبری) ۵۲ ان شہدا پر اس وقت نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی گئی۔ ۵۳ آنحضرتؐ جب حمزہؓ کی نعش پر پہنچے تو ایک رقت طاری ہو گئی کیونکہ حمزہؓ کی نعش بہت بری طرح بگاڑی گئی تھی آپ نے غم و غصہ کے الفاظ بھی فرمائے مگر بعد میں بدلہ لینے کا خیال ترک فرما دیا۔ (دیکھو ابن ہشام وطبری)

صفیہؓ بنتِ عبد المطلب ہمشیر حمزہؓ کی — بہت تھی جن کے دل میں الفت و توقیر حمزہؓ کی

یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو — خدا کے اور ملّت کے فدائی کی زیارت کو

زبیر ابن العوامؓ ان کے پسر تھے پاس حضرتؐ کے — ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرتؐ کے [1]

کہا روکو مری پھوپھی کو میّت پر نہ آنے دو — دلِ زخمی کو اُن کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو

الم انگیز ہے قطع و برید چہرۂ حمزہؓ — بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرۂ حمزہؓ

پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا — تو قلبِ لمّہؓ ہر حال میں صبر آشنا پایا

گئیں وہ میّتِ حمزہؓ پہ۔ روئیں اور نہ چلّائیں — نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں

مسلمانو! یہ امت تھی رضا پر کس قدر راضی

بناؤ درسِ حال اس کو۔ نہ سمجھو قصۂ ماضی

جہادِ فی سبیل اللہ پر ہو کر کمر بستہ — لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ

ادائے فرض کرنے کے لئے مرنے کے ارماں میں — رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں میں

---

[1] آپ کی پھوپھی صفیہؓ بنت عبد المطلب میت کی خبر سنکر مدینے سے نکل کر آئیں۔ آنحضرتؐ نے ان کے فرزند زبیر ابن العوامؓ سے فرمایا اپنی والدہ کو اپنے ماموں کی نعش نہ دکھانا مگر حضرت صفیہؓ نے صبر و شکر کا وعدہ کیا میت پر آئیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن پڑھتی ہوئی چلی گئیں (دیکھو ابن ہشام)

خدا و مصطفےٰ کے دشمنوں پر موت برسا کر
وہ گر جائے اگر میدان میں تیرِ اجل کھا کر

سمجھ لو اُس نے اپنی منزلِ مقصود پالی ہے
یہ اُس کے خون کی لالی نہیں حیرے کی لالی ہے

وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے۔ پھر اُس کا غم کیسا
بہت مسرور ہے وہ اُس پہ رونا کیوں الم کیسا؟

ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اُس کی پیروی کرنا
صفِ اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا

سپر کر دے جو بہرِ دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مبارک اُس کا مرنا بھی مبارک اُس کا جینا بھی

مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ دُونِ ہمت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جسکی موت بھی لعنت

بوقتِ جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر

جسے سوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اُس کے لاشۂ ناپاک پر زاری

وہ مُردہ جو تہِ دامانِ احسانِ غلامی ہے
کرو خوب اُس کا ماتم کیونکہ یہ مرگِ دوامی ہے

تدفین کے بعد

شہادتگاہ تھی اور اُحد کے خاموش نظّارے
اُحد کی سرزمیں پر چاند تھا افلاک پر تارے

شہیدوں کی اِدھر زیرِ زمیں تدفین ہوتی تھی
فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی

شہیدوں میں نبیؐ کے یُوں تو سب یارانِ ہمدم تھے
جنہیں قرآں زیادہ یاد تھا اس وہم مقدّم تھے[1]

نبیؐ نے اس طرح ستّر غزا نے دفن فرمائے
کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے

اُٹھا کر تُربتوں کو چادریں آمرزگاری کی
توجّہ ہو گئی سُوئے مدینہ غمگساری کی

ہُوا ارشاد چند افراد ہو کر سربکف جائیں
قریشی فوج کا رُخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں

اگر مکّے کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے
کہ اُن کے واسطے تقدیر سے اک دِن مقرّر ہے

مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیّت ہو اگر اُن کی
تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر اُن کی

پلٹ آئے اگر دشمن مدینے کے ضعیفوں پر
مسلماں شہریوں پر اور یا اُن کے حلیفوں پر

---

[1] اُحد میں دو دو شہید ملا کر دفن کئے گئے۔ مقدّم اس کو کیا جاتا تھا۔ جسے قرآن زیادہ یاد تھا۔
(دیکھو تاریخ العمران۔ طبری وغیرہ)

تو اللہ کی قسم جس پہ فدا جانِ محمدؐ ہے[۱] | جو آقائے محمدؐ ہے نگہبانِ محمدؐ ہے
محمدؐ آخری دم تک لڑیگا فوجِ اعداء سے | ہٹائیگا اُنہیں یا جا ملیگا اپنے آقا سے
یہ سنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں نے | تھکے ہاروں شکستہ بازوؤں سینہ فگاروں نے
گیا بہرِ سراغِ دشمناں اصحاب کا دستہ | مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ
جماعت زخم خوردہ ساتھیوں کی اُسکے ساتھ | سہارا دے رہے تھے دو جہاں والوں کو اُسکے ہاتھ

عقیدت اور تسلّی

خبرِ وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی | نہ پوچھو دلفگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی
مساکین و یتامیٰ کی المناکی نمایاں تھی | کہ اِن پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی
اُحد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں | شہیدانِ وفا کے بال بچے اور بیوائیں
نکل کر شہر سے ہر سُو پڑے پھرتے تھے راہوں میں | یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا ان کی نگاہوں میں

۱ آپ نے قریش کے تعاقب میں آدمی بھیجے اور فرمایا کہ دیکھو ان کا رُخ کدھر ہے اور اگر ان کی نیت بخیر نہیں۔ تو اُسی خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میں آخر تک ان سے لڑونگا۔ (دیکھو طبری۔ ابن ہشام)

چلی تھی اک ضعیفہ جستجو سے حال کرنے کو
کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو

گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی
نچھاور کر دیئے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی

ملے رستے میں اُن سب کی شہادت کے پیام اُس کو
سنانی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اُس کو

مگر اُس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا
اُسی کا نامِ نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا

نہ شوہر کا نہ بیٹوں کا نہ بھائی کا خیال آیا
"رسول اللہؐ کیسے ہیں"؟ یہی لب پر سوال آیا

رسول اللہؐ سلامت ہیں ملی اُس کو نوید آخر
شبِ غم میں نظر آئی ضیائے صبحِ عید آخر

کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اُجالے کی

نظر آیا کہ ہاں جلوہ فگن طورِ تجلّی ہے
پکار اُٹھی کہ اب میری تسلّی ہی تسلّی ہے

تسلّی ہے "پناہِ بے کساں" زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

جلد سوم تمام شُد

مصنف زیر تصنیف جلد چہارم کیلئے طالبِ دعا ہے توفیقِ ایزدی شاملِ حال ہے تو بفضلِ ایزدی جلد از جلد طے ہو جائے گی۔

غلط نامہ

طباعت کے بعد دیکھا تو کتابت کی بعض ایسی غلطیاں نظر آئیں جنکی تصحیح ضروری ہے؛

صفحہ	شعر	مصرعہ	غلط	صحیح	صفحہ	شعر	مصرعہ	غلط	صحیح
۲۶	۴	۱	فتح فیروزی	فتح وفیروزی	۸۹	حاشیہ	سطر۱	وصول کیئے مر	وصول کیئے بغیر مر
۲۸	حاشیہ	سطر۱۲	بہی	بہی	۹۲	۴	۲	تباہی تھی	تباہی کی
۳۱	حاشیہ	سطر۱۳	غالب ہیں	غالب	۹۳	حاشیہ	سطر۲	ابوسفیان	ابوسفیان نے
۳۲	حاشیہ	سطر۱۴	میں میں	میں	۹۴	۷	۲	ٹھانے کا	ٹھانے گا
۳۵	شعر۱	مصرع۲	جوشِ	جوش	۱۵۱	۶	۲	سراہا	سراہا تھا
۳۷	۴	۱	ابوسفیان	ابوسفیاں	۱۶۹	۶	۲	فتح فیروزی	فتح وفیروزی
۴۰	۱	۲	انعقاد مجلس	انعقادِ مجلس	۱۹۱	۷	۲	من قبلہٗ	من قبلہ
۴۱	حاشیہ	سطر۲	وحدہ	وعدہ	۱۹۸	۴	۲	لو بھاگ	تو بھاگ
۵۰	۷	۲	ایمان	ایماں	۲۰۰	۲	۱	ہیری بھی	مہری بہی
۵۶	۲	۱	علی الاعلاں	علی الاعلان	۲۱۶	حاشیہ	سطر۳	علی المرتضیٰ کو	علی المرتضیٰ کو جو
۶۴	۵	۲	شفاعت کے	شفاعت سے	۲۴۳	۷	۲	ستاروں سے	ستاروں نے
۶۷	۲	۱	جملہ آدر	جملہ آور	۲۶۴	۸	پہلا مصرعہ یوں ہونا چاہیے۔		
۶۷	حاشیہ	سطر۲	کلید برادر	کلید بردار			رفیقوں کی عرق ریزی سے سعی و جانفشانی سے۔		
۸۸	۶	۲	فتح فیروزی	فتح وفیروزی					

سن طباعت جلد سوم اشاعت اوّل ۱۹۳۹ء

قیمت فی نسخہ عام غیر مجلّد تین ۳ روپے

قیمت مجلّد خاص ساڑھے بارہ روپے فی نسخہ

(مجلّد خاص صرف ۲۵۰ نسخوں تک محدود ہے جو مصنّف کے دستخطوں کیساتھ بھیجی جاتی ہے)

کتابت از منشی محمد صدیق طباعت گیلانی پریس۔ باہتمام ضمیر احمد خاں غوری پرنٹر۔

پبلشر ابو الاثر حفیظ جالندھری مقام اشاعت ۴۴ جی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

یہ کتاب براہِ راست

مہتمم دفتر شاہنامۂ اسلام ماڈل ٹاؤن۔ لاہور سے طلب فرمائیے

یا اپنے مقامی کتب فروشوں سے حاصل کیجئے

یا

اُردو اکیڈیمی پنجاب لوہاری دروازہ لاہور

جس میں سنہ ۱۹۲۵ء سے سنہ ۱۹۳۲ء تک کے تمام شاہکار یعنی
نغمہ زار کے بعد کی ساری نظمیں اور غزلیں شائع کر دی گئی ہیں
ٹوٹی کشتی کا ملاح۔ سلام۔ رقاصہ۔ تین نغمے (ٹیگور، حفیظ، اقبال) درۂ خیبر
شام رنگیں۔ پریت کا گیت۔ کرشن بنسری۔ دل سے پہلے بس ہیں۔ وغیرہ
زندہ جاوید نظمیں، گیت اور غزلیں اسی مجموعے میں شامل ہیں

صفحات ۲۴۰۔ قیمت ۱۲؎ علاوہ محصول ڈاک